

از

حضرت مولانا شاہ سید حسن احمد قادری الشطاری کاملؒ

۷۸۶
۴۹۲

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَةً وَّاِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحرًا

وارداتِ کاملؒ

دیوان

حضرت مولانا شاہ سیّد شیخن احمد قادری الشّطاری کاملؒ

سجّادہ نشین رابع آستانۂ شطاریہ

زیرِ سرپرستی

والدی و مُرشدی حضرت مولانا سیّد محمّد قبولؒ بادشاہ حسنی الحُسینی قادری الشّطاری ادیبؒ

ایم اے عربی عثمانیہ

جانشین حضرت کاملؒ سجّادہ نشین خامس آستانۂ شطاریہ

ناشر و طابع

سیّد شاہ غلام غوث شیخن احمد حسنی الحُسینی کاملؔ بادشاہ قادری الشّطاریؔ

منتخب سجّادہ نشین متولی آستانۂ شطاریہ فرزند و منتخب جانشین ادیبؒ

زیرِ اہتمام: کامل اکیڈمیؔ

ملنے کا پتہ: قصرِ کاملؒ آستانۂ شطاریہ، دبیر پورہ، حیدرآباد اے پی

✆ : 040-24521088

چوتھا ایڈیشن ________ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ________ ھدیہ -/125

۷۸۶
۴۹۲

رُباعیات حضرت کاملؔ شطاری رحؒ

تیرا ہی تو بندہ ترا نائب ہوں میں
جس کا ہوں اُسی سے تو مخاطب ہوں میں
ہے کون بجُز تیرے سہارا میرا
اللہ! ترے فضل کا طالب ہوں میں

ہے نامِ نبیؐ دِل کے نگیں کی زینت
دِل ہی کی نہیں لوحِ مبیں کی زینت
زینت ہے مکاں کی مکیں سے ناداں
یا یہ کہ مکاں سے مکیں کی زینت

بگزشت تمام عمر در خدمت تو
نازِ کاملؔ مدام بر نسبت تو
خواہم کہ ہمیشہ ہرچہ یابم اے دوست
بے منتِ خلق یابم از منتِ تو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ارشادات

جگر گوشہ حضور غوث الثقلین رض حضرت پیر السید محمد نجم الدین الکیلانی مدظلہم العالی

کامل صاحب کا کلام ماشاء اللہ علم و عرفان کا خزینہ ہے۔ اشعار نہیں بلکہ جواہر ریزے ہیں۔ جن میں تصوف اور معرفت کی غیر معمولی آب و تاب ہے۔ ان کی نعت منقبت اور غزلیں جس نرالے انداز میں لکھی گئی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ شعروں سے عام طور پر سنجیدگی اور متانت ٹپکتی ہے اور خیالات و جذبات کی بلندی اور پاکیزگی صاف طور پر عیاں ہے۔ فی الحقیقت ہر شعر سے اس خلوص و عقیدت کا مظاہرہ ہوتا ہے جو میرے خیال میں ان کی اپنی زندگی کا جزوِ لاینفک بن چکا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دوسرے شعرا کے بھی اچھے اور عمدہ شعر پڑھ کر انسان محظوظ ہوتا ہے اور اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق داد دیتا ہے یا کبھی تنقید پر اتر آتا ہے۔ لیکن میں غالباً مبالغہ سے کام نہیں لوں گا اگر یہ کہوں کہ کامل صاحب کے شعر پڑھ کر یا سن کر انسان وجد میں آتا ہے اور ذہنی طور پر گویا مرعوب بلکہ محوِ حیرت ہو جاتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل حضرت رسول مقبول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت جدِ امجد غوث الاعظم السید الشیخ محی الدین عبد القادر الگیلانی قدس سرہ العزیز و بزرگانِ دین اکرم اس قابلِ قدر دیوان کو جو شائع ہو رہا ہے عالمگیر مقبولیت عطا فرمائے اور شہرت عام اور بقائے دوام کے زیور سے آراستہ کرے۔ تاکہ موجودہ اور آنے والی نسلیں اس چشمۂ شیریں سے کماحقہٗ طور پر فیض یاب ہو سکیں۔ آمین۔

شرحہ دستخط محمد نجم الدین الکیلانی

۲۹ مئی ۱۹۶۲ء۔ الگیلانی روڈ۔ کوئٹہ۔

۷۸۶
۶۹۲

سلطان الاولیا حضرت غوث الثقلین رض

"پیش لفظ"

میں شاعر ہوں نہ شاعری میرے لیئے وجہ امتیاز۔ البتہ کبھی کبھی میں نے اپنی جن واردات کو نظم لیا ہے انھیں اپنے احباب کے مسلسل اصرار پر شائع کرنے کی مسرت حاصل کر رہا ہوں۔ تعجب تو یہ ہے کہ طباعت سے پہلے ہی دنیائے اردو میں نہ جانے کہاں کہاں یہ دفترِ بے معنی پہنچ گیا اور میری دیوانگی کے قدردانوں نے کن کن مقامات سے اس کی اشاعت پر مخلصانہ تقاضوں سے اپنی کرمفرمائی کا ثبوت دیا۔ سب سے بڑی خوشی تو مجھے اس کی ہے کہ میرے سرکار .... کے لختِ جگر حضرت پیر السید محمد نجم الدین الکیلانی مدظلہ العالی صاحبزادۂ حضرت پیر السید ابراہیم سیف الدین الکیلانی رحمۃ اللہ علیہ نقیب الاشراف بارگاہِ غوثیہ بغداد شریف نے بھی وارداتِ کامل کو بیحد پسند فرمایا اور جن الفاظ میں آپ نے اپنے تاثرات روانہ فرمائے ہیں وہ میرے لیئے نہ صرف موجبِ صد افتخار بلکہ نجاتِ اخروی کی سند ہیں۔ اسی سلسلے میں، میں اپنے محترم بھائی ——— مولانا سید شاہ محمد صدیق صاحب رمزؔ محمودی القادری کا بھی بیحد ممنون ہوں کہ موصوف نے ایک طرف ——— مسودات کے صاف کرنے میں مدد دی تو دوسری طرف "تعارف" کے نام سے میرے کلام پر جو فاضلانہ تبصرہ فرمایا ہے وہ انھیں کا حصہ تھا۔ اس موقع پر مجھے اپنے بچپن کے دوست محسنِ اردو ——— ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ مرحوم کی یاد بہت ستا رہی ہے کہ مرحوم بھی میرے کلام کی طباعت پر

اصرار کرنے والوں میں سے تھے اور اپنی عنایت سے اس پر تبصرہ لکھنے کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ آہ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس کے ٹائیٹل پیج کا ڈیزائن میرے شاگرد جناب ابوالمجد محمد مظہرالدین صاحب مظہر قادری (جو میری نسبت سے مظہر کامل کہلاتے ہیں) کی فنی اُپج کا نتیجہ ہے کہ کارِ دات کامل کی مناسبت سے دل کا نقشہ ڈال کر ظاہری حُسن کاری کے ساتھ معنوی حُسن بھی پیدا کر دیا۔ جناب رشید نواب صاحب کے حُسنِ کتابت اور جناب احمد علی صاحب مالک نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چار کمان حیدرآباد کے حُسنِ اہتمامِ طباعت نے بھی اس مجموعہ کو حسین بنانے میں اپنا اپنا حق ادا فرمایا ہے۔ جزاھم اللہ عنا احسن الجزاء۔ اس کے بعد رہی بات کلام کی تو اس میں نقائص تو لاکلام ہوں گے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اور یوں بھی میں نے اپنا تخلص کامل اسی مناسبت سے رکھا ہے کہ "کامل العیوب" ہوں نہ کہ "کامل المحاسن" اس کے بعد بھی "بغلط بر ہدفِ زند تیرے" کی مصداق جو کوئی شعر کسی کے جی کو لگے اس کی تعریف کا میں مستحق نہیں کہ الحمد للہ رب العالمین۔ وارِدات ہی جب ٹھہری تو میکروفون پہ کہنے والا جو کچھ کہے گا وہی لاؤڈ اسپیکر سے سنائی دے گا۔

خاکپائے فقرا و خادم العلما

سید شیخن احمد کامل قادری شطاری

آستانہ شطاریہ، دبیر پورہ حیدرآباد آ۔پ

جدی حضور سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

۶ ۸ ۶
۲ ۹ ۶
۶۴

انوارِ شطاریہ

مرشدی و مولائی نقیب الاسلام حضرت علامہ سید شاہ شیخن احمد حسینی قادری شطاری کامل علیہ الرحمہ حیدرآباد دکن کے مشاہیر علماء و مشائخ خاندان اور سادات حسینی سے ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار عرب سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ہوتے ہوئے احمد آباد گجرات تشریف لائے۔ اور وہاں سے ۱۰۷۰ھ میں آپ کے ساتویں پشت کے دادا محبوب یزداں حضرت سید شاہ احمد گجراتی الحسینی قادری الشطاری المعروف گجراتی شاہ قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے جو اپنے زمانے کے اکابر اولیا سے تھے، اورنگ آباد کو اپنا مسکن بنالیا اور ۱۱۰۹ھ میں واصل بحق ہوئے، بیرون ظفر دروازہ آپ کی مزار شریف آج بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ کے پیر و مرشد زبدۃ العارفین حضرت شاہ برہان الدین راز الٰہ قدس سرہٗ برہان پور میں آرام فرما ہیں۔ جن سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی۔ حضرت گجراتی شاہ قبلہ قدس سرہٗ کے صاحبزادہ منہاج العارفین حضرت سید شاہ شہاب الدین محمود حسینی قادری الشطاری المعروف گونگے شاہ قدس سرہٗ بڑے صاحبِ حال اور مجذوب سالک بزرگ تھے، آپ کا مزار شریف بھی اپنے والد کے بازو واقع ہے۔

تاج العارفین حضرت سید شاہ شیخن احمد شطاری اولی الملقب شیخن اولیاء قدس سرہٗ حضرت سید شاہ احمد گجراتی الشطاری قدس سرہٗ کے پوتے ہوتے ہیں۔ اس خاندان میں آپ ہی سب سے پہلے بزمانہ حضرت غفراں مآب آصف جاہِ ثانی (نوراللہ مرقدہٗ) حیدرآباد تشریف لائے۔ اور اندرون دروازہ دبیر پورہ ایک چھوٹی سی قدیم مسجد کے ایک حجرہ میں اقامت گزیں ہوئے، آپ بھی اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ اور صاحبِ حال و صاحبِ کشف و کرامات گزرے ہیں۔ آپ کے مختلف کرامات کے منجملہ یہ روایت بھی مشہور ہے کہ ہر روز اورنگ آباد میں اپنے دادا اور مرشد کی درگاہ کی مسجد میں اور حیدرآباد میں دبیر پورہ کی مسجد میں بیک وقت نماز مغرب کی

امامت فرماتے تھے۔ حضرت غفراں مآب کے محل میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئیں اور مسجد مذکور کی تولیت آپ کے سپرد کیگئی۔ نیز حضرت غفران مآب نور اللہ مرقدہ کو آپ نے یہ فرماتے ہوئے علی بند باندھا تھا کہ "نظامِ علی را علی رہبر است" ۱۴ رشعبان ۱۲۳۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ اندرون دبیرپورہ صحنِ مسجد میں چبوترہ پر آپ کے حسبِ وصیت زیر سماں آپ کا مزارِ اقدس واقع ہے اور آستانۂ شطاریہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ اس مسجد کی ۱۳۲۶ھ میں محکمۂ تعمیرات کی جانب سے اعلیٰ پیمانہ پر از سرِ نو تعمیر و توسیع عمل میں آئی۔

آپ کے صاحبزادہ قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ عسکری حسینی الشطاری قدس سرہٗ بھی پیشوائے طریقت گذرے ہیں۔ آپ کا مزارِ مبارک بھی اپنے پدرِ بزرگوار کے بازو واقع ہے ۲۸ رشعبان ۱۲۶۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے جانشین اور فرزند زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ شیخن احمد ثانی شطاری قدس سرہٗ بھی بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے ممتاز مشائخ طریقت میں شمار کیے جاتے تھے ہر سہ والیان پائیگاہ اور نواب سالار جنگ اعظم، نواب مختار الملک مرحوم وغیرہ امراء دولت خاص طور پر آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۹ رشوال ۱۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے بڑے صاحبزادہ (یعنی مرشدی حضرت مولانا سید شیخن احمد شطاری کاملؒ سجادہ نشین آستانہ شطاریہ کے پدر بزرگوار اور میرے نانا) حضرت علامہ حافظ قاری سید شاہ غلام غوث حسینی الشطاری قدس سرہٗ حیدرآباد دکن کے مشہور بزرگ، پیر طریقت اور عالم دین گذرے ہیں۔ آپ نے اپنی تمام زندگی درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں بسر فرمائی۔ روزانہ بلاناغہ آپ کا حلقہ حدیث جاری رہتا تھا۔ آپ کے شاگردوں میں اکثر علماء گذرے ہیں۔ تفسیر، حدیث، رجال، فقہ، تصوف، قرأت، ادب، معقولات، اور منطق کے ماہر تھے۔ فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کے لکھے ہوئے فتاوے جامعۂ ازہر مصر منگوائے جاتے تھے۔ ۱۳۲۹ھ میں حضرت غفران مکان نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے حج بدل فرمائی۔ حج سے واپسی

ہیں جب بمبئی کی گودی پر اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مولانا سید عمر حسینی صاحب قادریؒ کے انتقال پر ملال کی اطلاع پائی تو فرمایا کہ اب ہماری زندگی بے مزہ ہوگئی۔ کیونکہ ان کے مابین بے انتہا محبت تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر دو حقیقی بھائی ہیں۔ چنانچہ اپنے بھائی موصوف کے گیارہ ماہ بعد ہی ۲۷ رمحرم ۱۳۳۱ھ کو راہئ خلدِ بریں ہوئے۔

حضرت علامہ سید شاہ غلام غوث حسینی قادری الشطاریؒ کے علمی گھرانے کے چشم و چراغ مولانا کامل شطاری ۲۳ رصفر ۱۳۲۳ھ کو آستانہ شطاریہ محلہ دبیرپورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے گھر پر ہی حاصل کی، اسطرح علم کی دولت ورثہ میں ملی تھی۔ آپ نے مولوی فاضل اور منشی فاضل کا کورس مکمل کیا۔ حضرت دیدار احمد صاحبؒ کی شاگردی میں منطق کا علم حاصل کیا۔ حضرت علامہ عبدالقدیر صدیقیؒ، علامہ عبدالواسع سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی، افضل العلماء مولانا سید عبدالباقی شطاریؒ مولانا کامل کے خاص اساتذہ رہے ہیں۔ خالِ محترم نقیب الاسلام حضرت سید شیخن احمد شطاری کاملؒ مملکتی مجلس اتحاد المسلمین (بہ زمانہ سر اکبر حیدری صدرِ اعظم) مجلس علمائے دکن، پیشوایانِ مذاہب جمعیۃ المشائخ، انجمن پارچہ بافی حرمین شریفین، انجمن اہل خدمات مذہبی، مسلم پرسنل لا بورڈ انجمن علم و عمل (قائم کردہ سر نظامت جنگ مرحوم) کے بنیادی ممبروں میں سے تھے۔ آپ تادمِ زیست برسوں معتمد صدر مجالس علمائے دکن کی حیثیت سے ملت کے دینی مسائل میں بحسن خوبی رہبری فرماتے رہے۔ ہمیشہ سے خاموش خدمات کے زیادہ حامی رہے۔ اصلاح مسلمانان کے سلسلے میں اپنے ذاتی مصارف سے اکثر اضلاع کے دورے کئے ہیں حضرت کاملؒ کے مواعظ، تقاریر، نہایت مدلل اور دلنشین ہوتے تھے۔ ممتاز علماء و مشائخین میں آپ کا شمار ہوتا تھا عامۃ الناس سے بلا امتیاز مذہب و ملت رواداری، اور بادشاہ کے ساتھ وفاداری خاص شعار تھا۔

حضرت کاملؒ بیک وقت عالم دین بھی تھے اور پیر طریقت بھی عصری تقاضوں پر نظر رکھنے والے بھی اور مفکر و مدبر بھی، ملت اسلامیہ کے بے لوث رہنما بھی اور محض انسانیت کی اساس

پر حساس اور دھڑکتے دل کے مالک بھی۔ یہ آستانہ شطاریہ کا روشن مینار نقیب الاسلام حضرت کاملؒ شطاری واعظ، مفسر، محدث، فقیہہ، ادیب اور شاعر غرضکہ وہ بے شمار ہمہ جہتی خوبیوں کے ساتھ ایک پُر اثر و باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ گفتار و کردار ہر دو میدانوں کے غازی تھے۔ آپ میں استقامت بدرجۂ اتم تھا۔ زندگی کے ہر معرکہ میں انہیں ایک مردِ مجاہد پایا۔ وہ مصلے پر امام تھے تو ممبر پر واعظ و خطیب، خانقاہ میں طبیب روحانی تھے تو خدمتِ خلق بھی جس کا محبوب ترین مشغلہ رہا۔

اِس بات کے تو سبھی قائل ہیں کہ فضلِ خدا ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہا۔ لیکن شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ اس فضل کی محرک سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور غوث الثقلینؓ کی آپ پر خاص نظرِ عنایت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیوی دونوں دولتوں سے آپ کو نوازا۔ دنیا کی ساری آلائشوں سے آپ کا دامن پاک رہا۔ سخت سے سخت صبر آزما مواقع پر بھی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و غوثیت مآبؓ کی سرپرستی انہیں قلبی سکون پیدا کر دیتی تھی۔

آپ پیکرِ حلم اور مجسمۂ اخلاق و محبت، دشمن سے بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ آپ کو اخلاق کے کچھ ایسے سانچے میں ڈھال دیا گیا تھا کہ ہر ملنے والا یہ سمجھتا کہ وہ مجھ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ کوئی دن ایسا شاید ہی گذرتا کہ ضرورت مند آپ کے ہاں نہ آتے ہوں مختصر یہ کہ سب پر اُنکے احسانات لیکن ان پر کسی کا احسان نہیں۔ دشمنوں کو دشمنی کا جواب احسان سے دیتے ہوئے تو میں نے آپ ہی کو دیکھا۔ وسیع القلب، متواضع، منکسر المزاج بلند فکر و نظر، خندہ جبیں، مجسم محبت و اخلاص، وہ کونسی خوبی تھی جو حضرت قبلہؒ میں نہ تھی۔ باایں ہمہ تعجب ہوتا ہے کہ جس کی زندگی ایسی بے داغ اور مجموعۂ محامد و محاسن تھی ان کے ساتھ بھی حاسدین ہر دور میں رہے۔ مرقوعۂ بالا تحریر کا تعلق تو حضرت محترمؒ کے معاملات و حقوق العباد سے تھا۔ اب ذرا عبادات و حقوق اللہ کا اندازہ اس سے

فرما لیجئے کہ فرائض کی ادائی کا خاص اہتمام فرماتے۔ دورانِ علالت دواخانہ میں ڈاکٹروں کی ہدایت کے باوجود پلنگ سے نیچے اُتر کر چند افراد خاندان کے ساتھ باجماعت نماز مغرب ادا فرمائی جو حضرت قبلہؒ کی آخری نماز تھی۔

آپ فطرتاً نفاست پسند تھے اور ہمیشہ نفیس لباس زیبِ تن فرماتے۔ آپ کچھ عرصہ امیر جامعہ نظامیہ بھی رہے۔ اسطرح اپنے دینی و علمی شغف کی وجہ متعدد انجمنوں میں مسلمانوں کی صحیح خطوط پر رہبری فرماتے رہے۔

یہ مختصر وضاحت بھی ضروری ہے کہ سلسلہ شطاریہ، سلسلہ طیفوریہ قادریہ کی ایک شاخ ہے جسطرح سلسلہ چشتیہ کی شاخیں صابریہ اور نظامیہ ہیں۔ اسی سلسلہ کے سرخیل مقتدار سرکار قبلہ ابرار حضرت شاہ عبداللہ شطّار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب تین واسطوں سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر منتہی ہوتا ہے۔ اسلئے لفظِ شطّار کے ساتھ یائے نسبتی لگا کر شطّاری لکھا جاتا ہے۔

حضرت کاملؒ رحمۃ اللہ علیہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ م ۲۸ نومبر ۱۹۷۶ء روز یکشنبہ ۶ بجے صبح واصل بحق ہوئے۔ اِس عالم کی زندگی نے چولا بدل کر اُس عالم کی زندگی اختیار کی جہاں موت کو موت آتی اور حیات کو حیاتِ ابدی و سرمدی ملتی ہے۔

مخفی مبادا کہ حضرت قبلہ گاہیؒ نے اپنی حین حیات اپنا دیوان وارداتِ کامل چھپوایا تھا۔ پیر و مرشد قبلہؒ کے وصال کے بعد سے صاحبانِ ذوق کے مسلسل اصرار اور خواہش پر یہ دیوان دوبارہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہا ہے۔ ابھی حضرت کاملؒ کے آخری دور کا غیر مطبوعہ کلام محفوظ ہے۔ وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ منظر عام پر آجائیگا۔

حضرت کاملؒ کی شاعری کے موضوع پر روشنی ڈالی جائے تو تصوف کا ایک تحقیقاتی مقالہ تیار ہو جائیگا۔

پیش لفظ

نعتیہ سخن سرائی اور صوفیانہ شاعری کی اہمیت پر چند باتیں گوش ہوش تک پہنچانے کی مسرت حاصل کرتا ہوں۔ شاعرانہ فطرت پر حسن و احسان کا اثر یہ کہ انسان فطرتاً بندۂ حسن و احسان ہے۔ شاعروں میں یہ جذبات زیادہ تیز ہوتے ہیں انسانیت کے محسنوں میں انبیاء علیہم السلام کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے۔ اور خدا کے بعد فطرتاً ان کی شخصیتیں مدح و ثناء کی سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ صوفیائے کرام مقام انبیاءؑ کے عارف ہوتے ہیں' ان کی نعتیہ شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا کیا تصور ہے۔ اعیان سے لیکر مختلف مدارج ظہور و کمالِ عروج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام ہے۔ صوفیاء کے نزدیک انبیاء کرام شانِ عبدیت کے بہترین نمائندے ہیں۔ ان کے معارف علوم الٰہی کے ترجمان اور ان کے اخلاق اخلاقِ الٰہی کے مظہر ہیں۔ صوفیاء کے نقطۂ نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتِ شریف کی ایک خاص اہمیت یہ بھی ہے کہ آپ کی تعریف و توصیف میں سارے انبیاء کرام کی تحسین و نعت شامل ہے۔ یعنی نعتِ احمدؐ میں سارے انبیاءؑ کی نعت ہے۔ صوفیاء کے نزدیک معرفت و اتباعِ رسول ہی عرفان و رضائے حق کا وسیلہ ہے۔ دراصل عرفانِ رسولؐ عرفانِ حق کا وسیلہ ہے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظم و نثر میں پیش کرنے کا سلسلہ قرونِ اولیٰ سے جاری و ساری ہے۔ عموماً نثر سے زیادہ نظم اثر انداز ہوتی ہے ایک طویل مضمون ایک شعر میں جب ظاہر ہوجاتا ہے تو قلوب میں وجدانی کیفیت پیدا کردیتا ہے۔ اولیاء کرام صوفیاء کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع میں اشعار کے ذریعہ تبلیغ رشد و ہدایت کا کام کیا۔ بالخصوص نعتیہ کلام مقبول بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور دیگر صحابہ کرام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود نعت سماعت فرمایا۔ اور اظہار خوشنودی کیا

مرشدی مولائی علامہ شاہ شیخ احمد حسینی قادری الشطاری کاملؒ آپ نے اردو شاعری کی جو خدمت فرمائی ہے اس کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ سقوط حیدرآباد کے بعد کے ہنگامی اور عبوری حالات میں جبکہ اردو کا برا حشر ہورہا تھا آپ نے بڑی ہمت اور پامردی سے اپنے مکان موسومہ آستانہ شطاریہ میں اردو مشاعروں کی داغ بیل ڈالی اور یہ سلسلہ کم و بیش ۲۰ سال تک چلتا رہا ہے ہر مہینہ چاند کی ستائیس (۲۷) تاریخ ۹ بجے شب سے مشاعرہ اور اس کے بعد ماہانہ سماع کی محفلیں جاری رہیں۔ جو آج تک بھی میرے نانا علامہ شاہ غلام غوث قادری الشطاریؒ کی وصال کی تاریخ کی مناسبت سے جاری ہیں۔ حضرت کاملؒ کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکے گا کہ آپ کے کلام کا ٹیپ ریکارڈ کرکے بی بی سی لندن اور ماسکو کی نشرگاہ سے نشر کیا گیا ہے۔ آپ کی تیس۳۰ سے زیادہ غزلیں ٹیپ ریکارڈ کرکے افریقہ لے جائی گئی ہیں۔

اس موقعہ پر جناب الحاج سیٹھ محمد عبدالستار مچھلی والا (بمبئی) شکریہ کے مستحق ہیں کہ جنہوں نے اس طباعت میں حصّہ لیا ہے۔ ستار سیٹھ صاحب حضرت کاملؒ سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔

اور جناب الحاج محمد شریف شطاری کا بھی شکریہ جنہوں نے اس طباعت میں حصّہ لیا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس دیوان کا دوسرا ایڈیشن بحسن و خوبی طباعت سے آراستہ ہوچکا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

آخر میں حضرت کاملؒ کے ربط و نسبت کے اس شعر پر میں اپنے اس موضوع کو ختم کرتا ہوں۔ ع

نمک پروردۂ حسنِ ملیح یار ہوں کاملؔ
اسی نسبت سے دل کے زخم سارے مسکراتے ہیں

فقط

گدائے شاہِ جیلانی رضؓ.....

خاکپائے فقراء

سید محمد قبولؒ بادشاہ حسنی الحسینی قادری الشطاری ادیب

ایم۔اے (عربی) عثمانیہ

جانشین حضرت کاملِ شطاریؒ

۱۷ ربیع المحبوب ۱۴۰۹ھ

م ۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء

آستانۂ شطاریہ۔ دبیرپورہ حیدرآباد

فون : 521088

حضرت کاملؒ کا کلام ایک جداگانہ شان اور انفرادیت رکھتا ہے۔ حضرت کے کلام میں تصوّف کے جواھر پاروں کی جو فراوانی ہے وہ روحانیات کے فیوض کا عکسِ جمیل ہیں۔ حضرت کاملؒ کے اشعار کی یہ خصوصیت ہے کہ ان سے نہ صرف قلب و نظر کو روشنی ملتی ہے بلکہ روح کو بھی ایک نئی تازگی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت کاملؒ نے دنیائے شاعری میں فکر و فن کے جتنے چراغ روشن کیئے ہیں اس بات سے حیدرآباد کے علمی حلقے بخوبی واقف ہیں۔ روحانیات کا شہباز بن کر آسمانِ شعر و ادب کی جن بلندیوں پر پرواز ہے اُسے صاحبانِ نظر اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ حضرتؒ کے اشہب فکر نے جملہ اصنافِ سخن بالخصوص غزل کے میدانوں میں جو جولانی دکھائی ہے اس کا اعتراف ہر خلوص مند دل، اور غور و فکر کرنے والا دماغ کریگا۔ حضرت کاملؒ نے دریائے شعر میں ماہرانہ غواصی کر کے جو دُرِ شہوار نکالے ہیں وہ یقیناً زینت افزائے تاجِ اقلیمِ سخن ہوں گے۔

دکن کے ممتاز عالمِ دین بلند پایہ صوفی شاعر میرے پیرِ طریقت نقیب الاسلام حضرت علامہ الحاج سید شاہ شیخن احمد حسینی قادری الشطاری کاملؒ سجادہ نشین آستانۂ شطاریہ سابق معتمد صدر مجلس علماء دکن کے ۲۵ سالہ عرسِ مبارک منعقدہ ۶ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ م ۲ مارچ ۲۰۰۱ء جمعہ کو ۹ بجے شب خانقاہِ کاملؒ آستانۂ شطاریہ دبیر پورہ حیدرآباد میں جلسۂ دستار بندی سجادگی و تولیتِ جانشینی کا انعقاد عمل میں آیا۔ احقر نے منصبِ سجادگی و قائم مقامی نیابت و امانت پر روشنی ڈالی اور اس موقع پر میں نے میرے فرزندِ دلبند خلفِ اکبر سعادت آثار میاں سید شاہ غلام غوث شیخن احمد حسنی الحسینی قادری الشطاری المعروف بہ کاملؒ بادشاہ سلمہٗ بی سی۔ ایم بی اے کی رسم دستار بندگی سجادگی خرقہ پوشی قائم مقامی انجام دی۔ اور نانہیالی بزرگوں کے تبرکات میں سے عمامہ باندھا اور شایا پہنایا اور سلسلۂ شطاریہ کی مخصوص شرفی چادر اڑھائی۔ اور میں نے وضاحت کے ساتھ بتلایا کہ نورِ چشم میاں سید شاہ غلام غوث شیخن احمد حسنی الحسینی قادری الشطاری المعروف بہ کاملؒ بادشاہ سلمہٗ کو اپنا جانشین اور سجادہ نشین متولی مرکزی آستانہ شطاریہ کے درگاہ جات، حضرت سید شاہ شیخن احمد قادری الشطاریؒ اول (حیدرآباد) حضرت سید شاہ عسکری حسینی قادری الشطاریؒ، حضرت سید شاہ شیخن احمد قادری الشطاری ثالثؒ اور میرے نانا علامہ حافظ سید شاہ غلام غوث قادری الشطاریؒ اور میرے پیر و مرشد ماموں محترم حضرت علامہ الحاج سید شاہ شیخن احمد قادری الشطاری کاملؒ کا سجادہ نشین متولی اور مسجد آستانۂ شطاریہ واقع اندرون دبیر پورہ کا متولی، اور خانقاہِ کامل آستانۂ شطاریہ کا بھی متولی عزیزم سید غلام غوث شیخن احمد حسنی الحسینی قادری الشطاری کامل بادشاہ سلمہٗ کو منتخب کر کے ممتاز علماء و مشائخین و سجادگان و متولیان، خانوادۂ شطاریہ کے عزیز و اقارب معززین مُریدین و فقراء و بالمکین کی موجودگی میں اعلان کر دیا ہے تا کہ کوئی بات مبہم نہ رہے۔ اور سلسلۂ شطاریہ کا فیضان میرے فرزند خلف اکبر عزیزم میاں کامل بادشاہ قادری الشطاری سلمہٗ سے جاری و ساری رہے۔

مخفی مباد کہ حضرت کاملؒ نے اپنی عین حیات اپنا دیوان "وارداتِ کامل" پہلی بار سنہ ۱۹۶۲ء میں کامل اکیڈمی کے زیر اہتمام چھپوایا تھا۔ حضرت قبلہ گاہیؒ کے وصال کے بعد احقر نے صاحبانِ ذوق کے مسلسل اصرار پر دوبارہ دیوان وارداتِ کامل سنہ ۱۹۸۸ء میں طبع کروایا تھا۔ الحمد للہ ۶ ذی الحجہ سنہ ۱۴۲۴ھ م ۲۹ جنوری سنہ ۲۰۰۴ء کو تیسری مرتبہ اس دیوان کی رسم اجراء عمل میں آئی ہے۔ حضرت کاملؒ کے آخری دور کا کلام زیرِ ترتیب ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب کلام کامل منظرِ عام پر آئے گا۔

مرید صادق الاعتقاد غوث محی الدین متین قادری الشطاری سلمہٗ نے اس دیوان کی طباعت میں حصہ لیا۔

مرقوم ۱ ذیقعدہ الحرام سنہ ۱۴۲۴ھ م ۲۴ جنوری ۲۰۰۴ء روز یکشنبہ

سید محمد مقبول بادشاہ حسنی الحسینی قادری الشطاری ادیب
سجادہ نشین آستانۂ شطاریہ، جانشین حضرت کاملؒ

بہ تعاون: اُردو اکیڈمی آندھرا پردیش

۸۹۶
۳۲۲

تعارُفِ کلام

از حضرت مولینا سید محمد صدیق صاحب بحر محمودی القادری منشی فاضل و مولوی فاضل
سجادہ نشین حضرت مکی میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر (اقبال)

کسی شاعر کا کلام عام طور پر لوگ سُنتے ہیں اور اسے قبولیتِ عامہ حاصل ہوتی دیکھتے ہیں۔ تو عموماً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ع

قبولِ خاطر و لطفِ سخن خداداد است

مگر بہت کم لوگ اس پر غور کرتے ہیں کہ اس "قبولیتِ خاطر" اور "لطفِ سخن" کے اسباب کیا ہیں۔ کیا کوئی کلام بلا کسی خاص وجہ کے بھی مقبولِ عام ہوتا ہے؟ کیا بغیر کسی خاص سبب کے بھی لطفِ سخن پیدا ہو جاتا ہے؟

ذیل کے سطور میں ہم اسی امر پر غور کریں گے کہ آخر مولینا سید شیخن احمد صاحب کامل شطاری کے کلام کی قبولیتِ عامہ کے کیا اسباب ہیں؟ اور کون سی بات ہے جس کی وجہ سے آج ان کے کلام کو ایسی قبولیت حاصل ہوئی کہ کوئی سماع کی محفل ایسی نہیں ہوتی جہاں جناب کاملؔ کی غزلیں اور منقبتیں نہ سُنائی جاتی ہوں۔ اور سنائی جاتی ہوں تو محفل پر ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری نہ ہو جاتی ہو۔ حالانکہ خود ان کا حال یہ ہے کہ اپنی غزلیں ایک دو مخصوص قوالوں کے سوا، غلط سلط پڑھنے کے اندیشے سے وہ کسی کو نہیں دیتے۔ مگر جب ایک قوال ان کی کوئی غزل پڑھتا ہے تو بہت سے دوسرے قوال اور ان کے کلام کے بیسیوں شائقین اسے لکھ لیتے ہیں۔ اور باوجود ان کے کمال احتیاط

کے ہر قوال کو ان کی دس بیس غزلیں ضرور یاد ہیں۔ اور ہر محفلِ سماع اور ہر بزرگ کے عرس کے موقع پر ان کا کلام ضرور سننے میں آتا ہے۔ اور دوسری غزلوں اور منقبتوں کے مقابلے میں ان کی غزلوں اور منقبتوں پر محفل کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔

اب تک جنابِ کامل کے کلام کی طباعت کسی ذریعے سے بھی نہیں ہوئی ہے۔ اور اب پہلی دفعہ اس کی طباعت ہو رہی ہے۔ مگر کلام کی مقبولیت یہ ہے کہ (نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ) جہاں جہاں تک اُردو کی رسائی ہے وہاں وہاں تک پہنچ چکا ہے۔ اور ان گنت لوگوں نے اس کے شائع کرنے اور دیوان کی شکل میں پیش کرنے کا تقاضا کیا ہے۔ اور کچھ افراد ایسے بھی ہیں۔ جنھیں اس کے مواقع حاصل تھے انھوں نے ان کے کلام کا کسی اچھے قوال سے ٹیپ ریکارڈ بھی لے لیا اور اسی سے اپنے ذوق کی تشفی کر لیتے ہیں۔

ولی اور میر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب اشاعتِ کلام اور سفر کے ذرائع محدود تھے اور مطبعوں، رسالوں اور اخباروں کی موجودہ صورت نہ تھی۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں جانے والے اپنے دوست احباب کے لیے ان کی غزلیں بطور تحفہ لے جاتے تھے۔ مگر اس دور میں بھی جبکہ طباعت و اشاعت اس قدر ترقی کر چکی ہے لوگ ان کی غزلیں دُور دُور تک بطور سوغات لے جاتے ہیں اس لیے کہ نہ تو اب تک ان کا دیوان شائع ہوا ہے نہ ہی انھوں نے اپنا کلام رسائل میں شائع کروایا ہے۔ مگر قوالوں کے ذریعے ان کے کلام کی اتنی اشاعت ہو گئی ہے کہ یہ اپنا کلام آج سے پہلے طبع کروا دیتے تو بھی شاید اس کی اتنی ہی اشاعت ہوتی۔ اور یہی ان کے کلام کے کمال قبولیت کی دلیل ہے۔ اب دیکھنا یہی ہے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان کے کلام کو عوام و خواص میں اس درجہ مقبول بنا دیا ہے۔ خود جنابِ کامل کو بھی اپنے کلام کی مقبولیت اور اس کے سبب کا جو اندازہ ہوا ہے۔ اسی نے تو ان سے یہ شعر کہلوایا ہے

کلامِ کامل کی شہرتوں کا سبب، فقط ان سے ربط و نسبت
غزل کے ہر شعر پر ہے گہرا چڑھا ہوا رنگ عاشقانہ

سچ کہا ہے۔ "ہرچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کمال محبت کے ترانے دلوں کو پگھلائے بغیر کیسے رہ سکتے ہیں! غزلوں کا والہانہ رنگ عجیب طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔

مولانا کامل کو دربارِ رسالت اور بارگاہِ غوثیت سے جو بے پناہ عقیدت و محبت ہے۔ اسی نے در اصل شعر کا روپ اختیار کیا۔ یوں تو ان کی کہی ہوئی نعتیں اور منقبتیں بھی بہت سی ہیں جن میں آدابِ نعت و منقبت کا پورا پورا لحاظ اور پاس ہے مگر محبت میں ایک مچلتے ہوئے دل کے لیے غزل کے میدان میں جو کیف و لطف ہے وہ ان آداب سے گزر کر کچھ اور وسعت چاہتا ہے اسی لیے غزل کے میدان میں ان کی والہانہ شیفتگی بڑا رنگ پیدا کرتی ہے۔

الفاظ اور پیرایہ بیان غزل ہی کا کیوں نہ ہو مگر روئے سخن اسی طرف ہوتا ہے۔ اور اسی تڑپتی محبت نے غزل کی زبان اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر وہ بھی ہزاروں عقیدتوں سے پُر ہے۔ کہتے ہیں:-

تیرے جلووں کے سوا کیا ہے نگاہ و دل میں
تو ہی تو ہے مرے احساس کی ہر منزل میں

عام طور پر دوسرے شعرا کے پاس محبوب کی بے وفائی، عاشق کا محبت سے انحراف، ظلم و ستم پر فریاد و فغاں، جور و بے داد فلک کا شکوہ، نسوانی آرائش و زیبائش اور اس کے لوازمات کے مضامین بکثرت ملتے ہیں۔ لیکن کامل صاحب کی غزلیں ایسے مضامین سے یکسر خالی ہیں۔ کیونکہ ان کا محبوب عام غزل گو شعرا کے محبوب کی طرح کا نہیں کہ اس طرح کے مضامین یہاں بار پا سکیں یہاں تو صرف ایک والہانہ شیفتگی ہے اور بے پناہ آشفتگی۔

مرے غور و فکر کے زاویوں پہ ہیں ایسے پہرے لگے ہوئے
یہ مجال ہے کہ ترے سوا کوئی آ تو جائے خیال میں

اسی لیے جنابِ کامل کی غزلوں میں رضا و تسلیم کا مضمون نئے نئے انداز سے اور محبت کی سرفگندگی کا مفہوم بیسیوں طریقوں سے پیش ہوا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اتنے گوناگوں اسالیب اور ایسے دلچسپ انداز سے ادا ہوا ہے کہ شاید ہی کوئی صورت بچ رہی ہو۔ کہتے ہیں۔

انھیں کی مرضی پہ چل رہا ہوں، انھیں کی مرضی تو چل رہی ہے
یہ زندگی تو فقط انھیں کی خوشی کے سانچوں میں ڈھل رہی ہے

"مرضی پہ چل رہا ہوں" اور "مرضی چل رہی ہے" کی خوبی وصنعت کو نظر انداز کر بھی دیں تب بھی ایک سچے عاشق کی زندگی کی سچی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ یوں تو "وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" کی تعمیل کائنات کا ہر ذرّہ کر رہا ہے مگر بہت بڑا فرق ہوتا ہے تقدیر کے فیصلوں کو ناخوش گواری سے، ناک بھوں چڑھا کر قبول کرنے والے اور جادۂ تسلیم و رضا پر بطیب خاطر رہ سپار ہونے والے میں۔ وہ ہر حال میں شکوہ سنج اور مغموم رہتا ہے اور یہ ہر صورت میں شکر گزار اور مسرور۔ نقادانِ سخن کہتے ہیں۔ کہ ہر شاعر کے ایک خاص مزاج اور خاص رنگِ طبیعت کی وجہ سے اس کی شاعری میں ایک مخصوص پیام ہوتا ہے۔ اور اکثر اسی رنگ میں اس کا کلام ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ دوسروں کے پاس ہو یا نہ ہو مولانا کامل کے کلام پہ بالاستیعاب غور فرمائیے تو ہر جگہ "رضا و تسلیم" کی جھلک کسی نہ کسی طرح نمایاں ہوتی نظر آئے گی۔ اور یہی ان کا مخصوص رنگ اور خاص پیام ہے۔ اور کیوں نہ ہو نا اصحابِ طریقت کے پاس یہ ہے بھی تو ایک اونچا مقام۔ اور "قادریت" میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ کہ ہر حال میں سالک کے پیشِ نظر انھیں کی مرضی ہونا چاہیئے۔ فرماتے ہیں:

اپنی خوشی سے ترکِ تمنا بھی کیا کروں
ٹکراؤ چاہتا نہیں منشائے یار سے

جب ہر تمنا ان کی مرضی کے تابع ہے تو ترکِ تمنا بھی ان کی مرضی کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ اگر کسی ننگ بندگی نے اپنی خوشی اور اپنی مرضی پیشِ نظر رکھی تو نہ صرف عشق و محبت کے فرائض کو نظر انداز کر دیا۔ بلکہ بندگی کے لوازم کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ کہتے ہیں:

اپنی خوشی کا نام ہے "توہینِ بندگی" کامل ہمیں تو مرضی جاناں سے کام ہے

ان کی خوشی پہ جینے والا ان کے دیئے ہوئے غم کو بھی ایک نعمت ہی سمجھتا ہے اس درد کے دور کرنے کی دوا کیسی، دعا کے لیے بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ یہ درد بھی انھیں کا دیا ہوا ہے۔ کیا خوب کہا ہے:-

خوشی جب اس کی یہی ہے دوائے غم کیسی؟
مجھے تو آج دعا سے بھی ہاتھ اٹھانا ہے

مقام رضا و تسلیم وہ مقام ہے۔ جہاں دل میں کسی طرح کے ارمان ہی پیدا نہیں ہو سکتے۔ جو یار کی مرضی ہے وہی اپنی مرضی۔ جو ان کی خوشی ہے وہی ہماری خوشی۔ اگر عاشق کی بھی کچھ تمنائیں ہوں اور اس کے دل میں بھی ارمان ہوں تو پھر عشق و ہوس میں امتیاز ہی کیا رہ جائے گا؟ کہتے ہیں:

ہوں دل میں اگر ارماں پیدا پھر عشق و ہوس میں فرق ہی کیا؟
مٹی میں ملانا ہے خود کو دل ان سے لگانا کھیل نہیں

ایک سچے عاشق کے لئے تو محبوب کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا اور کوئی دوسری سبیل ہی کیا ہے۔ محبت نام ہی تسلیم و رضا کا ہے۔ فرماتے ہیں:

عشق جز شیوۂ تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں
آرزوئے دلِ اربابِ وفا کچھ بھی نہیں

تسلیم و رضا کے مقام پر سرفراز ہو جانے کے بعد چاہنے والے میں ایسی ربودگی پیدا ہو جاتی ہے کہ اب اسے کسی طرح کی تکلیف کا احساس بھی نہیں رہتا۔ جو ان کی خوشی ہے وہی اپنی خوشی تو پھر ان کی مشیت سے آئی ہوئی مصیبت بھی مصیبت نہیں بلکہ عین راحت ہے۔ کیا خوب کہا ہے:

جس حال میں وہ رکھیں اس حال میں ہم خوش ہیں
مدت ہوئی دفنائے احساسِ مصیبت کو

محبوب کے ظلم و ستم بھی حقیقت میں ظلم و ستم نہیں ہوتے بلکہ وہ بھی ایک ادائے محبت ہوتی ہے۔ مگر اس فہم کا ظہور بھی بڑے اونچے مقام پر ہوتا ہے۔ ہر ایک کو یہ احساس نہیں ہوتا۔ اگر یہ احساس پیدا ہو جائے تو ظلم پر بھی عاشق مسرور ہی ہوگا۔ رونے دھونے کی بجائے مسکرائے گا۔ کہا ہے:

ہوتے ہوتے ہو گئی حاصل مجھے فہمِ ستم
آپ کے ہر جور پہ اب مسکرا سکتا ہوں میں

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک غزل پوری ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہو۔ اور اس کے سارے

اشعار منتخب ہوں۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ منتخب اشعار غزل میں ایک دو ہی نکلتے ہیں۔ اور وہ بھی مختلف احوال و کیفیات پر مشتمل۔ مگر مولانا کامل کی اکثر غزلیں ایک ہی کیفیت میں ڈوبی ہوئی ملیں گی اور پھر لطف یہ کہ غزل کا ہر شعر حاصلِ غزل ہوگا۔ بطور نمونہ ذیل میں ایک غزل پیش کی جاتی ہے جس کے ہر شعر کا آہنگ ایک ہی ہے اور ہر شعر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غزل کا بہترین شعر ہے۔ مطلع ہے ؎

یار کی مرضی کے تابع یار کا دم بھر کے دیکھ
عرضِ مطلب کر کے دیکھا ترکِ مطلب کر کے دیکھ

گویا "کن کالمیتة فی ید الغسال" فرمانے والی ہستی نے قلبِ کامل پر اپنے انوار کا پرتو ڈال کر ایک مکمل شعر کی صورت میں اسی تعلیم کا القا فرمایا ہے۔ دوسرا مطلع بھی اسی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور اس سے بھی بہتر:

بے ارادہ مرنے والے بالارادہ مر کے دیکھ
سب تماشے کر چکا، یہ بھی تماشا کر کے دیکھ

عام طور پر موت بلا ارادہ اور خلافِ مرضی ہی ہوتی ہے۔ مگر "موتوا قبل ان تموتو" پر عمل پیرا ہونے والا، اپنی مرضی کو یار کی مرضی میں گم کر دینے والا، جب قبل موت اپنے ارادے اور خواہش کو ختم کر کے بالارادہ موت کی کیفیت سے نئی زندگی پاتا ہے تو اس سے کیا کچھ تماشے ظہور پذیر نہیں ہوتے۔ کیونکہ اب وہ نہیں رہا۔ اس کا ارادہ اپنا ارادہ کہاں ہے؟ وہ تو کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ اس کی قدرت و طاقت میں اور ہی قدرت و طاقت جلوہ فرما ہوتی ہے۔ بظاہر یہ عجیب تماشا ہوتا ہے۔ مگر اسی سے عجیب عجیب تماشے نمایاں ہوتے ہیں۔

صوفیا کے پاس یکے بعد دیگرے "چار ترک" چار اہم منازل سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ جنابِ کامل فرماتے ہیں:

ترکِ دُنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ ترک
یعنے یوں بے آرزو جینے کی عادت کر کے دیکھ

یعنے پہلے عقبیٰ کے خیال سے دُنیا کی خواہشیں ترک کی جاتی ہیں۔ پھر رضائے مولیٰ کے لیے عقبیٰ

کے سود و بہبود کا خیال بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب رضائے مولیٰ کے ذریعے فنائے تام حاصل ہو جائے تو پھر اس کے خیال کی بھی گنجایش کہاں؟ پھر بقا بعد الفنا میں یہ تینوں پہلے ترک بھی متروک ہو جاتے ہیں اور ذات باقی کے ساتھ بقائے دوام کے امتیاز سے سالک سرفراز ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح بے آرزو ہو کر اس کی آرزوئیں عین مشیت حق ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مگر یہ ساری چیزیں جب تک اُس سے ربط تام نہ ہو۔ نہ سمجھ میں آتی ہیں نہ یہ مراحل طے ہوتے ہیں۔ دل کی لگی ہی یہ سارے مراحل سمجھاتی اور طے کراتی ہے۔ فرماتے ہیں:

حُسن کی کافر ادائی، عشق کی وارفتگی
دیکھنی ہو تو کسی سے ربط پیدا کر کے دیکھ

ربط صحیح کے بغیر یہ باتیں سمجھ میں آنے والی بھی نہیں۔ اگر کوئی نادان اپنے جہل و لاعلمی کے باعث اس کیفیت پر معترض ہوتا ہے تو سالک جھلا اُٹھتا ہے اور اس عقل کے دُشمن سے کہہ دیتا ہے ؎

چھوڑ بھی دے مجھ کو میرے حال پر اے چارہ گر!
عقل کے دُشمن خدا پر بھی بھروسہ کر کے دیکھ

خواہشوں کا چھوڑنا، اپنی ہستی کو ملیا میٹ کرنا کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔ نفس اس کو ایک مصیبتِ عظمیٰ سمجھتا ہے۔ ہر ہر قدم پر نفس کی سرتابی سے سابقہ پڑتا ہے جسے سالک مختلف صورتوں سے رام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور طرح طرح سے دلاسے دے کر اپنے قبضے میں کرتا ہے۔

ہر مصیبت پیش خیمہ ہے ترے آرام کا
صبر سے بھی کام لے، کچھ دن مصیبت سہہ کے دیکھ

یہ مصیبت شرکت نفس کی وجہ سے پہلے پہل تو مصیبت معلوم ہوتی ہے۔ مگر جیسے جیسے سالک کے قدم آگے بڑھتے جاتے ہیں مصیبت راحت سے بدلتی اور موت ایک نئی زندگی سے سرفراز ہوتی جاتی ہے:

موت خود بن جائے گی تیرے لئے اک زندگی
زندگی پر مرنے والے! زندگی میں مر کے دیکھ!

یہی موت ایک عجیب زندگی عطا کرتی ہے۔ مگر زندگی پر جان دینے والوں کے لئے زندگی میں مرجانا کوئی کھیل ٹھٹھا نہیں ہے۔ اپنے ارادوں کو دوست کے ارادے میں فنا کردینا۔ کیا کیا نتائج پیدا کرتا ہے اس کا اندازہ سب نہیں کرسکتے۔ بس اس خیال سے اس کا ایک سرسری اندازہ ہوسکتا ہے کہ

یار تیرا ہے تو پھر تیری ہے، ساری کائنات
سب کو اپنا کرنے والے! اس کو اپنا کر کے دیکھ

اسی مقام پر "کنت سمعہ الذی یسمع بی و بصرہ الذی یبصر بی" کا ظہور ہوتا ہے اب زندگی ایسی ہوتی ہے کہ ایک عالم اس کے قبضۂ قدرت میں ہوتا ہے۔ موت ہے تو ایسی موت جو زندگی جاوداں سے ہم کنار ہوتی ہے۔ جس موت پر ہزاروں زندگیاں قربان:

آگیا کامل دمِ آخر وہ جانِ انتظار
مرنے والے چین سے مر، دیکھ اب جی بھر کے دیکھ

مختصر یہ کہ تسلیم و رضا کا ایک مسلسل کیف ہے جو کامل صاحب کے اکثر اشعار سے نمایاں ہوتا ہے۔ ان کے کلام کا مطالعہ کرنے والے خود اسے محسوس کریں گے۔

دوسری چیز جو جنابِ کامل کے کلام میں کثرت سے ملتی ہے وہ نسبت کی اہمیت کی تلقین ہے۔ چنانچہ ان کی یہ تلقین آپ کو ان کے اکثر شعروں میں ملے گی۔

بے فکر جی رہا ہوں ہر اک اعتبار سے
نسبت بھی کیسی چیز ہے دامانِ یار سے

یہ شعر گویا "المرء مع من احب" کی شعری تشریح ہے۔ یہ چیز انھیں حد سے زیادہ عزیز ہے۔ کہا ہے:

کیا چیز ہے نسبت کوئی پوچھے مرے جی سے
مرتا ہوں اسی کے لیے، جیتا ہوں اسی سے

اسی نسبت میں وہ عجیب مستی اور لذت پاتے ہیں۔ کہتے ہیں:

اک ذرا نسبت کسی سے ہو تو جائے
اس کی مستی اس کی لذت کیا کہوں

اسی نسبت کو مدارِ زندگی سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

تم سے نسبت پر مدارِ زندگی
نسبتِ کامل کی نسبت کیا کہوں

اسی نسبت کو اپنے سارے اعمال سے بہتر بلکہ سارے اعمال کو اس کے مقابلے میں ہیچ قرار دیتے ہیں۔ "والحقنا بہم ذریتہم وما التناہم من عملہم من شیء" اپنے محبوب سے ملحق ہو جانے سے بڑھ کر عاشق کے لیے اور کیا شے ہو سکتی ہے۔ کہتے ہیں:

تیری خدمت میں بس اک نسبتِ کامل کے سوا
بے نوا ہوں، مرے پلے کوئی سوغات نہیں

اسی فیضِ نسبت کو ہر طرح کی کامیابیوں کا ضامن اور ہر طرح کی بگاڑ سے محفوظ رکھنے والا سمجھتے ہیں:

تری عنایت پہ جینے والا لئے ہوئے ہے بڑا سہارا
بگاڑ کیا لے گا کوئی اس کا، جو تیرے در کا بنا ہوا ہے

جنابِ کامل کو اپنی نسبت پر اتنا زعم ہے کہ وہ ہر طرح کی بازی اسی کے برتے پر لگانے کے لیے مستعد ہیں۔ فرماتے ہیں:

یہ غرورِ بندگی ہے اُن سے نسبت کے طفیل
یہ سلامت ہے تو ہر بازی لگا سکتا ہوں میں

نہ صرف بازی لگا سکتے ہیں۔ بلکہ لگا چکے ہیں اور اسی کے طفیل ہر بات بن رہی ہے اللہ تعالیٰ بنائے رکھے۔ بنتی ہی چلی جا رہی ہے۔

انھیں کی چشمِ کرم کا صدقہ، انھیں کے یہ دم قدم کا صدقہ
انھیں کی نسبت کی آڑ لے کر ہماری ہر بات چل رہی ہے

اسی نسبتِ وارفتگی پر اس قدر گھمنڈ ہے۔ کہتے ہیں۔ جس کو چاہوں ان کا دیوانہ اور وارفتہ بنا سکتا ہوں۔ یہ زعم اپنی قوت کا نہیں بلکہ جس سے نسبت ہے اس کی قوت کا زعم ہے:

تجھ سے اتنی بڑھ گئی ہے نسبتِ وارفتگی
جس کو چاہوں تیرا دیوانہ بنا سکتا ہوں میں

ایسے چاہنے والے کو دربار کی خاک میں مل جانے کی کیسی تمنا اور خاک میں مل کر کیسی راحت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بیان کرنا بھی انھیں کا حصہ ہے۔ کہتے ہیں:

مر مٹے ہیں جو محبت میں یہ ان سے پوچھو
کیسی راحت ہے دربار پہ گِل در گِل میں

یہاں "گِل در گِل" کا ٹکڑا کیا مزہ دے رہا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ قبر میں کڑیاں یا بہ گے وغیرہ رکھے بغیر میت پر خاک ڈال دی جاتی ہے تو اسے گِل در گِل کہتے ہیں۔ عاشق کی اپنی ہستی کے دربار کی مٹی میں مل جانے کی کیفیت "گِل در گِل" کے علاوہ کسی اور لفظ سے ادا ہی نہ ہو سکتی تھی۔

دل پر محبت کا داغ ہی تو مذہبِ عشاق میں سب کچھ ہے۔ اسی سے ساری مرادیں حاصل ہوتیں اور اسی سے مرنے کے بعد بھی ابدی زندگی کا چراغ روشن رہتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے:

لگا جہاں دل پہ داغ کامل، چراغ روشن، مراد حاصل
ہماری مرقد پہ آ کے دیکھو، یہی تو اک شمع جل رہی ہے

اہلِ دل فنائیت تامہ کے بعد زندگیِ جاوید کا جو امتیاز حاصل کرتے اور مرجع خلائق بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کی ترجمانی اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں لفظِ "کامل" تخلص کے علاوہ داغ کی صفت کا بھی کام دے رہا ہے۔

حکیم مومن خاں مومن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کے مقطع اکثر پُر لطف اور لفظِ "مومن" کی نشست متعدد خوبیوں کی حامل ہوتی ہے۔ جنابِ کامل کے مقطعوں میں بھی

اکثر ایسی ہی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ناظرین خود دیوان میں اس کی بیسیوں مثالیں پائیں گے۔ طوالت کے خیال سے اس کی نظائر قلم انداز کر دی جا رہی ہیں۔

ایک دل پذیر اور اثر انداز شعر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کے مفہوم و معنی تو ہر شخص کے دل میں ہوتے ہیں۔ مگر اس مفہوم کے ادا کرنے کے لیے موزوں الفاظ اور مناسب پیرایۂ بیان پر ہر شخص کو قدرت نہیں ہوتی۔ اور جب ایک باکمال شاعر اسی مضمون کو اپنی قدرتِ بیان سے دل کش انداز اور خوب صورت طرزِ ادا کے ساتھ، مترنم الفاظ میں پیش کر دیتا ہے تو ہر سننے والا چیخ اٹھتا ہے کہ یہی تو وہ کہنا چاہتا تھا۔ اسی کے دل کی بات تو شاعر نے کہہ دی ہے۔ اس لیے اسے سن کر ہر سننے والا بے اختیار جھوم اٹھتا ہے۔ اسی کیفیت کو مرزا غالب نے کہا ہے:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے — غالب

جنابِ کامل کے پاس ایسے بیسیوں شعر ملیں گے۔ جن کے مضامین ایسے ہوں گے جو ہر شخص کے دل میں آتے رہتے ہیں۔ مگر اس کو مناسب پیرایۂ بیان اور اندازِ ادا نے ایسا بلند سے بلند تر کر دیا ہوگا۔ کہ سننے والا سن کر جھوم اٹھے۔ فرماتے ہیں:

یہ تو کہئے کیا اس کو آپ چھوڑ سکتے ہیں؟
جس نے مرتے مرتے بھی آپ کو پکارا ہے

امتِ محمدی (علیٰ صاحبہا الف الف تحیات) کے طالبِ شفاعت کس فرد کے دل میں یہ بات نہ ہوگی؟ مگر شعر کی شکل میں مترنم الفاظ کے ساتھ پیش کرنا ایک کامل کا ہی حصہ ہے۔ شفیع المذنبینؐ کی رحمت کب اس کو گوارا کر سکتی ہے۔ کہ کسی ایسے شخص کے سچے دل سے اس طرح مخاطب کرنے پر اسے اپنے دامنِ رحمت میں سمیٹے بغیر چھوڑ دے۔

بتائیے آخر اس شعر میں کون سا انوکھا مضمون ہے؟ کیا نرالی بات ہے؟ مگر پیرایۂ بیان نے زمینِ شعر کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ اسی غزل کا مقطع ہے:

بے ہنر سہی لیکن بے وفا نہیں کامل
وہ تمھارا بندہ ہے اور فقط تمھارا ہے

بے ہُنر ہونے اور بے وفا نہ ہونے کے تقابل کے ساتھ والہانہ اندازِ بیان نے شعر میں عجیب سحر کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ہر خاکسار چاہنے والے کا خیال یہی تو ہوتا ہے۔ مگر جس لطف سے یہ خیال شعر میں سمایا ہے۔ شعر کو کتنا بلند کر دیا ہے۔

یہ تو صاف ظاہر ہے۔ ہم اسی کے بندے ہیں
کوئی اس سے جا پوچھے۔ تو بھی کیا ہمارا ہے؟

ہر دل سے چاہنے والا اپنے آپ کو محبوب کا ہی سمجھتا ہے۔ مگر سچّی محبت کو یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ محبوب بھی ہمارا ہے یا نہیں؟ یہ کس چاہنے والے کے دل میں نہیں؟ مگر ایسے دل پذیر الفاظ میں ادا کرنا ہی شاعر کا کمال ہے:

یہ امتحان، یہ آپ اور مجھ سا بے مایہ
گناہ گار ہوں۔ کیوں شرمسار کرتے ہیں

کس خطا کار گناہ گار بندے کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا؟ پھر کیا ہر ایک کو ایسی طرزِ ادا حاصل ہو جاتی ہے؟ پہلے مصرع کے الگ الگ ٹکڑے اور دوسرے مصرع کی سلاست نے کیا کیفیت پیدا کی ہے؟ ذوق صحیح ہی جانتا ہے۔ شعر میں آخر کون سا مضمون ہے؟ کون سی بلندی خیال ہے؟ مگر فقط طرزِ ادا اور انداز انشا نے کیا لطف پیدا کر دیا ہے:

نہ دل ہی اپنا ہے کاملؔ۔ نہ جان ہی اپنی
نگاہِ یار سے سودا اُدھار کرتے ہیں

عیبوں میں جو کاملؔ ہے اس کو، کیا جانے خریدا کیوں تم نے
سرکار کھری تو بات یہ ہے، کھوٹے کے کہیں بھی دام نہیں

موج خود سفینہ ہے بحر خود کنارا ہے — ناخدا سے کیا مطلب، جب خدا ہمارا ہے

پھر اسی پہ مرنے کو جی اُٹھوں گا محشر میں — پھر وہی جِلائے گا، جس نے مجھ کو مارا ہے

کاملؔ کے پاس صنائع و بدائع بھی آتے ہیں تو عجیب البیلے انداز سے، آورد کا نام نہیں ہوتا۔ محبوب حقیقی کی ابدی محبت کا کس انوکھے انداز سے ذِکر کیا ہے؟

ہم سے پوچھئے صاحب! انتظار کی گھڑیاں
ہم نے رات کاٹی ہے۔ ہم نے دن گزارا ہے

غرض جنابِ کاملؔ کے دیوان میں ایسے متعدد اشعار ملیں گے جن میں کوئی نیا مضمون نہ ہونے کے باوجود طرز ادا اور رنگ انشا کی وجہ سے شعر میں عجیب لطافت پیدا ہو گئی ہے مولینا کاملؔ کی شاعری کا ایک اور وصف مسائل تصوف کا سلجھا ہوا اندازِ بیان ہے۔ ایسا تصوف نہیں جس میں جادۂ شریعت سے ہٹ کر "میں خدا اور تو خدا" بن بیٹھے وہ علمی خاندان کے ایک محتاط اور ذہین فرد ہونے کی حیثیت سے وحدت الوجود کا مسئلہ بیان کرنے میں شریعتِ حقہ کی صراطِ مستقیم سے ہٹنے نہیں پاتے جیسے کہ بعض مدعیانِ تصوّف آپے سے باہر ہو کر کہتے ہیں ؎

زاہد گم راہ کے کس طرح میں ہم راہ ہوں — وہ کہے "اللہ ھو" اور میں کہوں "اللہ ہوں"

جنابِ کاملؔ نے کس قدر درست کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ؎

زبان جلوہ سے ہے یہ گویا جہاں کا سارا نگار خانہ
فسانہ غیر اک حقیقت، حقیقتِ غیر اک فسانہ

غیر کا وجود افسانوی حیثیت سے ایک حقیقت ضرور رکھتا ہے۔ لیکن غیر کی حقیقت پر غور کیجئے تو فقط ایک افسانہ ہے۔ جس کی کوئی اصلیت نہیں۔ سب اسی ایک وجود کا ظہور ہے۔ اور اصلیت کے اعتبار سے افسانہ ہی افسانہ ہے۔ یعنے غیر افسانوی حیثیت تو یقیناً رکھتا ہے۔ مگر حقیقت کے اعتبار سے بے اصل افسانہ ہی ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ سارا نگار خانہ عالم۔ اور زبان بھی کیسی پیاری ہے! یعنے زبان جلوہ۔ غرض یہ کہ عالم کے سارے نقش و نگار اپنے جلووں کی زبان سے کہے جا رہے ہیں۔ کہ وجود صرف اسی ایک ذات کا ہے۔ افسانے کی حیثیت سے غیر کی کہانیاں بھی ایک حقیقت رکھتی ہیں۔ مگر حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو یہ سب کچھ کچھ نہیں۔ بلکہ صرف بے اصل افسانے ہیں۔ پھر مصرع ثانی میں عکس و تبدیل نے

جو لطف پیدا کیا ہے۔ بہت کم ایسی خوبی بیان حقایق میں پیدا ہو سکتی ہے۔ دیوانِ کامل میں اور کچھ نہ ہوتا صرف یہی ایک شعر ہوتا تو ان کی قادر الکلامی کے ثبوت کے لیے بہت کافی ہوتا۔

ہر وجود ثانوی افسانوی
اعتبار ثانوی ممکن نہیں

ثانوی اور افسانوی کی تجنیس کے ساتھ مسئلہ وہی وحدۃ الوجود کا ہے۔ مگر کتنی محتاط زبان میں۔ کہ صراطِ مستقیم شریعت حقہ سے بال برابر ہٹنے نہ پائے

فَعَبْدٌ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی - وَرَبٌّ رَبٌّ وَاِنْ تَنَزَّلْ

نہ پاؤں پھیلائے حد سے کوئی کہ بندہ بندہ خدا خدا ہے

کسی مقولے یا ضرب المثل کا نظم میں ادا کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ مگر کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ اور متنبہ کر دیا کہ ایک وجود کے باوجود خدا ہر حال میں خدا ہے اور بندہ ہر صورت میں بندہ۔ اگر کوئی اس مسئلہ کی غلط تعبیر کرے تو وہ اپنی حد سے آگے بڑھ رہا ہے اور حد سے بڑھ کر پاؤں پھیلانے والے کی جو سزا وہ اس کی سزا۔

اے شعلہ جوالہ! جب سے لو تجھ سے لگائے بیٹھے ہیں
اک آگ لگی ہے سینہ میں اور سب سے چھپائے بیٹھے ہیں

تجلیات میں تکرار نہیں۔ "کلّ یوم ھو فی شان" اور ذات قدیم میں کوئی تغیر ممکن نہیں "الآن کما کان" ان دونوں باتوں کو ایک ہی تمثیل میں ادا کرنے کے لیے "شعلہ جوالہ" کی تشبیہ کس قدر موزوں اور کتنی جامع ہے۔ اور پھر غزل کی زبان سے سرمو تجاوز نہیں ہوا شعلہ، لو اور آگ کی مناسبت اس پر مستزاد ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

حق اگر سوزے نہ دارد حکمت است
شعر گردد سوز چوں از دل گرفت

ایک اعلیٰ حکمت اور بہترین شعر حق ہونے میں تو برابر ہیں۔ مگر سوز دل کی آمیزش حق کو شعر بنا دیتی ہے۔ اور اسی سوز کی وجہ سے شعر کو حکمت پر برتری حاصل ہے۔ اسی سوز کے مختلف

کرشمے آپ کلام کامل میں پائیں گے۔ کہتے ہیں ؎

وہ اعتبارِ نظر سے اونچے، وہ فہم و فکرِ بشر سے اونچے
میں جتنی قربت بڑھا رہا ہوں وہ دوریوں میں بدل رہے ہیں

ذاتِ باری کی فہم اور صفاتِ الٰہی میں فکر جس قدر زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بہت کچھ پاکر بھی کچھ نہیں پایا۔ جس قدر زیادہ قربت بڑھتی جاتی ہے اتنا ہی زیادہ بُعد کا احساس بڑھتا جاتا ہے وراء الوراء۔ ثم وراء الوراء۔ آخر پھر اس کا نتیجہ کیا ہے ؎

ان کے جلووں سے نگاہوں کو ملا کچھ بھی نہیں
کھو کے خود رہ گئیں پلّے تو پڑا کچھ بھی نہیں

یہاں تو جتنی عقل بڑھتی ہے اتنا ہی جہل کا احساس زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

عقل میں علم سے اک جہل کا احساس بڑھا
اب یہ معلوم ہے معلوم ہوا کچھ بھی نہیں

ہاں! ان کے جلوے کے رنگا رنگ مظاہر کا کیا پوچھنا ہے! خود عشق یا عاشق کی بود اور وجود اسی کا ایک مظہر ہے۔

حسنِ جلوہ ہے مظاہر کی یہ رنگا رنگی
عشق کی بود بھی خود اس کے سوا کچھ بھی نہیں

ہر شئے میں جو حق تعالیٰ کو نہیں پاتے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کیا کیا کہہ جاتے ہیں مگر پاسِ شریعت سے جنابِ کامل کے پاس وہ فقط کم نگاہ اور قابلِ رحم ہیں۔ کہتے ہیں۔

قابلِ رحم ہیں پردوں میں الجھنے والے
کم نگاہوں کو حقیقت کی ہوا کچھ بھی نہیں

جب شعر میں جذبات کی صداقت کے ساتھ تعبیرات کی نزاکت، زبان کی حلاوت اور بیان کی لطافت بھی مل جاتی ہے تو شعر عجیب چیز بن جاتا ہے اور انہیں کی آمیزش سے شعر حدودِ شاعری سے نکل کر الہامی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

وہ حسیں ہر ایک اَدا حسیں مگر اتنی سب کو نظر نہیں
کوئی رُوپ شانِ جمال میں کوئی رُوپ شانِ جلال میں

منزلِ عشق بھی عجیب منزل ہے کہ بندگی کی ہزاروں دُوریوں کے باوجود عاشق کو بارگاہِ محبوبِ حقیقی سے اس درجہ پر پہنچا دیتی ہے کہ نزدیکی ہے مگر دُوریوں سے بڑھ کر اور دُوری بھی ہے تو ہزاروں نزدیکیوں سے بہتر۔ کیا خُوب کہا ہے۔

بے وجہ نہیں یہ اشک رواں مِلتی ہیں محبت کی کڑیاں
تم پاس بھی ہو کر پاس نہیں ہم دُور بھی ہو کر دُور نہیں

گویا "نحن اقرب الیہ" (ہم اس سے قریب تر ہیں) کے تقرب میں "لا تدرکہ الابصار" (اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں) کی دُوری ہویدا ہو رہی ہے۔ اور بندگی کے بُعد میں "وفی انفسکم افلا تبصرون" (تمہاری ذات میں خود اس کے جلوے عیاں ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے) کا قُرب نمایاں ہے۔ جس کی وجہ سے "تریٰ اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق" (تو آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھے گا اس لیئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا) کے آنسو نکل کر دل کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں اور اس یاس کو رِجا میں بدل رہے ہیں۔

اسی مضمون کا ایک شعر حضرت بیدل علیہ الرحمہ کا بھی ہے ؎

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نہ رفت رنجِ خمارِ ما
چہ قیامتی! کہ نمی رسی، ز کنارِ ما بکنارِ ما (بیدلؒ)

الفضل للمتقدم کے علاوہ بھی شعر تعریف سے بالاتر ہے۔ بالخصوص "چہ قیامتی" اور "ز کنار ما بکنار ما" کے ایسے ٹکڑے ہیں، جن کا جواب نہیں۔ اور کاملؔ نے اس پُورے شعر کا مفہوم ایک ٹکڑے میں اَدا کر دیا ہے۔ "تم پاس بھی ہو کر پاس نہیں" بیدل کے پاس ایک عجیب یاس و حرمان ہے جس کا جواب نہیں۔ اور کاملؔ نے "ہم دُور بھی ہو کر دُور نہیں" میں اس یاس میں ایک انوکھی رجائیت پیدا کر دی اور محبت کے آنسوؤں نے عرفانِ حق کی تکمیل کر کے محبت کی کڑیاں مِلا دیں اور تین طرح کی صنعت تضاد اس پر مُستزاد ہے۔ شاعر کے تخیل کی بلندی جب اندازِ بیان سے مِل کر انوکھا اسلُوبِ تعبیر اختیار کرتی ہے تو نقصِ حدوث کے باوجود خیالِ ذاتِ قدیم کے گرد پروانہ وار گردش کرتی ہوئی اپنی خوش نصیبی پر ناز کرنے لگتی ہے۔ کیا پیارا تخیل ہے۔

پروانۂ حدوث ہے شمعِ قدم کے ساتھ
کاملؔ! زہے نصیب کہاں اور کیا ہیں آپ!

علمِ الٰہی میں اعیانِ ثابتہ کی حیثیت سے ذاتِ قدیم کے ساتھ موجود ہونے کی کیا پیاری تعبیر ہے مگر اس کا احساس بھی ایک پروانہ صفت کو ہی ہو سکتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ نظم صرف ایک ڈھانچہ یا قالب ہے۔ جس میں شاعرانہ احساسات ڈھالے جاتے ہیں اور جب یہ ڈھانچہ بھی اتنا ہی اچھا ہوتا ہے جتنا کہ احساس، تو اس سے ایک معیاری شعر وجود میں آتا ہے۔

کلامِ کاملؔ میں ان دونوں کا ایسا نفیس امتزاج ہے کہ ان دونوں کے درمیان خطِ فاصل کھینچنا دشوار ہے۔ کیا خوب کہا ہے۔

تم جزا دو کہ سزا اپنے پرستاروں کو
عشق پروردۂ احساسِ مکافات نہیں

دَرحقیقت محبتِ کاملؔ اس احساس سے یکسر بے نیاز ہوتی ہے کہ اس کا استقبال کس طرح کیا جاتا ہے جو ازل ہی سے کشتۂ محبت ہو اس کی محبت، کا کیا پوچھنا! دُنیا میں آکر اس کی محبت تو درحقیقت اس ازلی محبت کی تجدید ہے۔ کہتے ہیں۔

یہاں کا زخمِ دل صرف ایک تجدیدِ محبت ہے
قسم روزِ ازل کی! ہم تو کشتے ہیں اَوائل سے

قسم بھی کتنی پیاری ہے! اور قسم تو دراصل ایک گواہی اور شہادت ہے۔ تو اس محبت کی بجز روزِ ازل کے اور کون گواہی دے سکتا ہے؟۔

ایک عارفِ کامل اللہ تعالےٰ کی محبت کی ہی وجہ سے اس کے ہر بندے سے ہی محبت نہیں کرتا بلکہ کائنات کے ہر ذرّے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ اسی کا جلوہ دیکھتا ہے۔

اپنے ہمراہ یہ کس کس کو لگا لائے تھے
آپ کے ساتھ بسی ساری خُدائی دِل میں

صوفی کا کمال یہ ہے کہ ہر جلوے کا حق پُورا پُورا اَدا کرے اور جو جس برتاؤ کا مستحق ہے اس کے ساتھ وہی سُلوک ملحُوظ رکھے۔ مگر کسی حال میں اصل حقیقت کی طرف سے نظر نہ ہٹنے پائے۔ اگر اس کی طرف سے نظر ہٹ گئی تو عارف کی نگاہوں کی اس سے زیادہ اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔

ہاں! حق تو اَدا کر لیتا ہوں اے دوست: ترے ہر جلوے کا
لیکن کبھی دیکھوں تیرے سوا توہینِ نظر منظور نہیں

اس اَدائیِ حق کے باوجود عارف کی نظر میں تو بس وہی رہتا ہے جس کو رہنا چاہیئے۔ حقیقت میں جہاں شعر

درجۂ قال سے نکل کر مرتبۂ حال میں پہنچ جاتا ہے، اس کا اندازِ بیان سحر کی کیفیت سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور شاعر کی زبان الہامی رنگ پیدا کرلیتی ہے اور ایسا ہی شعر اور یہی بیان "اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لحکمۃ و اِنَّ مِنَ البیانِ لسحرًا" کا مصداق ہوتا ہے۔

تیرے جلوؤں کے سوا کیا ہے نگاہ و دل میں
تُو ہی تُو ہے مرے احساس کی ہر منزل میں

سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کے لیئے نماز اور اس کا سجدہ معراج ہے۔ بشرطیکہ خشوع و خضوع اور حضورِ قلب پُورا پُورا ہو۔ جب ان کا فضل و کرم ہوتا ہے تو سب پردے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور سارے اسرارِ نہاں عیاں ہو جاتے ہیں اور سر بندگی راست درِ الوہیت پر ہوتا ہے

معراجِ بندگی کا وہی تو مقام ہے
ہو واسطہ جبیں کو جہاں پائے یار سے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جبینِ نیاز کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ تو پھر

وہاں نگاہ کے سجدوں سے کام لیتا ہوں
جہاں جبیں مری شایانِ بندگی نہ رہی

جو محبت اَبدی ہوتی ہے اس کے قوانین بھی اَبدی ہی ہوں گے۔ جن میں تنسیخ، ترمیم و اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی اصول کو بیان کیا ہے۔

ناقابلِ ترمیم ہے دستورِ محبت
احکام بدلتے نہیں قانونِ وفا کے

اصل میں محبت وہی ہے۔ ہوس کو محبت اور جنونِ عشق کا نام دینے والے دیوانے محبت و جنون کو رُسوا کرتے ہیں۔ اسی کو واضح کیا ہے۔

ہوس کو نام جُنوں دینے والے دیوانے
جُنوں کو سب کی نگاہوں میں خوار کرتے ہیں

اہلِ ہوس اپنی ہوس کی کامیابیوں پر اتراتے ہیں۔ انہیں خبر نہیں ہوتی کہ یہ کامیابیاں خود انہیں "خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین" کا پیام دے رہی ہیں۔ کتنا پیارا اندازِ بیان ہے۔

ہاں اگر معصیت کی فرصت، یہ خود ہے اِک انتقامِ فطرت
کسی کو بے راہ چھوڑ دینا بھی سَو سزاؤں کی اِک سزا ہے

کتنے ایسے ہیں جو اسی دُنیا میں اپنے کرتُوت کا سخت ترین عذاب بُھگت لیتے ہیں۔ وہ خواہ افراد ہوں، یا اقوام، چشمِ عبرت کے لیئے خسرانِ مبین کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ علمِ کلام کی بحثوں میں سے ایک بحث یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰے کے وعدوں میں تو تخلف نہیں ہو سکتا کہ "اِنَّ اللہ لا یخلف المیعاد" (اللہ تعالٰے وعدہ خلافی نہیں فرماتا) مگر وعیدوں کا کیا حال ہے "کتب علٰی نفسہ الرحمۃ" (اس نے اپنے آپ پر رحمت لازم کرلی ہے) اور "اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء" (بے شک اللہ اس سے شرک کرنے والے کو نہیں بخشتا اس کے علاوہ (دوسرے گناہ) جس کے چاہے بخش دے) تو وعیدوں میں وہ پختگی نہیں جو وعدوں میں ہے۔ پھر گُناہ گار کو کیا کیا کچھ اُمیدیں نہ ہوں گی۔ کہتے ہیں۔

گناہ گار کو یہ بھی بڑا سہارا ہے
وعید وعدے کے مانند استوار کہاں

جناب کامل کا دیوان ان کے دل پذیر اندازِ بیان کا ایک مختصر سا نمونہ ہے ورنہ ان کی جودتِ طبع کے نتائج بہت کچھ ان کے شاگردوں میں بٹ چکے ہیں ۱۹۴۵ء سے جب سے کہ ان کے گھر ماہوار مشاعرہ ہونے لگا اور اس کے علاوہ بزمِ کامل کے مشاعرے ان کے شاگردوں کے اہتمام سے ہونے لگے۔ ان کے شاگردوں کی کثرت ان کے افکار کے ایک حصّے کی مالک ہونے لگی۔ اپنے شاگردوں کے کلام کی اصلاح کے وقت جو کچھ ان کا اپنا نتیجۂ فکر ہوتا، وہ بھی شاگردوں کے حصّے میں آجاتا۔ ان کا خیال ہے کہ کسی اچھے شعر کی وجہ تحریک جب کسی اور کا معمولی ہی سا خیال کیوں نہ ہو تو شعر بھی اسی کا حصّہ ہونا چاہیئے اگرچہ اس کی ترکیب و ترتیب خود ان کے ذہن نے کی ہو۔ ان کے شاگردوں کے کلام میں پہچاننے والے بآسانی پہچان لیتے ہیں کہ یہ اشعار شاگرد کی اُپج نہیں، استاد کی عطا ہے۔

کامل صاحب جب تک شعر کہنے کے لیئے کوئی خاص وجہ تحریک نہ ہو شعر نہیں کہتے۔ اکثر مشاعرہ کے دن تک بھی ان کی غزل نہیں ہو پاتی۔ مگر جب کہنے بیٹھتے ہیں تو تھوڑے سے وقفہ میں ہی غزل مکمل کر لیتے ہیں اور کبھی ایک ہی دن میں مختلف زمینوں میں دو دو غزلیں ہو جاتی ہیں۔ موزونیتِ طبع کا یہ عالم ہے کہ محفلِ احباب میں کسی سلسلے میں بات چل پڑتی ہے تو فی البدیہہ دو چار شعر کہہ دینا ان کے لیئے ایک معمولی سی بات ہے۔

اس مختصر سی تشریح کے بعد ہم اہلِ ذوق کے مذاقِ صحیح پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ ان کے رنگِ کلام

اور کیفیاتِ شعر کا اندازہ کرلیں کہ ان کے اضطرابِ شوق کا کیا عالم ہے؟ اندازِ بیان کی کیا حالت ہے اور مسائلِ تصوف کے بیان کرنے میں کتنی محتاط زبان استعمال کی گئی ہے۔ مضمون کتنا ہی بلند ہو زبان کیسی سلیس اور سادہ ہوتی ہے۔

سید محمد صدیق محمودی
یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ

— الف —

فہرستِ کلام

۱۔ ہر دل میں اِک انوکھا دیکھا مقام تیرا ـــــ ۱
۲۔ کچھ ایسی صفت کا ہے میخانہ محمدؐ کا ـــــ ۳
۳۔ سرمۂ مازاغ حصّہ تمہارے سرکارؐ کا ـــــ ۳
۴۔ حیاتِ عشق کا اِک سرمدی پیام آیا ـــــ ۴
۵۔ دِل جب سے بنا اس کا جلوہ خانہ نبیؐ کا ـــــ ۵
۶۔ جس رُوپ میں بھی آئیں جلوہ ہے آپؐ ہی کا ـــــ ۶
۷۔ بطفیلِ دامنِ مرتضیٰؓ میں بتاؤں کیا، مجھے کیا ملا؟ ـــــ ۷
۸۔ اے مُجرئی! شگفتہ تقدیر دیکھنا ـــــ ۹
۹۔ اچھا بھی ہوا، شہ کے غم میں دل کا جو مُداوا ہو نہ سکا ـــــ ۹
۱۰۔ اپنے سکونِ دل کا اب مِل گیا سہارا ـــــ ۱۱
۱۱۔ ترے دَر کی بھیک پہ ہے مرا آج تک گُذارا ـــــ ۱۲
۱۲۔ بلا ہے پیر وہ، جو پیر ہے ساری خدائی کا ـــــ ۱۳
۱۳۔ سمجھیں مقام اہلِ نظر غوثؓ پاک کا ـــــ ۱۴
۱۴۔ اللہ رے فیضِ عام دَرِ دستگیرؓ کا ـــــ ۱۴
۱۵۔ جنابِ پیرؓ سا اب کوئی آقا ہو نہیں سکتا ـــــ ۱۵
۱۶۔ مظہرِ ذاتِ نبیؐ غوث الوراؓ ـــــ ۱۶
۱۷۔ کمالِ حُسنِ مُطلق ہے سَراپا غوثِ اعظمؓ کا ـــــ ۱۶
۱۸۔ پابند ہمیشہ سے ہوں آدابِ وَفا کا ـــــ ۱۸
۱۹۔ ہر اِک بندہ بھرتا ہے دَم آپ کا ـــــ ۱۹
۲۰۔ اسی سے ہے مجھے حاصل وصال خواجہؓ کا ـــــ ۱۹
۲۱۔ غمِ عشق میں آہ و فریاد کیسی ہر اِک ناز اُن کا اُٹھانا پڑیگا ۲۱
۲۲۔ بیگانۂ عرفاں کو حقیقت کی خبر کیا؟ ـــــ ۲۲
۲۳۔ جو دِل ہو جلوہ گاہِ ناز، اُس میں غم نہیں ہوتا ـــــ ۲۲
۲۴۔ نہ کھو دیتے ترے جلوے تو یہ کس کو یقیں ہوتا ـــــ ۲۳
۲۵۔ گُلشن کے پھُول کیا ہیں؛ بیاباں کے خار کیا؟ ـــــ ۲۴
۲۶۔ میں ترکِ آرزو کے بھی قابل نہیں رہا ـــــ ۲۵
۲۷۔ دُنیا پہ بھروسہ کرتا ہے نادان! کہیں دھوکا ہوگا ـــــ ۲۶
۲۸۔ ہنگامِ نظارہ آنکھوں کی حیرت کا تقاضا کیا ہوگا؟ ـــــ ۲۷
۲۹۔ اب میری مُشکلات کو آساں بنا دیا ـــــ ۲۷
۳۰۔ جب چمن ہی لُٹ گیا، مَسکن کہاں باقی رہا ـــــ ۲۸
۳۱۔ کبھی جو بھُول کے وہ جانِ انتظار آیا ـــــ ۲۹
۳۲۔ اپنی غرض کے بندے ہیں سب، اخلاص اِک افسانا ـــــ ۲۹
۳۳۔ دلِ فسُردۂ غم بے قرار ہے، آجا! ـــــ ۳۰
۳۴۔ مِٹ کے راہِ اُلفت میں کعبۂ صَفا ہو جا ـــــ ۳۱
۳۵۔ نہاں نگاہ سے حُسن و شباب ہو نہ سکا ـــــ ۳۱
۳۶۔ تیرے جلوؤں کا اِفادہ عام اِتنا ہو گیا ـــــ ۳۲
۳۷۔ نیاز میں بھی ہوا وقت رائیگاں اپنا ـــــ ۳۳
۳۸۔ نام ہوا بدنام کسی کا ـــــ ۳۳
۳۹۔ جب سے دیکھا ہے تماشا زلف و رُوئے یار کا ـــــ ۳۴
۴۰۔ پُرسشِ حالِ عشق نے، کیا کہوں، کیا مزا دیا ـــــ ۳۵

۴۱۔ وہ دل، جو دردِ محبت میں مُبتلا نہ ہوا ـــــ ۳۶
۴۲۔ طالب ہوں میں تمھیں سے تمہاری پناہ کا ـــــ ۳۶
۴۳۔ خالقِ ردِّ عمل ہے، ہر عمل بے داد کا ـــــ ۳۸
۴۴۔ عشق اپنا بھر کے اُس نے مرا دل بنا دیا ـــــ ۳۹
۴۵۔ وہ کون ہوں گے جنھیں عُمر بھر خُدا نہ ملا؟ ـــــ ۳۹
۴۶۔ محبت نہیں تو جیا جائے نا ـــــ ۴۰
۴۷۔ عشق میں پہلا قدم سوختہ جاں ہو جانا ـــــ ۴۱
۴۸۔ جہانِ عشق میں دخلِ ہوس کیا؟ ـــــ ۴۲
۴۹۔ تڑپ جس میں نہ ہو، مانا کہ وہ دل ہو نہیں سکتا ـــــ ۴۳
۵۰۔ اُس نے غم دے کے میری قسمت کا ـــــ ۴۴
۵۱۔ کیا بتاؤں اک مرا مونس جُدا کیوں کر ہوا؟ ـــــ ۴۵
۵۲۔ اہلِ حق کو ہے لِقائے حق لِقائے بُوترابؑ ـــــ ۴۶
۵۳۔ ہمتیں ہار نہ بیٹھو کہیں منزل کے قریب ـــــ ۴۷
۵۴۔ خود نُور اور نُور کی اپنی ضیا ہیں آپ ـــــ ۴۸
۵۵۔ تم ہی تو وجہِ زندگی، تم ہی تو مقصدِ حیات ـــــ ۴۹
۵۶۔ ہے سب کے لیئے سایۂ دامانِ محمدؐ ـــــ ۵۰
۵۷۔ کلامِ خُدا ہے کلامِ محمدؐ ـــــ ۵۱
۵۸۔ ہے جُملہ جہاں پرتوِ انوارِ محمدؐ ـــــ ۵۲
۵۹۔ توصیف سے برتر، رُخِ زیبائے محمدؐ ـــــ ۵۲
۶۰۔ حاضر ہیں سبھی تیرے دَر پر یا سیّدنا سیّد احمدؒ ـــــ ۵۳
۶۱۔ ہوں سب سے بے نیاز تری اِس عطا کے بعد ـــــ ۵۴
۶۲۔ سب کا مرجع بن گیا ہے سب کو ٹھکرانے کے بعد ـــــ ۵۶
۶۳۔ تیرِ غم کام کر گئے شاید ـــــ ۵۷
۶۴۔ عشق پر ناز اور پھر فریاد؟ ـــــ ۵۷
۶۵۔ اُس دن رہے گی سب کی نظر آپ پر حضُورؐ! ـــــ ۵۸
۶۶۔ دل کو لگاؤ کس سے ہے پیدا کیئے بغیر ـــــ ۵۹
۶۷۔ سخن میں فضلِ خدا ہی سے آتی ہے تاثیر ـــــ ۶۰
۶۸۔ اگر ایماں ہے ارشادِ نبیؐ پر اور قرآں پر ـــــ ۶۲
۶۹۔ سرکار تمھیں دیکھا نہ کہاں یا سیّدنا عبدالقادرؓ ـــــ ۶۳
۷۰۔ کون بیٹھا ہے اب اندیشۂ فردا لے کر ـــــ ۶۴
۷۱۔ جان و دل سے ہو اگر کوئی غلامِ دستگیرؓ ـــــ ۶۴
۷۲۔ دل میں ہے دُنیائے غم آباد یا پیرانِ پیرؓ ـــــ ۶۵
۷۳۔ فِدا ہے تابِ نظّارہ جمالِ رُوئے انور پر ـــــ ۶۶
۷۴۔ اے غمِ یار! بے قرار نہ کر ـــــ ۶۸
۷۵۔ ہنسو نہ یُوں ہم پہ بادہ خوارو، چھلکتے ساغر دکھا دکھا کر ـــــ ۶۹
۷۶۔ مجھے دے رہے ہیں تسکیں وہ مذاقِ غم بدل کر ـــــ ۷۰
۷۷۔ رُوپ اُس کے نت نئے اور آئینہ خانے ہزار ـــــ ۷۱
۷۸۔ شیوۂ عشق کو رُسوا دلِ ناشاد نہ کر ـــــ ۷۲
۷۹۔ محبت کیجیئے ہر آرزُو سے بدگماں ہو کر ـــــ ۷۲
۸۰۔ بَن جائے سوزِ عشق میں دل پر کہ جان پر ـــــ ۷۴
۸۱۔ میں چین سے جیتا ہوں مجھے چاہیئے کیا اور ـــــ ۷۴
۸۲۔ ہُوں سب کے ساتھ پھر بھی ہوں وہم و گُماں سے دُور ـــــ ۷۵
۸۳۔ تیرے کیا کیا نہیں احسان ہم پہ ـــــ ۷۷
۸۴۔ مَرے جاتے ہیں اُن کی ہر اَدا پر ـــــ ۷۷
۸۵۔ لُٹے نہ کیوں دلِ کونین، یا غریب نوازؒ ـــــ ۷۷
۸۶۔ کمالِ عشرتِ ذوقِ نظر غریب نوازؒ ـــــ ۷۸
۸۷۔ ہر دل میں تمہارا گھر دیکھا سُلطان الہند غریب نوازؒ ـــــ ۷۹
۸۸۔ رخصتِ جلوہ یک نظر، فرصتِ عمر یک نفس ـــــ ۸۰

۸۹۔ اَزل سے ہے یہ مُسلماں کی تقدیر کا داغ ـــــ ۸۱
۹۰۔ جہاں سب کچھ ہے اِک ادنیٰ غلامِ جعفر الصّادقؓ ـــــ ۸۱
۹۱۔ دَرد اُس کی نوازش ہے دَرماں طلبی کب تک؟ ـــــ ۸۲
۹۲۔ کسی کو اپنا دیوانہ بنا جانے سے کیا حاصل ـــــ ۸۴
۹۳۔ ان کے تیور کیا کہوں؟ اللہ اکبر آج کل ـــــ ۸۵
۹۴۔ آئینۂ حق رُوئے مُنوّر صلّی اللہ علیہ وسلّم ـــــ ۸۶
۹۵۔ تصوّر میں ہے اِک نگارِ دو عالم ـــــ ۸۷
۹۶۔ یا حسینؑ ابنِ علی! اے سرورِ عالی مقام! ـــــ ۸۸
۹۷۔ خُدائی کے حاجت رَوا غوثِ اعظمؓ ـــــ ۸۸
۹۸۔ ہاتھ آگیا جو اپنے دامانِ غوثِ اعظمؓ ـــــ ۸۹
۹۹۔ اعتبارِ کُفر و دیں کا ہیں ہر اِک افسانہ ہم ـــــ ۸۹
۱۰۰۔ کیا بتائیں کسی کو؟ کیا ہیں ہم ـــــ ۹۰
۱۰۱۔ حیراں ہیں خود کو آئینہ اُن کا بنا کے ہم ـــــ ۹۱
۱۰۲۔ تم ہی مطلوب ہو آفتِ طبیعت کی قسم ـــــ ۹۲
۱۰۳۔ کیا خطا کی ہے؟ جو رُسوا سرِ بازار ہیں ہم ـــــ ۹۳
۱۰۴۔ واقف تھے دردِ دل سے نہ زخمِ جگر سے ہم ـــــ ۹۴
۱۰۵۔ کیوں ہوئے وہ پھر ہم پر مہرباں نہیں معلوم؟ ـــــ ۹۵
۱۰۶۔ بدلیں گے حُسن و عشق کی فطرت کہاں سے ہم ـــــ ۹۶
۱۰۷۔ ہم اُن کے آتے ہی کیوں کھو گئے خدا معلوم؟ ـــــ ۹۷
۱۰۸۔ یہ دل حُضورؐ پہ قرباں نہیں تو کچھ بھی نہیں ـــــ ۹۸
۱۰۹۔ کمی محسوس ہو جس وقت ایماں کی حرارت میں ـــــ ۹۸
۱۱۰۔ جیتا ہوں فقط کیفِ مئے حُبِّ نبیؐ میں ـــــ ۱۰۰
۱۱۱۔ ہیں ابنِ حیدرِ گردوں رکاب امامِ حسنؑ ـــــ ۱۰۰
۱۱۲۔ اپنی، شبیرؑ سے نسبت کہیں، دھوکا تو نہیں؟ ـــــ ۱۰۱
۱۱۳۔ جہاں بہ جادۂ تسلیم جا رہا ہوں میں ـــــ ۱۰۲
۱۱۴۔ تمہاری یاد ہے شام و سحر امام حسینؑ ـــــ ۱۰۲
۱۱۵۔ بحرئی! رَن میں حسینؑ ابنِ علیؑ آتے ہیں ـــــ ۱۰۲
۱۱۶۔ ایک نعرہ سا نکل جاتا ہے اکثر "یا حسینؑ" ـــــ ۱۰۳
۱۱۷۔ کہا یہ کس نے؟ کہ شبیرؑ کامیاب نہیں ـــــ ۱۰۴
۱۱۸۔ صبر اور تفویض کے اِک فردِ کامل ہیں حسینؑ ـــــ ۱۰۵
۱۱۹۔ دیکھیئے' دنیا کا حال' اس سے حذر فرضِ عین ـــــ ۱۰۵
۱۲۰۔ کٹ رہی ہے عمر اِک تُرکِ عجم کی یاد میں ـــــ ۱۰۶
۱۲۱۔ سائے میں تمہارے دامن کے جس دن سے گذارا کرتے ہیں ـــــ ۱۰۷
۱۲۲۔ خلاصہ پنجتنؑ کا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؓ ـــــ ۱۰۸
۱۲۳۔ جو کم نظر ہیں اُن کو کیا خاک دیکھ پائیں ـــــ ۱۰۹
۱۲۴۔ تیرے سوا کسی کو اگر دیکھتا ہوں میں ـــــ ۱۱۰
۱۲۵۔ ہم جو خود کو ہٹائے جاتے ہیں ـــــ ۱۱۰
۱۲۶۔ غمِ فراق سے دَم گھُٹ رہا ہے سینے میں ـــــ ۱۱۱
۱۲۷۔ جنسِ دل لایا ہے کوئی عشق کے بازار میں ـــــ ۱۱۱
۱۲۸۔ ہم مسلسل کرم ان کے دستم دیکھتے ہیں ـــــ ۱۱۲
۱۲۹۔ اے شعلۂ جوّالہ جب سے لو تجھ سے لگائے بیٹھے ہیں ـــــ ۱۱۳
۱۳۰۔ غمزۂ حُسن کی قسم' تیرا کرم کہاں نہیں؟ ـــــ ۱۱۴
۱۳۱۔ جُرمِ اُلفت کا حضور! آپ پہ الزام نہیں ـــــ ۱۱۴
۱۳۲۔ مری آرزُو مرا مُدعا کوئی اور اس کے سوا نہیں ـــــ ۱۱۵
۱۳۳۔ کوئی حقیقتوں میں گُم اور کوئی مجاز میں ـــــ ۱۱۶
۱۳۴۔ جو وقت بھی ملا اس دو دن کی زندگی میں ـــــ ۱۱۷
۱۳۵۔ کرتے ہو چارہ سازی دل مہرباں کہاں ـــــ ۱۱۸
۱۳۶۔ سمائی لامکاں والے کی اور دل کے مکانوں میں ـــــ ۱۱۹

۱۳۷۔ چمن کی داستاں بھی کچھ عجب ہے داستانوں میں ـــــ ۱۲۰
۱۳۸۔ آپ کو پاتا نہیں جب آپ کو پاتا ہوں میں ـــــ ۱۲۱
۱۳۹۔ آگہی شیوۂ احساسِ فسوں کار نہیں ـــــ ۱۲۲
۱۴۰۔ پابند ہم ہی قیدِ زمان و مکاں کے ہیں ـــــ ۱۲۳
۱۴۱۔ لے! اپنے دَرُدوں کی پہلے خبر، باہر تجھے کچھ کام نہیں ـــــ ۱۲۵
۱۴۲۔ اِدھر تو آؤ، ہم کب سے تمہاری راہ تکتے ہیں ـــــ ۱۲۶
۱۴۳۔ وہی کچھ حُسن کے جلوؤں کا پُورا لُطف پاتے ہیں ـــــ ۱۲۷
۱۴۴۔ اُس کے دیدار کی حسرت میں تڑپتا ہوں میں ـــــ ۱۲۹
۱۴۵۔ خزاں رسیدہ کہاں؟ مژدۂ بہار کہاں؟ ـــــ ۱۳۰
۱۴۶۔ ہر اک اعتبار سے آج تک ہوں فقط فریبِ خیال میں ـــــ ۱۳۱
۱۴۷۔ فقط اُنھیں کو وہ اپنا شمار کرتے ہیں ـــــ ۱۳۱
۱۴۸۔ ہے جنھیں دیدار کی خواہش نظر پیدا کریں ـــــ ۱۳۲
۱۴۹۔ کیا ایک نظر کی زحمت بھی اے جانِ جہاں منظور نہیں ـــــ ۱۳۳
۱۵۰۔ ایسے جینے کی خوشی ممکن نہیں ـــــ ۱۳۵
۱۵۱۔ عشق جز شیوۂ تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں ـــــ ۱۳۵
۱۵۲۔ نہ سہی کچھ بھی اگر حُسنِ مکافات نہیں ـــــ ۱۳۷
۱۵۳۔ مَر کے جینے کی کرامت کیا کہوں؟ ـــــ ۱۳۸
۱۵۴۔ کتنے تیر اُن کی نگاہوں کے اُتاروں دل میں ـــــ ۱۳۹
۱۵۵۔ اُن کا ہو کر خود اُنھیں اپنا بنا سکتا ہوں میں ـــــ ۱۴۰
۱۵۶۔ یاد آگیا، وہ بھُولنے والا، نہ جانے کیوں؟ ـــــ ۱۴۲
۱۵۷۔ ہمارے خاک کے اُڑا اُڑا کر وہ اپنا نقشہ جما رہے ہیں ـــــ ۱۴۴
۱۵۸۔ اس عشق میں سودا جان کا ہے اور جان کا سودا کھیل نہیں ـــــ ۱۴۵
۱۵۹۔ نہیں کیا کچھ نگاہِ دیدہ وَر میں ـــــ ۱۴۶
۱۶۰۔ سَر سے پا تک اِک مکمل بے تمنّا دل بنو! ـــــ ۱۴۷
۱۶۱۔ ایسے پھرتا ہوں آنکھوں میں کسی کے آستانے کو ـــــ ۱۴۷
۱۶۲۔ "ماسوا المحبوب" کوئی اس کی منزل میں نہ ہو ـــــ ۱۴۸
۱۶۳۔ کچھ تو یاروں نے رنگا عشق کے افسانے کو ـــــ ۱۴۹
۱۶۴۔ دِل کے پہلو میں کوئی جانِ تمنّا بھی تو ہو ـــــ ۱۴۹
۱۶۵۔ چمکے وہی ہر طرح سے، تم جس کو ضیا دو! ـــــ ۱۵۰
۱۶۶۔ سوزِ غم مجھ کو بہر قیمت گوارا کیوں نہ ہو ـــــ ۱۵۱
۱۶۷۔ بیمارِ محبت ہوں، ترساؤ نہ صُورت کو ـــــ ۱۵۲
۱۶۸۔ سرتاجِ رُسل، حضرتِ سُلطانِ مدینہ ـــــ ۱۵۲
۱۶۹۔ کرم ہو جائے تو کرلوں نظارا یا رسولؐ اللہ ـــــ ۱۵۳
۱۷۰۔ حق ہمیشہ سے رہا حق کے پرستار کے ساتھ ـــــ ۱۵۴
۱۷۱۔ یہ مانتا ہوں، بات خُدا کی خُدا کے ساتھ ـــــ ۱۵۵
۱۷۲۔ مری نگاہ کا حق بھی دِلا دو یا خواجہؒ ـــــ ۱۵۵
۱۷۳۔ کس مپرسی میں غریبوں کے سہارے خواجہؒ ـــــ ۱۵۵
۱۷۴۔ ترے حُسن کا کرشمہ، مری ہر بہار خواجہؒ ـــــ ۱۵۶
۱۷۵۔ یار کی مرضی کے تابع یار کا دَم بھر کے دیکھ ـــــ ۱۵۷
۱۷۶۔ محبت کی پہلی نظر اللہ اللہ! ـــــ ۱۵۸
۱۷۷۔ مری طرح تیرِ غم کا نہ بنو کہیں نشانہ ـــــ ۱۵۹
۱۷۸۔ اِک بار ہو تو جائے محبت کسی کے ساتھ ـــــ ۱۵۹
۱۷۹۔ اگر بن جائے ہر اک دیدۂ مے خوار پیمانہ ـــــ ۱۵۹
۱۸۰۔ زبانِ جلوہ سے ہے یہ گویا جہاں کا سارا نگار خانہ ـــــ ۱۶۱
۱۸۱۔ بیت الحرم کے ساتھ نہ بیت الصنم کے ساتھ ـــــ ۱۶۲
۱۸۲۔ فسانہ ہے وجودِ ماسوا اللہ ہی اللہ ہے ـــــ ۱۶۳
۱۸۳۔ ہو جاؤں دفن قُبّۂ خضرا کے سامنے ـــــ ۱۶۴
۱۸۴۔ عشقِ نبویؐ کیا ہے؟ کونین کی دولت ہے ـــــ ۱۶۴

۱۸۵۔ ہم غلاموں کو بھی ہے ناز آپ پر یا مصطفیٰ ـــــ ۱۶۵
۱۸۶۔ آپ کونین کی ہیں جان رسُولِ عربی ـــــ ۱۶۶
۱۸۷۔ ہے نظر بازوں کی نظرت میں ولائے مصطفیٰ ـــــ ۱۶۶
۱۸۸۔ سرتاجِ رُسل مکّی مدنی سرکارِ دوعالم صَلِّ علیٰ ـــــ ۱۶۸
۱۸۹۔ رسولؐ اللہ سے نسبت پہ قسمت ناز کرتی ہے ـــــ ۱۶۹
۱۹۰۔ اُسی کے حُسنِ رنگیں سے بہارِ بزمِ امکاں ہے ـــــ ۱۷۰
۱۹۱۔ ربط اُن سے ہم کو جتنا چاہیے ـــــ ۱۷۲
۱۹۲۔ ہے حاصلِ حیات محبّت رسُولؐ کی ـــــ ۱۷۳
۱۹۳۔ آگہی کیسے نخشوں ہائے! اس حقیقت کی ـــــ ۱۷۴
۱۹۴۔ خدائی جگمگا اُٹھی ہے مشکواۃ نبوّت سے ـــــ ۱۷۴
۱۹۵۔ آگہی سمجھوں کہ اِک دیوانگی یا مصطفیٰ ـــــ ۱۷۵
۱۹۶۔ نبیؐ کے عشق کا ہر داغ جنّت کا قبالا ہے ـــــ ۱۷۶
۱۹۷۔ محبت کے تقاضوں کا نتیجہ مَنْ رَاٰنِی ہے ـــــ ۱۷۷
۱۹۸۔ معتبر عشقِ نبیؐ ہے آنسوؤں کے تار سے ـــــ ۱۷۸
۱۹۹۔ مری حدِّ نظر تک تو فقط نُورِ محمّدؐ ہے ـــــ ۱۷۹
۲۰۰۔ ہر اک مشکل میں کام آئی دُہائی میرے مُولا کی ـــــ ۱۸۰
۲۰۱۔ مُبارک ہو علیؑ مرتضیٰ کی آمد آمد ہے ـــــ ۱۸۱
۲۰۲۔ سہارا بے سہاروں کا حمایت مرتضیٰؑ کی ہے ـــــ ۱۸۲
۲۰۳۔ نبیؐ کی صورت، نبیؐ کی سیرت حَسن علیہ السّلام کی ہے ـــــ ۱۸۳
۲۰۴۔ نہیں بھرتا ہے جی دیدِ رُخِ شبیرؑ و شبّرؑ سے ـــــ ۱۸۴
۲۰۵۔ دھڑکتے دل کے نذرانے کہ تحفے دیدۂ تر کے ـــــ ۱۸۴
۲۰۶۔ ڈرتے نہیں دشمن کی حریفانہ اَدا سے ـــــ ۱۸۵
۲۰۷۔ زمانے کا تماشا ہی جُدا ہے ـــــ ۱۸۶
۲۰۸۔ مجھ کو دستِ قدرت نے دَرِ پہ شہ کے ڈالا ہے ـــــ ۱۸۷
۲۰۹۔ نظر میں جلوۂ ذی شانِ غوثِ اعظمؓ ہے ـــــ ۱۸۸
۲۱۰۔ دولت ہے دل میں اُلفتِ پیرانِ پیرؓ کی ـــــ ۱۸۸
۲۱۱۔ تمہاری دید میں ہے وہ اثر یا غوثِ صمدانیؓ ـــــ ۱۸۹
۲۱۲۔ جمالِ رُوئے انور سے مرا دل شاد ہو جائے ـــــ ۱۸۹
۲۱۳۔ سرکار مرے ہو جائیں تو پھر میرے لیے گویا سب کچھ ہے ـــــ ۱۹۰
۲۱۴۔ پاس آتے ہیں مرے اور نہ بُلاتے ہیں مجھے ـــــ ۱۹۱
۲۱۵۔ اَزل سے دل ہے پابندِ وفائے شاہِ جیلانیؓ ـــــ ۱۹۲
۲۱۶۔ بہر صُورت نگاہوں میں ہے صُورت میرے خواجہؒ کی ـــــ ۱۹۴
۲۱۷۔ یہ بارگاہِ خواجہؒ بندہ نواز ہے ـــــ ۱۹۵
۲۱۸۔ کیا کہوں؟ حافظ شجاع الدّین کی کیا شان ہے ـــــ ۱۹۵
۲۱۹۔ میرا سَر اور تیرا آستاں ہے ـــــ ۱۹۷
۲۲۰۔ آنکھیں ہیں اشکبار تو دل بے قرار ہے ـــــ ۱۹۸
۲۲۱۔ کہیں سے سلام و پیام آرہا ہے ـــــ ۱۹۸
۲۲۲۔ یوں یار سے تعلق ہم اپنا جوڑ بیٹھے ـــــ ۱۹۹
۲۲۳۔ "مرتا ہے کوئی آپ پہ مرجانے دیجیے" ـــــ ۱۹۹
۲۲۴۔ تخصیصِ تجلّی میں پھنس کر دیدار کو رُسوا کون کرے؟ ـــــ ۲۰۰
۲۲۵۔ سوبار ہوئی دل کی بُری طرح تباہی ـــــ ۲۰۱
۲۲۶۔ کیا کیا نہ اُٹھائے دُکھ ہم نے اس دل کی بدولت کیا کہیے ـــــ ۲۰۱
۲۲۷۔ بیٹھے ہیں دل میں دَرد کی دُنیا لیے ہوئے ـــــ ۲۰۲
۲۲۸۔ جلوۂ یار نے کچھ ایسی اَدا پائی ہے ـــــ ۲۰۳
۲۲۹۔ وجود و عدم ہیں ایک مری ذات کے لیے ـــــ ۲۰۴
۲۳۰۔ دل میں دھڑکن ہے تو آنکھوں میں نظر باقی ہے ـــــ ۲۰۴
۲۳۱۔ کیسی پناہ اِک نگہِ بے پناہ سے ـــــ ۲۰۵
۲۳۲۔ جو یار کا منشا ہے، شایانِ اطاعت ہے ـــــ ۲۰۶

۲۲۳۔ غمِ حیات سے فرصت ہمیں کبھی نہ ہوئی ____ ۲۰۷
۲۲۴۔ رکھا نہ اب کہیں کا دلِ بیقرار نے ____ ۲۰۸
۲۲۵۔ مرضی ہے جو بھی اُن کی، مرضی وہی ہماری ____ ۲۰۸
۲۲۶۔ میری آنکھوں میں اُس کی صُورت ہے ____ ۲۰۹
۲۲۷۔ خوفِ دوزخ ہے، نہ جنّت چاہیئے ____ ۲۱۰
۲۲۸۔ بخشی ہے سوزِ عشق نے وہ زندگی مجھے ____ ۲۱۰
۲۲۹۔ وہی ایک اپنی دُھن ہے جو بس اِک جُنوں اثر ہے ____ ۲۱۱
۲۳۰۔ عشق کی بربادیوں کی پھر نئی تمہید ہے ____ ۲۱۲
۲۳۱۔ ہم دِل میں ایسے کھو سے گئے، فرقت کا زمانہ بھول گئے ____ ۲۱۳
۲۳۲۔ جل جائے جہاں ناوکِ تُر کا نہ اُٹھالے ____ ۲۱۴
۲۳۳۔ میکدے سے ربط و نسبت یہ ہمارا کام ہے ____ ۲۱۵
۲۳۴۔ وہ جب سے خرمن مسرتوں کا جلا گئے بجلیاں گرا کے ____ ۲۱۶
۲۳۵۔ غافل میں سوا تیرے سب سے، غفلت بھی مزے کی طاری ہے ____ ۲۱۷
۲۳۶۔ کیا چیز ہے نسبت؟ کوئی پوچھے مرے جی سے ____ ۲۱۸
۲۳۷۔ نہ جانے کہہ گئی چپکے سے کیا عُمرِ رواں میری ____ ۲۱۹
۲۳۸۔ تماشا بن گیا ہوں جلوہ ہائے نامکرّر سے ____ ۲۲۱
۲۳۹۔ ہر جھلک حُسن کی اِک فتنہ اثر ہوتی ہے ____ ۲۲۲
۲۴۰۔ ترکِ غم گوارا ہے اور نہ غم کا یارا ہے ____ ۲۲۲
۲۵۱۔ ہے کدھر قبلہ بتاؤ؟ کس طرف سرخم رہے؟ ____ ۲۲۳
۲۵۲۔ تمہارے جلوے چھپے ہیں کہیں چھپانے سے؟ ____ ۲۲۴
۲۵۳۔ دل سکوں ناآشنا ہے اور پھر بھی شاد ہے ____ ۲۲۵
۲۵۴۔ دل کو جو اِک لگاؤ ترے آستاں سے ہے ____ ۲۲۶
۲۵۵۔ دل کے داغوں کو فروزاں دیکھئے ____ ۲۲۷
۲۵۶۔ مُدّتوں بعد کہیں رازِ غمِ دل سمجھے ____ ۲۲۷
۲۵۷۔ بنی ہے جُرم یہ کب سے وفا کہو تو سہی ____ ۲۲۸
۲۵۸۔ مجالِ نالہ نہ رخصت ہے مُسکرانے کی ____ ۲۲۸
۲۵۹۔ جنوں میں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں مقامِ حیرت کی گفتگو ہے ____ ۲۲۹
۲۶۰۔ یاد ہے شیوۂ عشقِ ستم ایجاد مجھے ____ ۲۳۰
۲۶۱۔ آپ کا دردِ محبّت کتنا عالمگیر ہے ____ ۲۳۱
۲۶۲۔ مِٹ کر خود کو نیا شعبدہ کرنا ہے مجھے ____ ۲۳۲
۲۶۳۔ نظر بازوں سے چُھپ سکتے ہو کتنا ہم بھی دیکھیں گے ____ ۲۳۲
۲۶۴۔ تمنّا دو دلوں کی ایک ہی معلوم ہوتی ہے ____ ۲۳۳
۲۶۵۔ ہر اَدائے حُسن کہتی ہے فِدا ہو جایئے ____ ۲۳۴
۲۶۶۔ بات حُسن و عشق کی افسانہ در افسانہ ہے ____ ۲۳۵
۲۶۷۔ کس اختیار سے ہم ترکِ مُدعا کرتے؟ ____ ۲۳۶
۲۶۸۔ عطا فقط ترا عشقِ کرشمہ ساز کرے ____ ۲۳۷
۲۶۹۔ موت سے بڑھ کے نہیں زیست کا پُرساں کوئی ____ ۲۳۸
۲۷۰۔ کُشتۂ چشمِ یار ہوں مجھ کو اُسی سے کام ہے ____ ۲۳۹
۲۷۱۔ یہ ناممکن ہے، دل سے یاد اس کی دُور ہو جائے ____ ۲۴۰
۲۷۲۔ نالوں میں اثر، آہ میں تاثیر نہیں ہے ____ ۲۴۱
۲۷۳۔ اپنی ساری زندگی کا ہے یہی حاصل مجھے ____ ۲۴۱
۲۷۴۔ کسی کے دَر پہ سبھی کچھ ہمیں لُٹانا ہے ____ ۲۴۲
۲۷۵۔ سب پہ جادُو ترا اے یار! نظر آتا ہے ____ ۲۴۳
۲۷۶۔ عشق میں جان پر بن آئی ہے ____ ۲۴۴
۲۷۷۔ اِک پردہ دارِ حوصلۂ غم حجاب ہے ____ ۲۴۵
۲۷۸۔ ہم تڑپتے ہیں ترے ناوکِ مژگاں کے لیئے ____ ۲۴۶
۲۷۹۔ ٹھان لی مرنے کی، تجھ پر ترے شیدائی نے ____ ۲۴۶
۲۸۰۔ اپنی رحمت پہ نظر وقتِ مکافات رہے ____ ۲۴۷

۲۸۱۔ تقدیر میں تا عمر تڑپنا تو نہیں ہے؟ ____ ۲۴۸
۲۸۲۔ وقت پر اُن کے سوا کام نہ آیا کوئی ____ ۲۴۸
۲۸۳۔ ہاں! اعتبارِ غم: نہ غمِ اعتبار دے! ____ ۲۴۹
۲۸۴۔ کتنی حقیقتوں کا یہ آئینہ دار ہے؟ ____ ۲۵۰
۲۸۵۔ نظر بھر جس کی صورت دیکھ لینا بھی عبادت ہے ____ ۲۵۰
۲۸۶۔ وفائے دہر سراسر فریبِ وہم آب ہے ____ ۲۵۲
۲۸۷۔ پڑا ہے سابقہ اِک رہزنِ دین دشمنِ جاں سے ____ ۲۵۳
۲۸۸۔ بھڑک اُٹھی ہے جو آتشِ غم کہیں سے لائی ہوئی نہیں ہے ____ ۲۵۴
۲۸۹۔ وہی سجدہ ہے سجدہ جس سے دل میں روشنی آئے ____ ۲۵۵
۲۹۰۔ فراق میں اس اَدائے وصال کے صدقے ____ ۲۵۶
۲۹۱۔ ہم جو کسی کے ہوگئے، ہم جو کسی پہ مرگئے ____ ۲۵۷
۲۹۲۔ زمیں کی بات ہے یا آسماں کی؟ ____ ۲۵۸
۲۹۳۔ حیاتِ عشق کا عُنواں کوئی بدلتا ہے ____ ۲۵۹
۲۹۴۔ وجودِ غیر فقط وہمِ اعتبار میں ہے ____ ۲۵۹
۲۹۵۔ رازِ دل کسی عنواں لب پہ لا نہیں سکتے ____ ۲۶۰
۲۹۶۔ قدم قدم پہ نئی روشنی نظر آئی ____ ۲۶۱
۲۹۷۔ سابقہ پڑا اب تک جتنے کج کُلاہوں سے ____ ۲۶۱
۲۹۸۔ رونقِ کعبہ بنے، زینتِ بُت خانہ ہوئے ____ ۲۶۲
۲۹۹۔ انھیں جب سے ملی ہے دولتِ غلطی ترے غم کی ____ ۲۶۳
۳۰۰۔ فسانۂ زندگی میں ساری حقیقتِ مستعار تم سے ____ ۲۶۵
۳۰۱۔ تلاشِ یار میں گذرا ہوں اِک ایسی بھی منزل سے ____ ۲۶۶
۳۰۲۔ جہاں حضور کی محسوس کی کمی میں نے ____ ۲۶۷
۳۰۳۔ نظر نواز جھلک حُسن کی نظر آئی ____ ۲۶۷
۳۰۴۔ خود آگہی سے چلا، اور خود آگہی نہ رہی ____ ۲۶۸
۳۰۵۔ تم اپنے کو خود اپنے ہی جلووں میں چُھپا کے ____ ۲۶۹
۳۰۶۔ ایک ہی طرح پہ ہر شخص کی قسمت نہ ہوئی ____ ۲۶۹
۳۰۷۔ بے فکر جی رہا ہوں ہر اِک اعتبار سے ____ ۲۷۰
۳۰۸۔ نظارہ ہائے حُسنِ فراواں سے کام ہے ____ ۲۷۱
۳۰۹۔ اُنھیں کی مرضی پہ چل رہا ہوں اُنھیں کی مرضی تو چل رہی ہے ____ ۲۷۲
۳۱۰۔ رکھا ہے دل کو داغوں سے سجا کے ____ ۲۷۳
۳۱۱۔ دل کا ہر ایک زخمِ محبّت ہرا رہے ____ ۲۷۳
۳۱۲۔ نگاہِ سطح بیں اِک حد سے آگے جا نہیں سکتی ____ ۲۷۴
۳۱۳۔ تری نگاہِ کرم کے قرباں اب اور میری مُراد کیا ہے ____ ۲۷۵
۳۱۴۔ اس تناسب پہ نظر رکھتے ہیں انساں کتنے؟ ____ ۲۷۶
۳۱۵۔ جہاں تک حُسن کا پھیلاؤ ہے جولاں گہِ غم ہے ____ ۲۷۷
۳۱۶۔ مری تخلیق سے اُن کے ہُنر کی یاد آتی ہے ____ ۲۷۷
۳۱۷۔ سوچ کر آئیں مری راہ میں آنے والے ____ ۲۷۸
۳۱۸۔ کبھی اُن کو اپنی نظر ہی کے ڈر سے ____ ۲۷۹
۳۱۹۔ نگاہوں کو تنزیہہ سے ربط کیا ہے؟ ____ ۲۷۹
۳۲۰۔ سیکھ لی دل نے زباں جب سے نگاہِ ناز کی ____ ۲۸۰
۳۲۱۔ حضرتِ دل کے سوانح نظم کرنے کا خیال ____ ۲۸۱
۳۲۲۔ نظم ہفتۂ قومی درخت (اُگاؤ)
اِک روز نظر سے مری اخبار جو گذرا ____ ۲۸۳
۳۲۳۔ نظم۔ بعنوان مستقبل۔ مردِ مومن سے خطاب
آج سب کی اپنے مستقبل کی جانب ہے نگاہ ____ ۲۸۵
۳۲۴۔ قطعہ
کہا سب نے کہ نجم الدین آئے ____ ۲۸۶
۳۲۵۔ قطعاتِ تواریخ دیوان ____ ۲۸۷ تا ۲۹۰

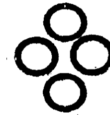
قطعۂ تاریخ

(کتابتِ دیوان)

از: جناب مولوی محمد عبدالغفار صاحب رفیق حیدرآبادی جانشین حضرت ہرمزؒ

تنویرِ علمِ یزداں' ہے وارداتِ کامل
اہلِ سخن پہ احساں' ہے وارداتِ کامل
تاریخ لکھ رفیق اب اپنے کمالِ فن سے
مافوقِ اہلِ عرفاں' ہے وارداتِ کامل

۱۳ ھ ۸۲



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



حمدِ باری تعالیٰ

ہر دل میں اک انوکھا دیکھا مقام تیرا
دنیا بدل بدل کر لیتی ہے نام تیرا

سب کی نظر ہے تجھ پر سب پہ نظر ہے تیری
سب کو محیط دیکھا احسانِ عام تیرا

تیری ربوبیت کی ہے شان ہی نرالی
ملتا ہے سب کو صدقہ بالالتزام تیرا

توحید کی نشہ میں رہتا ہے مست و بیخود
وہ خوش نصیب جس کو ملتا ہے جام تیرا

پوشیدہ ہوں کہ ظاہر ہیں جس قدر عوالم
اک اقتدار سب پر ہے لاکلام تیرا

ہر سر کو تیرے آگے جھکتا ہوا ہی دیکھا
گویا سرشت ہی میں ہے احترام تیرا

صورت گری ہو اس کی چاہے کسی بھی صورت
رکھتے تو ہیں تصور سب خاص و عام تیرا

یہ کائنات ساری ہوتی ہے رام اس کی
جو کوئی بالارادہ ہوتا ہے رام تیرا

انساں کی فکر چاہے پہلو ہزار بدلے
بدلا نہ جا سکے گا لیکن نظام تیرا

منکر بھی مشکلوں میں تجھ کو پکارتے ہیں
بے ساختہ زباں پر آتا ہے نام تیرا

میرا فریضہ تیری رحمت سے استفادہ
اور میری عیب پوشی ہر وقت کام تیرا

مجھ سے معاملہ کر شایانِ شاں تو اپنے
ہے اک مقام میرا اور اک مقام تیرا

ہم دل کی دھڑکنوں کو سمجھے تو بس یہ سمجھے
کھٹکا لگا ہوا ہے اُس کو مدام تیرا

یہ ماہ و مہر و انجم گردش میں یوں ہی کب ہیں
صدقہ اُتر رہا ہے ہر صبح و شام تیرا

یہ اُس کے فضل کی ہے ساری کرشمہ سازی
مقبول ہے جو سب میں کامل کلام تیرا

نعتِ شریف

کچھ ایسی صفت کا ہے میخانہ محمدؐ کا
لغزش میں نہیں لاتا پیمانہ محمدؐ کا

اک نقص بھرا دل ہے دیوانہ محمدؐ کا
کس منہ سے اسے کہیے نذرانہ محمدؐ کا

جنت کے کھلونوں سے جی اس کا بہل جائے
دیوانہ نہیں اتنا دیوانہ محمدؐ کا

حضرتؐ کے فدائی پر قربان خدائی ہے
ہے شمعِ صفت ہر اک پروانہ محمدؐ کا

یا طوقِ محبت ہے یا عشق کی زنجیریں
آتا ہے عجب دھج سے دیوانہ محمدؐ کا

یوں بادہ پرستی میں عمر اپنی گزر جائے
توحید کی مے ہو اور پیمانہ محمدؐ کا

دیوانہ ہے جو اس کو دیوانہ سمجھتا ہے
دیوانہ بناتا ہے دیوانہ محمدؐ کا

قربان دو عالم ہے اس شمعِ رسالتؐ پر
ہر دل ہے ازل ہی سے پروانہ محمدؐ کا

یہ دولتِ عظمیٰ بھی قسمت ہی سے ملتی ہے
اللہ کرے سب کو دیوانہ محمدؐ کا

کامل! مری وحشت ہو صحرائے مدینہ ہو
اور سب کی زباں پر ہو دیوانہ محمدؐ کا

سرمۂ "مازاغ" حصہ تھا مرے سرکارؐ کا
کس نے آنکھ سے ہٹایا جلوہ دیکھا یار کا؟

عبدہٗ "ما" کہہ رہی ہے کون کس کے ساتھ ہے
لفظ "اسریٰ" لم ہے ان کی سیر کے اسرار کا

پر جہاں جلتے تھے جبریلِ امیں کے وہ مقام
ابتدائی ایک زینہ تھا مرے سرکارؐ کا

"اُدْنُ مِنّی" کی صدائیں کہہ رہی تھیں بار بار
دیدنی ہے آج منظر اشتیاقِ یار کا

واجب و ممکن ہوئے قوسین میں جب ہم کنار
عشق کی پرکاریاں تھیں دائرہ پرکار کا

تھا تحیّہ کا شبِ معراج کیا پیارا جواب
ہم گنہ گاروں پہ ہے کیا کیا کرم سرکار کا

عبد سے رب نے شبِ اسرا کہا جو کچھ کہا
تیسرا حامل نہیں ہے کوئی ان اسرار کا

بالجسد معراج سے انکار آخر کیوں کریں
اُس کی قدرت میں کسی کو کیا محل انکار کا

اک مکمل آئینہ ہے آج اس کے سامنے
ہر ادائے جلوہ بنتی ہے مزا دیدار کا

ذرہ ذرہ طور کا اس پہ ہے شاہد آج بھی
کیا ہُوا کرتا ہے نقشہ طالبِ دیدار کا

ہوں مبارک حشر میں زاہد کو اس کی نیکیاں
ہم رہیں گے اور دامن احمدِ مختار کا

انبیاءؑ نے تک لیا ہے کام ان کے نام سے
کس کے سر احساں نہیں کامل مرے سرکار کا

حیاتِ عشق کا اک سرمدی پیام آیا
نبیؐ کے نام پہ مرنا بھی کتنا کام آیا

طریقِ عشق میں ایسا بھی اک مقام آیا
خدا کے نام سے پہلے نبیؐ کا نام آیا

یہی سمجھ کے ادھر بھی ہوا اک نگاہِ کرم
ہمارے در کے غلاموں کا اک غلام آیا

تمھیں تو آرزوئے دل تمھیں تو مقصدِ جاں
نئی حیات ملی، جب تمھارا نام آیا

ہمیشہ سستے چھوٹے، ہم تو ہر مصیبت سے
ہر آڑے وقت میں دامن تمھارا کام آیا

سگانِ در سے بھی نسبت ہے جن کو حضرت کے
زہے نصیب اگر ان میں ہمارا نام آیا

خدا دراز کرے عمرِ سوزِ عشقِ نبیؐ
سلوکِ غم کی ہر اک موڑ پر یہ کام آیا

نبیؐ کے مصحفِ رُخ پر جہاں نگاہ پڑی
ہمارے سامنے سجدے کا اک مقام آیا

خطا معاف ہو، پروردہ عنایت کی
حضور لے کے جو میں نعتِ ناتمام آیا

قدم حضورؐ کے دیکھو! تمھارا سر دیکھو!
جنوں میں کب سے یہ کامل خیالِ خام آیا

دل جب سے بنا اس کا جلوخانہ نبیؐ کا
معراجِ محبت میں ہے دیوانہ نبیؐ کا

تفریق میں پڑتا نہیں مستانہ نبیؐ کا
پیمانۂ توحید ہے پیمانہ نبیؐ کا

کہتا تھا جنوں میں کوئی دیوانہ نبیؐ کا
اللہ سے بیگانہ ہے بیگانہ نبیؐ کا

کس کو نہ ملا آپ کی رحمت کا اُتارا
ہے سب کے لیے دستِ کریمانہ نبیؐ کا

سچ پوچھو تو کونین میں ذی ہوش وہی ہے
اللہ بنا دے جسے دیوانہ نبیؐ کا

وہ مے جو حقیقت میں ہے افشردۂ توحید
پینے کو اسے چاہیے پیمانہ نبیؐ کا

چھٹتی ہے اگر ساری خدائی تو بلا سے
دامن نہ چھٹے ہمتِ مردانہ نبیؐ کا

بوجہل صفت رہتے ہیں محروم ہمیشہ
کم ظرف کو ملتا نہیں پیمانہ نبیؐ کا

یہ بات مسلّم ہے، کہ ہے عرش سے افضل
وہ حصۂ ارضی جو ہے کاشانہ نبیؐ کا

لو شمعِ نبوّت سے لگانے کی ہے برکت
خود مستقل اک شمع ہے پروانہ نبیؐ کا

ہے آلِ محمدؐ کی محبت مرا ایماں
پھر جائے جو ان سے وہ خدا کا نہ نبیؐ کا

کامل ہے اثر کس کی زباں میں، نہیں معلوم
سب مل کے پکارو مجھے دیوانہ نبیؐ کا

منقبت حضرت مولائے کائنات

جس رُوپ میں بھی آئیں، جلوہ ہے آپ ہی کا
اب اس مقام پر ہے، ذوقِ نظر کسی کا
حُبِّ علیؑ نتیجہ، ہے حسنِ آگہی کا
مولیٰؑ پہ جان دینا مقصد ہے زندگی کا
ہے زندگی ہماری سرکار ہی کے دَم سے
دل کی ہر ایک دھڑکن صدقہ ہے آپ ہی کا
مشکل میں ربط ان سے فطرت کا اقتضا ہے
ہر ایک کی زباں پر نعرہ ہے "یا علیؑ" کا
بے شک ہے ذات اس کی تسکینِ جانِ پاکاں
ہے نام جس کا حامل اک لطفِ معنوی کا
وہ "مظہر العجائبؑ" سلطانِ ملکِ دل ہیں
ہر اہلِ دِل کے دِل پر قبضہ ہے آپ ہی کا
یارب! کبھی تو مَیں بھی پہنچوں درِ نجف تک
کب تک یہ دُکھ اُٹھاؤں اللہ! نارسی کا

بے ربط زندگی اک بے رُوح زندگی ہے
وہ زندگی نہیں ہے، دھوکا ہے زندگی کا
دُنیائے عشق ساری جز واردات کیا ہے؟
کیا دخل اس جہاں میں تعلیلِ منطقی کا
قابل تو میں نہیں تھا، اس فضل اس کرم کے
شکرِ خدا! کہ مَیں بھی محسود ہوں کسی کا
قربان ان پہ جانے کتنوں کی زندگی ہے
جن کو اجل نے بخشا پروانہ زندگی کا
تکمیلِ عبدیت ہے کامل اسی میں اپنی
بندہ وہی خدا کا، بندہ ہے جو علیؑ کا
بطفیلِ دامنِ مرتضیٰؑ، میں بتاؤں کیا؟ مجھے کیا مِلا؟
کہ علیؑ ملے تو نبیؐ ملے، جو نبیؐ ملے تو خدا ملا
ترے نقشِ پا سے قدم قدم، جو مقامِ صبر و رضا ملا
کہیں خاکِ اہلِ جنوں ملی، کہیں خونِ اہلِ وفا ملا
تو کریم ابنِ کریم ہے، ترا فیض، فیضِ عظیم ہے
ترے در سے جو بھی ملا مجھے، مرے حوصلے سے سوا ملا
تو اُسی کی آنکھ کا نور ہے، تو اُسی کے دل کا سرور ہے
کہ جسے بلند نظر ملی، کہ جسے شعورِ ولا ملا

تُو رفیق دآلِ رسولؐ ہے، تُو شریکِ حالِ بتولؑ ہے
مئے معرفت کا سہ آتشہ یہ تو جام جس کو ملا ملا
بصد احتیاطِ نظر کبھی، تری بارگہ پہ نگہ جو کی
میں درِ نجف پہ وہ کھو گیا، کہ وہیں مقامِ "دنیٰ" ملا
وہی تیرا کاملِ باوفا، وہی رات دن ترا تذکرہ
تری یاد ہی میں ہے زندگی، تری یاد ہی میں مزا ملا

سلام

اے مجرئی! شگوفۂ تقدیر دیکھنا! — آتے ہیں رن میں حضرتِ شبیرؑ دیکھنا!
توصیف کیا ہو شبرؑ و شبیرؑ کی بیاں — بس ہو بہو نبیؐ کی ہیں تصویر دیکھنا!
ہے اصل میں حیاتِ شہیدانِ عشق کی — تخریب سے بھی ہوتی ہے تعمیر دیکھنا!
حر آئے کس خیال سے؟ اور کیا سے کیا ہوئے — کیسی بگڑ کے بن گئی تقدیر دیکھنا!
ہیں اک زبان کے لیے بتیس ہی تو دانت — اور کتنے دشمنوں میں ہیں شبیرؑ دیکھنا!
کشتوں کے پشتے لگ گئے، رخ جس طرف کیا — شیرِ خداؑ کے شیر کی شمشیر دیکھنا!
عابدؑ کی روتے روتے ابھی تو لگی تھی آنکھ — کس نے ہلایا حلقۂ زنجیر دیکھنا!
پانی اٹک اٹک کے اترتا ہے حلق سے — آتے ہیں یادِ اصغرِؑ بے شیر دیکھنا!
پہنچی درِ حسینؑ پہ نکلی جو تن سے روح — پائی ہے ہم نے مر کے یہ توقیر دیکھنا!

تقدیر کا بناؤ بگاڑ اپنے ہاتھ ہے
کامل رضائے یار کی تاثیر دیکھنا!

اچھا بھی ہوا، شہ کے غم میں دل کا جو مداوا ہو نہ سکا
ناسور نہ جب تک زخم بنے، ایمان بھی تازہ ہو نہ سکا
عرفانِ شہادت کھیل نہیں، جو راز ہو وہ کھلتا ہے کہیں
کتنے ہی دماغ اب تک نہ لڑے، حل یہ تو معمّا ہو نہ سکا

میدانِ وغا کے پیاسوں کی، جس وقت جہاں بھی یاد آئی
ایسے بھی ہیں جن کو پانی کا اک گھونٹ گوارا ہو نہ سکا

سو بار پیئے آنسو ہم نے، سو بار کیا ہے ضبط فغاں
باایں ہمہ کہنا پڑتا ہے، شاید کبھی ایسا ہو نہ سکا

نیزے پہ لیئے پھرنے والو! تم خود یہ شہادت دیتے ہو
سجدے میں پڑا رہنے والا سر ظلم سے نیچا ہو نہ سکا

اللہ ری! غیرت شانوں سے ہاتھ اپنے کٹا کر آئے ہیں
عباسؓ دلاور سے خالی ہاتھوں جو پلٹنا ہو نہ سکا

سو بار یہ صورت پیش آئی، آواز یکایک ڈوب گئی
ہم سے تو بیانِ کربِ وبلا، کامل کبھی پورا ہو نہ سکا

ملی جلی نعت و منقبت

اپنے سکونِ دل کا اب مل گیا سہارا
"اِمروز شاہِ شاہاں مہماں شدست مارا"

نامِ خدا محمدؐ ہے کتنا نام پیارا
دل کی مراد پائی جس نے انھیں پکارا

قرباں ہوں میں اس کی بندہ نوازیوں پہ
پردے میں عبدیت کے اک روپ جس نے دھارا

کڑوے سہی بظاہر یہ گھونٹ جبرِ غم کے
تم میرے ہو تو جاؤ، سب تلخیاں گوارا

ہم آپ ہی کے در کے ٹکڑوں پہ پل رہے ہیں
سب آپ کا تصدق، سب آپ کا اُتارا

میں کس شمار میں ہوں، میری نجات کتنی؟
بخشش کو میری بس ہے اک آپ کا اشارا

حسنِ عمل کا غرہ سب سے بڑی مصیبت
دامانِ مصطفائیؐ سب سے بڑا سہارا

بِک کر کسی کے ہاتھوں بے فکر جی رہے ہیں
ہم خود کسی کے ٹھہرے، اب کیا رہا ہمارا

سو عزتوں کی عزت، اک ان سے ربط و نسبت
سب کچھ یہی ہے ورنہ، کیا تیر ہم نے مارا

طالع اسی کے طالع، قسمت اسی کی قسمت
جس پر نظر تمھاری، جس پر کرم تمھارا

رفعت کو ناز ان پر، پاکی نثار ان پر
تطہیر کی طرف ہے اس سے مرا اشارا

فیضانِ محی دیںؓ کا پھیلاؤ پوچھنا کیا
ملتا نہیں کہیں بھی اس بحر کا کنارا

خوش بخت وہ گدا جو پیرانِ پیرؓ کا ہے
جتنا بڑا گھرانا، اتنا بڑا سہارا

ہے آپ ہی کے در کا ادنیٰ غلام کامل
اس پر بھی چشمِ رحمت یا سیدی خدارا

منقبت حضور غوث الثقلین رض

ترے در کی بھیک پر ہے مرا آج تک گزارا
کبھی کچھ ملا تصدق کبھی کچھ بلا اُتارا

ترے ہاتھ دیکھتا ہوں دو جہاں کا راج سارا
مری مغفرت کو بس ہے ترا صرف اک اشارا

مرے ناز سہنے والے مری لاج رکھنے والے
ہے فقط تری عنایت مری زیست کا سہارا

مجھے بے قرار رکھ کر مرے دل میں بسنے والے
جو یہی ہے تیری مرضی مجھے ہر تڑپ گوارا

مرے سر جنوں کا سہرا مرے ہاتھ غم کی بازی
مری جیت دو جہاں میں جو رہا کرم تمھارا

کوئی میرے دل سے پوچھے یہ ادائے دستگیری
وہیں آ گئے مدد کو انھیں جب جہاں پکارا

مرے پیر کی حمایت مرے ساتھ ہے تو بس ہے
مری ٹھوکروں میں منزل، مجھے ہر بھنور کنارا

وہ رہے سدا سلامت ہے سلامتی سے جس کی
یہ ہماری کج کلاہی یہ ہمارا ناز سارا

مری مختصر کہانی مرا مختصر تعارف
ترے حسن کا پجاری، تری ہر ادا کا مارا

زِ غمِ تو سرفرازم بہ پرستشِ تو نازم
صنما بحالِ زارم نگہِ کرم خدا را

مرے محیِ دیں نے کامل مجھے زندگی عطا کی
وہی ایک میرا آقا دل و جاں سے مجھ کو پیارا

ملا ہے پیر وہ، جو میسر ہے ساری خدائی کا
مزا لوٹو! درِ غوث الوریٰ پر جبہ سائی کا

عجب کچھ رنگ ہے اللہ! تیری کبریائی کا
کہ جس کے در پہ چاہا، سر جھکا ڈالا خدائی کا

صفت میں بھی کبھی وہ ذات کے جلوے دکھاتے ہیں
انھیں کچھ اس طرح چسکا لگا ہے خود نمائی کا

محبت کی جنوں سامانیوں سے کام لیتا ہوں
خرد کو ہو جہاں احساس اپنی نارسائی کا

شہنشاہی بھی ان کی ٹھوکروں میں روندی جاتی ہے
جنھیں تمغا ملا ہے آپ کے در کی گدائی کا

"ہُوالقادر" کہوں یا "عبدِ قادرؓ" سب برابر ہے
تصوّر ہی نہیں میرے عقیدے میں جُدائی کا

اگر نسبت سلامت ہے پہنچ ہی جائیں گے اک دن
درِ غوثُ الورا تک ہے یہ پروانہ رسائی کا

وہ میرے ساتھ ہیں کامل مگر میں پا نہیں سکتا
انھیں سے ہے گِلہ ان کی معیت میں جُدائی کا

سمجھیں مقام اہلِ نظر غوثِ پاکؓ کا
تکتے ہیں مُنہ قضا و قدر غوثِ پاکؓ کا

اللہ رے! نفوذ و اثر غوثِ پاکؓ کا
سب کچھ اُدھر ہے، رُخ ہے جدھر غوثِ پاکؓ کا

شاہوں کے سر بھی جھکتے ہیں اس کی حضور میں
جاتا ہے اک غلام جدھر غوثِ پاکؓ کا

کتنے دِلوں میں گھر وہ بناتا ہے کیا کہوں؟
وہ دل کہ جس میں ہو گیا گھر غوثِ پاکؓ کا

جو کچھ غلام کا ہے، وہ آقا کی مِلک ہے
دل غوثِ پاکؓ کا ہے، جگر غوثِ پاکؓ کا

اپنی تو ہے بس ان کی عنایت پہ زندگی
کیا کیا کرم ہے شام و سحر غوثِ پاکؓ کا

اللہ! ایک ایسی نظر چاہتا ہوں میں
آنکھیں ہوں میری، ذوقِ نظر غوثِ پاکؓ کا

ہوتی ہے جس کو ہوتی ہے نسبت حضورؓ سے
کھلتا ہے جس پہ کھلتا ہے در غوثِ پاکؓ کا

سب کچھ ہے میرے واسطے کامل! خدا گواہ
بس اک ذرا کرم ہے اگر غوثِ پاکؓ کا

اللہ رے فیضِ عام درِ دستگیرؓ کا
صدقہ ہر ایک پاتا ہے پیرانِ پیرؓ کا

ٹکڑا ہر ایک جھولی میں ان کا صدقہ ہے
سب پر کرم ہے میرے شہِؓ بے نظیر کا

بازی اُسی کے ہاتھ ہے دونوں جہان کی
دامن ہے جس کے ہاتھ میں پیرانِ پیرؓ کا

دشمن اگر قوی ہے نگہباں قوی تر است
بندہ ہوں ایک مظہرِ ربِّ قدیر کا

یہ بندہ پروری کی ادا بھی عجیب ہے
کچھ فرق ہی نہیں ہے امیر و فقیر کا

رُتبہ سمجھ میں آ نہیں سکتا خدا گواہ
اتنا بڑا مقام ہے پیرانِ پیرؓ کا

آئینہ لے کے اپنی اداؤں پہ لوٹ ہے
صیاد خود شکار ہے اپنے ہی تیر کا

ہم جی رہے ہیں صرف انھیں کی پناہ میں
سایہ بھی کیسی چیز ہے پیروں کے پیرؓ کا

کامل نبیؐ کے بعد بڑوں کو سمیٹنا
حصّہ ہے صرف حضرتِ پیرانِ پیرؓ کا

جنابِ پیرؓ سا اب کوئی آقا ہو نہیں سکتا
یہ وہ آقا ہے جس کا مثل پیدا ہو نہیں سکتا

یہ سچ ہے بندگی کا ہم سے دعویٰ ہو نہیں سکتا
مگر سرکارؓ کا بندہ کسی کا ہو نہیں سکتا

جنابِ پیرؓ نے ذمّہ لیا ہے پردہ پوشی کا
مُرید اِن کا کسی صورت سے رسوا ہو نہیں سکتا

صفت کے ذات پر تم جتنے چاہو چھوڑ لو پردے
مگر دیکھو نظر بازوں سے پردا ہو نہیں سکتا

بُرے ہیں یا بھلے جیسے بھی کچھ ہیں تیرے بندے ہیں
ہمارا اب کسی کے ہاتھ سودا ہو نہیں سکتا

قسم اللہ کی لاکھوں سہاروں کا سہارا ہے
غلامِ غوثِ اعظمؓ بے سہارا ہو نہیں سکتا
مزے کی چیز ہے کامل محبت غوثِ اعظمؓ کی
نہیں تو زندگی میں لطف پیدا ہو نہیں سکتا

مظہرِ ذاتِ نبیؐ غوث الوریٰؓ — سیدِ کل سیدی غوث الوریٰؓ!
محیِ دینِ احمدِ مرسل ہیں آپ — آپ سے ہے زندگی غوث الوریٰؓ!
ہر قدم پر آپ نے بخشی مجھے — روشنی سی روشنی غوث الوریٰؓ!
اس کی خوش بختی کا پھر کیا پوچھنا — ہو گیا جو قادری غوث الوریٰؓ!
شربتِ دیدار کا پیاسا ہوں میں — دور کیجے تشنگی غوث الوریٰؓ!
آپ کے در، آپ کے قدموں سے دور — زندگی کس کام کی غوث الوریٰؓ!
زادِ راہِ آخرت کچھ بھی نہیں — شرم رکھ لینا مری غوث الوریٰؓ!
آپ کو تکتے ہوئے دم توڑ دوں — آرزو ہے بس یہی غوث الوریٰؓ!

آپ ہی سے ربط و نسبت کے طفیل
شہرتِ کامل ہوئی غوث الوریٰؓ!

کمالِ حسنِ مطلق ہے سراپا غوثِ اعظمؓ کا
نظر بے قید کر، اور دیکھ جلوا غوثِ اعظمؓ کا
ہماری زندگی، عشق و تولّا غوثِ اعظمؓ کا
یہ دل کی دھڑکنیں صدقہ ہے کس کا غوثِ اعظمؓ کا

اسی کے نام کا سکہ، اسی کے نام کا کلمہ
نکل جائے جدھر بھی نام لیوا غوثِ اعظمؓ کا
خدائی ٹوٹی پڑتی ہے پتنگوں کی طرح اس پر
خدا نے جس کو پروانہ بنایا غوثِ اعظمؓ کا
نہ جانے کتنی لیں، میں نے بلائیں اپنی قسمت کی
مقدر سے جو دامن ہاتھ آیا غوثِ اعظمؓ کا
مری قسمت کی تبدیلی، مری دنیا کی ہر کروٹ
قسم اللہ کی! صرف اک اشارا غوثِ اعظمؓ کا
سمجھ کی بات کی ہے عمر بھر میں بس یہی اس نے
مجھے دل نے جو دیوانہ بنایا غوثِ اعظمؓ کا
رسولؐ اللہ کا نقشِ قدم ہم نے جہاں پایا
وہیں پایا گیا نقشِ کفِ پا غوثِ اعظمؓ کا
وہی بندہ نوازی کی ادائیں اور وہی سج دھج
جو صورت مصطفیٰؐ کی ہے وہ نقشا غوثِ اعظمؓ کا
مری آنکھوں سے دادِ حسن کوئی اور کیا لے گا
جب ان میں بس گیا ہے روئے زیبا غوثِ اعظمؓ کا
مرا مسکن، مرا ملجا، مری جنت، مرا ماویٰ
مرا قبلہ، مرا کعبہ ہے روضا غوثِ اعظمؓ کا

نہ دُنیا ہی کا غم رہتا، نہ عقبےٰ کا کوئی کھٹکا
ذرا بس مل ہی جاتا ہے سہارا غوثِ اعظمؓ کا

گدا ان کے، خود اپنی تنگ دامانی پہ روتے ہیں
عجب دُربار ہے دربارِ والا غوثِ اعظمؓ کا

ہر اک اونچی نظر سے آپ ہیں کچھ اور بھی اونچے
مقام ایسا کیا ہے حق نے اونچا غوثِ اعظمؓ کا

ہُنر میں سب ہیں کامل اور میں عیبوں میں کامل ہوں
غلام ایسا کہیں کوئی نہ ہوگا غوثِ اعظمؓ کا

پابند ہمیشہ سے ہوں آدابِ وفا کا
دامن تو نہ چھوٹے گا کبھی آلِ عبا کا

روضہ مری آنکھوں میں ہے محبوبِ خدا کا
ممنون ہوں میں اپنے دلِ قبلہ نما کا

وہ ظلِّ نبیؐ اور نبیؐ ظلِّ الٰہی
یوں آپ کا سایہ بھی تو سایہ ہے خدا کا

وہ چاہیں جسے اپنی عنایت سے نوازیں
چاہا جسے چاہا اسے تاکا جسے تاکا

سودا زدہ چھوٹ جائے اسی پر تو عجب کیا؟
دیوانہ ہے، دیوانہ سزا کا نہ جزا کا

اے خسروِ خوبانِ عجم! میں ترے قرباں
کشتہ ہوں ازل سے تری ہر ایک ادا کا

مستِ مئے بغداد سے آنکھیں تو ملا لے
قائل جو نہیں ہے نگہِ ہوش رُبا کا

آثارِ نبوت ہیں کہ آثارِ ولایت
نقشہ ہے عجب آپ کے نقشِ کفِ پا کا

اے مظہرِ انوارِ قدم! تجھ پہ میں عاشق ہوں
شاید مجھے حق ہے ترے دامن کی ہوا کا

قربان اُسی پر ہے مری رُوح بھی کامل
بغداد میں کعبہ ہے جو اربابِ صفا کا

منقبت حضرت خواجہ غریب نوازؒ

ہر اک بندہ بھرتا ہے دم آپ کا
نہیں کس پہ خواجہؒ! کرم آپ کا

جُھکیں کیوں نہ شیخ و برہمن یہاں
خدا آپ کا ہے، صنم آپ کا

ہزاروں نگاہیں اُدھر بچھ گئیں
اُٹھا جس طرف بھی قدم آپ کا

کیا مجھ کو ہر ایک سے بے نیاز
دو عالم کی دولت ہے غم آپ کا

ستم کے پڑیں لاکھ پردے تو کیا
کہیں چُھپ سکا ہے کرم آپ کا

خدا کی بزرگی دِلاتا ہے یاد
یہ روضہ خُدا کی قسم! آپ کا

کھلا ہم پہ عقدہ یہ اجمیر میں
خدا کا کرم ہے کرم آپ کا

اسی سے تو ہے زندگانی مری
سلامت رہے درد و غم آپ کا

خدا جانے میں کتنے سجدے کروں؟
جو مل جائے نقشِ قدم آپ کا

خبر آپ کامل کی لیں یا نہ لیں
وہ ہے بندۂ بے دِرم آپ کا

اسی سے ہے مجھے حاصل وصال خواجہؒ کا
لگا ہُوا ہے جو دل سے خیال خواجہؒ کا

رسولِ پاک کی تصویر ہیں غریب نوازؒ
مِری نظر میں ہے حُسن و جمال خواجہؒ کا
زبان و دل میں توافق کی شان تو دیکھو
جُدا کبھی نہ رہا حال و قال خواجہؒ کا
کسی کی آنکھوں کا نُور اور کسی کے دل کا سُرور
مزے کی چیز بنا پائمال خواجہؒ کا
عجب غریب نوازی کی شان ہے کامل
بتاؤں کیا کرم بے مثال خواجہؒ کا

غزل

غمِ عشق میں آہ و فریاد کیسی ہر اک ناز اُن کا اُٹھانا پڑے گا
جبیں پر شکن بھی ہے کفرِ محبت مصیبت میں بھی مُسکرانا پڑے گا
خُدا حافظ اب دل کی خودداریوں کا وہ آتے نہیں اُن کو لانا پڑے گا
محبت سے مجبور ہوں کیا بتاؤں اُنھیں کیسے کیسے منانا پڑے گا
قسم ہے تمھیں میری اُفتادگی کی قسم ہے محبت کی بیچارگی کی
کہاں دل کو ویراں بنا جا رہے ہو تمھیں کو اُسے پھر بسانا پڑے گا
اگر حُسن کا کچھ محبت پہ حق ہے محبت کا حق بھی تو کچھ حُسن پر ہے
کبھی ناز بردار کا ناز بھی تو حضور آپ کو کچھ اُٹھانا پڑے گا
ہُوا عشق سے یہ نہیں استفادہ مزے میں وہی ہے جو ہے بے ارادہ
اُنھیں کی خوشی میں مزے داریاں ہیں نہیں تو بڑا دُکھ اُٹھانا پڑے گا
کبھی ورطۂ غم میں دل کو ڈبو کر کبھی خون پی کر کبھی خون رو کر
بہت کچھ ابھی اپنی رودادِ غم کو اسی طرح رنگیں بنانا پڑے گا
نشیلی نگاہوں کے مارے ہوؤں کو بس اک بے خودی میں گزارے ہوؤں کو
تِری مست آنکھوں کے قربان ساقی اِنھیں ساغروں سے پلانا پڑے گا

عنایت سے تم دیکھ لیتے ہو لیکن کسی کی نظر لگ نہ جائے کسی دن
خدا جانے کس کس کی نظروں سے کب تک تمہاری نظر کو بچانا پڑے گا

قیامت ہے یہ عشق کی سادگی بھی مکمل ہے کامل کی دیوانگی بھی
سکونِ دل و جاں وہاں ڈھونڈتا ہے جہاں جان پر کھیل جانا پڑے گا

بیگانۂ عرفاں کو حقیقت کی خبر کیا؟ جو آپ سے واقف نہ ہو وہ اہلِ نظر کیا؟
منظورِ نظر کون ہوا؟ اس کی خبر کیا؟ وہ فضل پہ آجائے تو پھر عیب و ہنر کیا؟
کس آنکھ سے دیکھا ہے خدا جانے کسی کو؟ ناواقفِ آدابِ نظر! تیری نظر کیا؟
صورت کوئی ایسی ہو کہ یاد آئے خدا کی اللہ نہ یاد آئے تو وہ حسنِ بشر کیا؟
واعظ! مرے دشمن کو ہو اندیشۂ فردا وہ ساتھ ہیں جب میرے مجھے خوف و خطر کیا؟
اک تہمتِ ہستی سے پریشان ہوں اب تک بے پر کی اڑی، اور اسے لگ گئے پر کیا؟
حق آگہی و حق نگری اس کا نتیجہ اک شرطِ مقدم کے سوا فکر و نظر کیا؟
بے فکر بسر ہوتی ہے اقبال سلامت سرکار کا بندہ ہوں کسی بات کا ڈر کیا؟
کامل کو درِ یار کے سجدوں سے نہ روکو
قربان جہاں دل ہو وہاں قیمتِ سر کیا؟

جو دل ہو جلوہ گاہِ ناز، اس میں غم نہیں ہوتا
جہاں سرکار ہوتے ہیں، وہاں ماتم نہیں ہوتا
ہوس آخر ہوس ٹھہری، ہوس کا ذکر ہی کیا ہے؟
مگر جب عشق ہو جاتا ہے پھر وہ کم نہیں ہوتا

جگر کے زخم بھرتے ہیں نہ دل کے داغ مٹتے ہیں
محبت کی جراحت کا کہیں مرہم نہیں ہوتا
مقامِ قرب میں بھی ہیں وہی بے تابیاں باقی
کسی منزل میں ہو دل کا تڑپنا کم نہیں ہوتا
غرورِ عبدیت بھی اللہ اللہ! کچھ عجب شئے ہے
ترے در کے سوا یہ سر کہیں بھی خم نہیں ہوتا
تڑپنے سے ذرا سا مل تو جاتا ہے سکوں کامل
مگر اس طرح دردِ دل کسی کا کم نہیں ہوتا
نہ کھو دیتے ترے جلوے تو یہ کس کو یقیں ہوتا
دمِ نظارہ جلوؤں کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا
خدا جانے کہ اس حسرت میں کتنے جان کھو بیٹھے
ترا جلوہ کسی دن خاتمِ دل کا نگیں ہوتا
طلب اور جستجو شرطِ مقدم ہے، مگر پھر بھی
نہ چاہیں خود ہی وہ جب تک کسی سے کچھ نہیں ہوتا
تری یکتائی کی خاطر خیال اپنا بٹایا ہے
تصور حد سے بڑھ جاتا تو صورت آفریں ہوتا
ہزاروں غفلتوں سے سابقہ دن رات پڑتا ہے
مگر دل ہے کہ اس کی یاد سے غافل نہیں ہوتا

کبھی اُفتادگی کی قوتیں بھی دیکھئے کامل

وہیں سے کام بنتا ہے، جہاں کچھ بھی نہیں ہوتا

گلشن کے پھول کیا ہیں ؟ بیاباں کے خار کیا؟
جب دِل ہی مر چکا تو خزاں کیا ؟ بہار کیا ؟

تجھ کو چھپا سکے گا تِرا جاں نثار کیا ؟
دل پر نہیں تو غم پہ بھلا اختیار کیا ؟

پھر پائے یار پر ہو یہ سر، اعتبار کیا ؟
اے موت ! آ بھی جا کہیں، اب انتظار کیا ؟

مرنے سے باز آئے تِرا جاں نثار کیا ؟
اب سازگار کیا ؟ مجھے ناسازگار کیا ؟

مانا۔ کہ آپ کو تو کسی سے نہیں لگاؤ
سرکار! ہے یہ پھر نگہِ سوگوار کیا ؟

ہے حُسنِ معتبر سے عبارت حیاتِ عشق
ورنہ فریبِ زندگیِ مستعار کیا ؟

اللہ! کیا تواضعِ دستِ جنوں کروں
ہوں اور جیب و دامنِ صد تار تار کیا ؟

ساقی کی چشمِ مست سے کچھ دام ہی سہی
پینا کسی طرح بھی ہے، نقد اور اُدھار کیا ؟

چوری کی بات کچھ نہیں، آنکھیں ملایئے
دِل صاف ہے، تو پھر نگہِ شرمسار کیا ؟

غم بھی سدا بہار، جنوں بھی سدا بہار
پھر انتظارِ آمدِ فصلِ بہار کیا ؟

کامل ہے ساتھ شمعِ محبت تو فکر کیوں
اک داغِ دل سے بڑھ کے چراغِ مزار کیا؟

مَیں ترکِ آرزو کے بھی قابل نہیں رہا
اتنا بھی اختیار میں اب دِل نہیں رہا

سب سے بڑی خودی ہے یہ پندارِ بے خودی
ہشیار اس صنم سے بھی غافل نہیں رہا

ہر اعتبار سے ہے تِرا جلوہ مُعتبر
میں خود ہی اعتبار کے قابل نہیں رہا

میں گھومتا ہوں اپنے ہی مرکز کے اِرد گرد
صد شکر خوفِ دُوریٔ منزل نہیں رہا

حق کہہ رہا ہوں جب سے ہوئی ہے حق آگہی
دل صرفِ شکوہ سنجیِ باطل نہیں رہا

کیسا بھنور جب اُن کی معیت نصیب ہے
کب میرے ساتھ ہی مرا ساحل نہیں رہا

فرصت کی ساعتوں میں کبھی سوچتا ہُوں میں
یہ کیا ہُوا کہ دل کی جگہ دل نہیں رہا
تحت الشعور پھر بھی رہی یاد آپ کی
سویا بھی میں تو آپ سے غافل نہیں رہا
کامل اُسی کو مُژدہ دیدارِ دوست ہے
جس کی نظر میں پردہ حائل نہیں رہا

دُنیا پہ بھروسہ کرتا ہے، نادان! کہیں دھوکا ہوگا
اک چلتی پھرتی چھاؤں ہے یہ، معلوم نہیں کل کیا ہوگا؟
ہے فکرِ مآلِ عشق عبث، یہ سوچ غلط ہے کیا ہوگا؟
جب دَر پہ کسی کے بیٹھ چکے، اب جو کچھ بھی ہوگا ہوگا
خود تجھ کو جہاں جلنا ہے وہاں، دامن کو بچائے گا کب تک
یہ عشق کے شعلے ہیں ان میں، جَل جَل کے مزے لینا ہوگا
اے چارہ گرِ خوش فہم! ذرا کچھ عقل کی لے کچھ ہوش کی لے
بیمارِ محبت بھی تجھ سے، نادان! کہیں اچھا ہوگا
ہر چیز کا اک حق ہوتا ہے، کچھ حُسن کا حق کچھ عشق کا حق
دُنیائے محبت میں تجھ کو ہر ایک کا حق دینا ہوگا
میلانِ طبیعت ہی ٹھیرا، ہو جائے جدھر بھی ہو جائے
وہ خود سر و خود بیں خود آرا، یہ کس کو خبر کس کا ہوگا؟

ہے خاک بھی جس کے کوچے کی، اکسیرِ مکمل اے کامل!
اندازہ لگا لو اب اُس کا بربادِ محبت کیا ہوگا؟
ہنگامِ نظارہ آنکھوں کی حیرت کا تقاضا کیا ہوگا؟
یہ جس کے صفاتی کھیل ہیں سب، اُس ذات کا جلوا کیا ہوگا؟
میٹھا سا فقط اک درد ہے اور دیوانہ بنا رکھا ہے ابھی
جب جوشِ جنوں معراج پہ ہو، وحشت کا تماشا کیا ہوگا؟
سنجیدہ نگاہوں نے اُس کی لُوٹا ہے بھری محفل میں مجھے
یہ جس کی متانت ہو، اُس کی شوخی کا ٹھکانا کیا ہوگا؟
تم کہتے ہو میں آنسو پی لوں، بے بس کے تو بس میں کچھ بھی نہیں
سوچو تو سہی، سمجھو تو سہی، فطرت کا تقاضا کیا ہوگا؟
جس آگ نے ہم کو پھونکا ہے، کہتے ہیں لگی ہے اُن کے بھی
مختار کی جب یہ حالت ہے، مجبور کا نقشا کیا ہوگا؟
کامل کے لیئے روزِ محشر تجدیدِ محبت کا منظر
اک دعوتِ نظارہ ہوگی، ہنگامۂ فردا کیا ہوگا؟

اب میری مشکلات کو آساں بنا دیا
اے عشق! تُو نے درد کو درماں بنا دیا
سینے کو داغِ دل سے گلستاں بنا دیا
ہر ایک غم نے عید کا ساماں بنا دیا
مجھ کو خبر نہیں، تری محشر نگاہ نے
کافر بنا دیا کہ مُسلماں بنا دیا
سَو جاں سے ایسی موت کے قربان جائیے
جس موت نے حیات کا ساماں بنا دیا

معمار بن کے پھرتے ہیں آوارگانِ عشق
سر جس جگہ جھکا، درِ جاناں بنا دیا

رندوں نے جس کی پگڑی اُچھال دی
سب مل گئے تو شیخ کو شیطاں بنا دیا

تیرے شبابِ حُسن کی ہر اک بہار نے
دامن کو جیب، جیب کو داماں بنا دیا

کامل ہر ایک پردۂ حُسنِ مجاز نے
شائستۂ حقیقتِ پنہاں بنا دیا

جب چمن ہی لُٹ گیا مسکن کہاں باقی رہا
ہاں! مگر شاید فریبِ آشیاں باقی رہا

ربطِ غم سے ربطِ عمرِ جاوداں باقی رہا
اہلِ نسبت کا سدا نام و نشاں باقی رہا

دیدۂ مشتاق کے حائل رہے صد ہا حجاب
میرا تیرا فرق جب تک درمیاں باقی رہا

کچھ دبی چنگاریوں کا رکھ لیا ہے نام دل
ورنہ ہم دل کہہ سکیں جس کو، کہاں باقی رہا

ظلمِ ظالم نے ہمیں بخشی حیاتِ سرمدی
جتنا مٹایا ہم کو اتنا ہی نشاں باقی رہا

یاد تو آتے رہیں گے، چاہے ہم ہوں یا نہ ہوں
دہر میں جب تک وفا کا امتحاں باقی رہا

تم سے نسبت کے سہارے مطمئن جیتا ہوں میں
کس کو اب اندیشۂ سود و زیاں باقی رہا

آہ و نالہ کرنے والے! عمر بھر رونا ہی رہ
دولتِ غم کا تجھے اب حق کہاں باقی رہا

ہر زمانے میں رہے کامل حُسینی سر فروش
اک نہ اک ہر وقت حق کا پاسباں باقی رہا

کبھی جو بھول کے وہ جانِ انتظار آیا
نگاہِ شوق کو مشکل سے اعتبار آیا

ریاضِ دہر میں یہ کون دل فگار آیا
کہ اب کے دورِ خزاں بھی بصد بہار آیا

جُنوں نے جب سے اُٹھا دی ہر ایک قیدِ مکاں
کہاں کہاں ترا وحشی تجھے پکار آیا؟

کسی کو ہم نے کبھی چین سے نہیں دیکھا
نہ جانے کس کو ترا عشق سازگار آیا؟

اُسی کو حق ہے تبسم پہ جان دینے کا
کسی کی چینِ جبیں پر بھی جس کو پیار آیا

لگا کے جان کی بازی تری محبت میں
خدا کا شکر ہے، اک بوجھ تھا اُتار آیا

اک اعتمادِ محبت کی بات ہے کامل!
ہمیں جو وعدۂ فردا پہ اعتبار آیا

اپنی غرض کے بندے ہیں سب، اخلاص اک افسانا
جھوٹی ہے دُنیا کی محبت، دل نہ کسی سے لگانا

مے خانے میں قلتِ مے کیا، نام ہی جب مے خانا
لیکن جس کا ظرف ہے جتنا، اتنا ہی پیمانا

اپنی اپنی قسمت ہے اور اپنی اپنی نسبت
ساقی تیرا ہے تو سارا تیرا ہے مے خانا

میری نظر میں غیر نہیں ہے، مجھ کو کسی سے بیر نہیں
ہونٹ بھی اپنے، دانت بھی اپنے کس کو کہوں بیگانا

رہ رہ کر یہ ہوک سی کیا ہے، کون مسلتا ہے دل کو؟
میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، آپ ہی کچھ فرمانا!

تم کو جس نے جتنا چاہا، سدھ بدھ اتنی کھوئی
اتنا ہی فرزانہ ہے وہ، جو جتنا دیوانا

اُف! وہ کسی کی کافر نظریں، حسن کا اک چلتا جادو
ہائے! وہ اپنا لُٹ جانا، اور منہ تکتے رہ جانا

کتنے ہی جی چھوٹ گئے، کتنی ہی امیدیں ٹوٹیں
ایک سسکتی ہچکی پر جب ختم ہوا افسانا

کامل کس کو ہمدردی ہے؟ کس سے وفا کی ہے امید؟
عرضِ تمنا سے تو بہتر، گھٹ گھٹ کے مرجانا

دلِ فسردۂ غم بے قرار ہے، آجا! — بہت دنوں سے ترا انتظار ہے، آجا!
مسرتوں کا تجھی پر مدار ہے، آجا! — بغیر تیرے جہاں سوگوار ہے، آجا!
دل و جگر کے ہرے ہو رہے ہیں زخم تمام — مزے کا وقت ہے، تازہ بہار ہے، آجا!
جنوں کی بات گریباں سے دور جا نکلی — خود اب تو رختِ خودی تار تار ہے آجا!

ہر اک تڑپ ہے تری یاد کا نیا احساس — ہزار جان سے کوئی نثار ہے آجا!
مریضِ غم ترا لیتا ہے آخری سانسیں — سب آچکے ہیں، ترا انتظار ہے آجا!

ترے کرم پہ ہے کامل کی زندگی موقوف
تجھی پہ زیست کا سب انحصار ہے، آجا!

مٹ کے راہِ اُلفت میں کعبۂ صفا ہو جا!
اُن کی خاکِ پا بن جا، اُن کا نقشِ پا ہو جا!

اپنی دھن میں گم ہو کر، اس قدر فنا ہو جا!
جانِ آرزو بن جا، عینِ مدعا ہو جا!

اپنی قدر و قیمت جان! اپنے آپ کو پہچان!
اپنا آشنا بن کر اس سے آشنا ہو جا!

زندگی رہے تیری اُس کی چشمِ وا ابرو پر
ترکِ آرزو کر دے، طالبِ رضا ہو جا!

یار کی تجلی کب ہے مقید اے کامل!
حسنِ دید پیدا کر جلوہ آشنا ہو جا!

نہاں نگاہ سے حسن و شباب ہو نہ سکا
حجاب میں بھی نظر سے حجاب ہو نہ سکا

دل آگیا ہے کسی پر، تو اس کو کیا کیجے
کسی کے بس کا یہ خانہ خراب ہو نہ سکا

بتائیں کیا؟ دمِ نظارہ کس پہ کیا گزری؟
حجاب اُٹھ نہ سکا، یا حجاب ہو نہ سکا

یہاں بھی چھڑ ہی گئیں، عکس و شخص کی بحثیں
جوابِ آئینہ، اُن کا جواب ہو نہ سکا

خُدا جو دے تو ہر اک جا لگاؤں مے کی سبیل
کہ مجھ سے ایک بھی کارِ ثواب ہو نہ سکا

ہزار بار پڑے خاک ایسے سجدوں پر
تمھارے در سے جنھیں انتساب ہو نہ سکا

نیازِ عشق ہی ایسا مقام ہے کامل
غرورِ حسن جہاں کامیاب ہو نہ سکا

تیرے جلووں کا افادہ عام اتنا ہو گیا
ہر تماشائی ترا خود اک تماشا ہو گیا

کچھ تو آخر چاہیے عشق و ہوس میں امتیاز
وہ ترا بیمار ہی کب تھا، جو اچھا ہو گیا

آپ کا راندہ ہوا، راندہ گیا کونین سے
آپ کا چاہا ہوا، محبوب سب کا ہو گیا

آپ کی اک جنبشِ لب پر ہے قسمت کا مدار
آپ نے اچھا کہا جس کو وہ اچھا ہو گیا

ہائے! وہ خودداریِ چشمِ تماشائی کا خون
جب ہجومِ جلوہ اس کے حق میں پردہ ہو گیا

قیدِ آزادی سے کامل ہم بھی کیا سستے چھٹے
جب کسی کے ہاتھ اپنے دل کا سودا ہو گیا

نیاز میں بھی ہوا وقت رائگاں اپنا
مزاج بن نہ سکا تم سے مہرباں اپنا

عدو کو آپ کسی اعتماد پر نہ کسیں
خدا کرے کہ نہ لیں آپ امتحاں اپنا

ہمیں دِکھا کے نشیمن کو پھونکتا ہے کوئی
نظر کے سامنے جلتا ہے آشیاں اپنا

کبھی ہوں دل میں، کبھی ہوں نگاہ میں ان کی
بنا رہا ہوں نشیمن کہاں کہاں اپنا؟

ہلالِ ابروئے جاناں پہ جان دیتے ہیں
عروجِ ماہ میں جاتا ہے کارواں اپنا

جگہ کی قید سے آزاد ہے جبینِ نیاز
بنائیے مرے سجدوں سے آستاں اپنا

نہ پوچھ! عشق سے کیا فائدہ ہوا کامل
کہ عینِ سود ہے، عاشق کو ہر زیاں اپنا

نام ہوا بدنام کسی کا
نام کسی کا کام کسی کا

جب سے کسی پر دل آیا ہے
ختم ہوا آرام کسی کا

حسن فریبِ عشق نہ پوچھو
صید کسی کا دام کسی کا

مُنہ میں مصری گھول رہا ہوں
ہے جو زباں پر نام کسی کا

تیرے قرباں اچھے ساقی!
پھیر نہ خالی جام کسی کا

منزلِ حق میں تیری انا کیوں؟
بھول نہ جا انجام کسی کا

راہِ وفا آسان نہیں ہے
پہلے دامن تھام کسی کا

میرے ہمیشہ کام آیا ہے
ہر مشکل میں نام کسی کا

وہ بھی کوئی بندہ جو کامل!
صبح کسی کا شام کسی کا

جب سے دیکھا ہے تماشا زلف و روئے یار کا
مسئلہ آیا سمجھ میں کافر و دیں دار کا

کون گرویدہ نہیں ہے اس بتِ عیار کا
ہے کہیں تسبیح کا ڈورا، کہیں زنار کا

دل کو رو کر کیا کریں، سب کچھ لٹاتا ہے جہاں
یہ تو اک پہلا کرشمہ تھا نگاہِ یار کا

اشتیاقِ دید تھا تمہید از خود رفتگی
گم ہے جلووں میں ترے طالب ترے دیدار کا

اس کا سہرا تو ازل سے عشق ہی کے سر رہا
اور کس نے کفر توڑا ہے بتِ پندار کا

یہ اگر مل جائے تو سمجھو کہ سب کچھ مل گیا
ہاں! مگر آساں نہیں ملنا نگاہِ یار کا

آ نہیں سکتا سمجھ میں ارتباطِ حسن و عشق
جوڑ آخر کیا ہے، اک مجبور اور مختار کا

بود میری کیا، مجھے لاحق عدم، سابق عدم
حسنِ بالیدہ ہوں اس کی شوخیٔ اظہار کا

ناز برداری بہر صورت ہمارا کام ہے
رنگ جو کچھ بھی رہے کاہل مزاجِ یار کا

پرسشِ حالِ عشق نے کیا کہوں کیا مزا دیا؟
ان کو خیال کب ہوا خاک میں جب ملا دیا

دل کو حضور! آپ نے غم کا مزا چکھا دیا
ہائے! تمام عمر کا روگ یہ کیا لگا دیا؟

جتنے نہاں تھے داغِ دل، اتنے ابھر کے آگئے
تازہ کرم نے آپ کے تختۂ گل کھلا دیا

تیرے گدا پہ کھل گئی تنگیٔ دامنِ مراد
شانِ کرم نے تیری جب زورِ کرم دکھا دیا

میری نظر میں ہیں تری جلوہ گری کی شوخیاں
پردہ کہیں اٹھا دیا اور کہیں گرا دیا

فرصتِ ہوش ہی نہ دی مستیٔ چشمِ یار نے
نشہ ذرا جو کم ہوا، پھر سے مجھے پلا دیا

سمت وہیں بدل گئی، کعبہ وہیں کھنچ آگیا
سجدۂ شوق نے جدھر سر کو مرے جھکا دیا

دل کا سکوں نہ ڈھونڈیے، دل کا سکون موت ہے
یہ تو کرم ہے یار کا، درد جو لا دوا دیا

حاصلِ عمر سوزِ دل، سوز ہی نقدِ جانِ عشق
اس پہ کسی کا حق نہیں، یہ تو جسے دیا دیا

ہم کو ہے کتنا اختیار، دیکھ چکے ہزار بار
اُٹھ نہ سکے وہاں سے ہم، دل نے جہاں بٹھا دیا
وحشتِ دل کی لاج اب کاملؔ اسی کے ہاتھ ہے
جس کی نگاہِ لطف نے جوشِ جنوں بڑھا دیا

وہ دل، جو دردِ محبت میں مبتلا نہ ہوا
حیاتِ عشق کا مفہوم آشنا نہ ہوا
قفس ہے نام اک احساسِ قید و بندش کا
چمن وہی ہے، جہاں اپنا آشیانہ ہوا
نہ دے سکا یہ کبھی کھُل کے دادِ حُسنِ ملیح
"دہانِ زخم سے حقِ نمک ادا نہ ہوا"
ہمارا کام ہمیشہ نیاز مندی ہے
وہ بے نیاز ہمارا ہوا ہوا نہ ہوا
پھر اپنا ذوقِ نیاز آزما کے دیکھیں گے
کسی کے ناز اُٹھائے ہوئے زمانہ ہوا
کرم ہے، اُن کا ستم بھی مرے لیئے کاملؔ
مرا بھلا نہ ہوا بھی، تو کچھ بُرا نہ ہوا
طالب ہوں میں تمہیں سے تمہاری پناہ کا
محتاج ہوں بس ایک کرم کی نگاہ کا

الزام میرے سر ہے اگر تیری چاہ کا
میں نام بھی نہ لوں کبھی عفوِ گناہ کا
نیت بخیر ہے تو خطا بھی صواب ہے
بندہ نہیں ہے عشق میں قائل گناہ کا
تیغِ ادائے حُسن کا پہلا شہید ہوں
مارا ہوا ہوں یار کی پہلی نگاہ کا
محفوظ کون ہے اثرِ انقلاب سے
جو حال ہے گدا کا وہی بادشاہ کا
اِنسانیت کا ہائے جنازہ نکل گیا
احساس مٹ چکا ہے دلوں سے گناہ کا
وہ ہم کو اپنے فضل سے بخشے تو بخش دے
اب منہ نہیں رہا کوئی عُذرِ گناہ کا
ناوک نئے نئے ہیں نشانے نئے نئے
عالم عجیب ہے تری کافر نگاہ کا
اُن سے دعا بھی اُن کی شکایت کا نام ہے
جب اُن کو علم ہے مرے حالِ تباہ کا
بندہ ہوں میں تو کوئی خدا بھی ضرور ہے
کاملؔ گدا ہوں میں بھی کسی بادشاہ کا

خالقِ ردِّ عمل ہے، ہر عمل بے داد کا
اہلِ گلشن کو مبارک ہو! ستم صیّاد کا

غور کرنے لگ گئے ہیں میری خاموشی پہ وہ
اب مجھے شاید سلیقہ آگیا فریاد کا

اپنے بَل بوتے کھڑے ہو جاؤ ہمت باندھ کر
ڈھونڈتے کیوں ہو سہارا غیر کی امداد کا

اُس کی پامردی سے درسِ عزم و ہمت لیجیے
ہاتھ میں جس کے عمل ہے "ہر چہ بادا باد" کا

خوگرِ غم بن کے ہم نے کر لیا غم کا علاج
اب فسانہ رہ گیا باقی دلِ ناشاد کا

عشق اور پھر شکوۂ غم، کس قدر بے جوڑ بات
میرے دُشمن بھی نہ لیں احساں لبِ فریاد کا

پھر کسی کو چھیڑ کر لیجے تڑپنے کے مزے
یہ تقاضا ہے ہماری حسرتِ بے داد کا

ہر نئی اُفتاد نے نسبت قوی کی یار سے
مَیں تو ہوں مرہونِ منّت اپنی ہر اُفتاد کا

عشق نے بخشی ہے کس کس کو حیاتِ جاوداں
آج بھی تازہ ہے قصّہ قیس اور فرہاد کا

نخلِ ایمان کے لیے سب سے بڑا گھن وہمِ غیر
حق فراموشی ہے ثمرہ غیرِ حق کی یاد کا

چاہے جتنے بھی گنو، پھر ایک اپنی جائے ایک
ہے نتیجہ فرد ہی، مجموعۂ افراد کا

تم نے غنچوں کو چمن میں کیوں کیا پامالِ ناز؟
وہ نمونہ تھے کسی کی حسرتِ فریاد کا

بے خبر سا ہو چلا ہے کاملؔ اپنے آپ سے
کیا تماشا ہے تمھاری دھن، تمھاری یاد کا

عشق اپنا بھر کے اُس نے مرا دل بنا دیا
ہر اک تڑپ کو پیار کے قابل بنا دیا

کیا پوچھتے ہو فلسفۂ کائناتِ دل
ہر درد کو سمیٹ لیا دل بنا دیا

اُس سے بھی جلوے چھن ہی گئے چشمِ شوق میں
جس کو بھی تم نے پردۂ حائل بنا دیا

کشتی کا جس کسی کی دیا فضلِ رب نے ساتھ
طوفاں کے ہر تھپیڑے کو ساحل بنا دیا

کاملؔ نگاہِ یار ہی فتنے سے کم نہ تھی
کافر ادا نے اور بھی قاتل بنا دیا

وہ کون ہوں گے جنھیں عمر بھر خدا نہ مِلا؟
ہمیں تو غیرِ خدا کا کہیں پتا نہ مِلا

جبینِ شوق ملی، اُن کا آستانہ نہ مِلا
اب اور اس سے زیادہ، مِلا مِلا نہ مِلا

مذاقِ دردِ محبت کی یہ بھی خامی ہے
اگر کسی کو تڑپنے میں کچھ مزا نہ ملا

نیاز مند ترا بے نیاز ہے سب سے
وہ خوش نصیب، جسے تیرا آستانہ ملا

غلط قدم کا بھلا اب سوال ہی کیا ہے
بجز تمھارے کہیں کوئی نقشِ پا نہ ملا

مجھے دریغ نہیں عرضِ مدعا سے مگر
خدانخواستہ، یوں بھی جو مدعا نہ ملا

کمی نہیں ہے جہاں میں خدا پرستوں کی
یہ بات کیا ہے کہ اک بندۂ خدا نہ ملا

گلہ گزار! ترا دعوئ وفا ہی غلط
وہ بے وفا ہی جو ٹھیرا، ملا ملا نہ ملا

اس اعتبار سے سوچو کہ بات بن جائے
کس اعتبار کو حق کیا ملا ہے؟ کیا نہ ملا؟

جہانِ جلوۂ بے قید میں کبھی کامل
"تعینات کے اندھے" کو راستہ نہ ملا

محبت نہیں تو جیا جائے نا — یہ دکھ زندگی کا اُٹھا جائے نا
سنبھل کر زباں کھولنی چاہیے — کوئی دل کی باتوں کو پا جائے نا

بھری بزم سے اُٹھ کے جانا ترا — کہیں دل کسی کا بٹھا جائے نا
مرا ایک سجدہ تو ہو چین کا — خدا ہی جو ٹھیرا، خود آ جائے نا!
محبت کے آنسو ہیں، پی جائیے — کہیں کوئی طوفان آ جائے نا
اگر جان تک جائے، جانے بھی دو — مگر اپنے گھر سے پیا جائے نا
کروں کیا؟ مرے بس میں کچھ بھی نہیں — درِ یار سے تو اُٹھا جائے نا
میں خود دار فطرت سے مجبور ہوں — کسی کا سہارا لیا جائے نا
وفاؤں پہ اپنی جسے ناز ہے — ذرا سامنے میرے آ جائے نا!

میں حرفِ غلط ہوں تو یوں بھی سہی
بھلا کوئی کامل مٹا جائے نا!

عشق میں پہلا قدم سوختہ جاں ہو جانا
انتہا اس کی ہے بے نام و نشاں ہو جانا

بھول سکتا نہیں، آنکھوں کا زباں ہو جانا
دل کا ہر گوشہ نگاہوں سے عیاں ہو جانا

ہو مبارک تجھے غارت گرِ جاں ہو جانا
لیکن اتنا بھی محبت کا گراں ہو جانا؟

ہائے! وہ بزمِ تصور میں تری چتون سے
کچھ سمجھ کر مرا مصروفِ فغاں ہو جانا

سادہ لوحی ہے، اور اک فکر و نظر کا دھوکا
رحمتِ دوست پہ زحمت کا گماں ہو جانا

کس کے دل کی نہ کہوں؟ کس کو مخاطب نہ کروں؟
میری قسمت میں ہے کس کس کی زباں ہو جانا؟

غم نصیبوں کے لیے سب سے بڑا غم یہ ہے
آپ کے غم کا نصیبِ دگراں ہو جانا

سر درِ یار پہ رکھا تو سمجھ میں آیا
یک بیک موت کے ارماں کا جواں ہو جانا

کچھ تو تابِ نگہِ شوق کا پردہ رکھئے
کھل کے اتنا بھی نہ آنا کہ نہاں ہو جانا

آتشِ عشق کو بے دود سمجھنے والے!
تو نے دیکھا نہیں نظروں کا دھواں ہو جانا

آرزوئے دلِ کامل ہے بس اب اتنی سی
آپ کی راہ میں بے نام و نشاں ہو جانا

جہانِ عشق میں دخلِ ہوس کیا؟ — ترے غم تک ہوس کی دسترس کیا؟
محبت خود حیاتِ سرمدی ہے — غمِ آزاد کو قیدِ نفس کیا؟
ہمارے ساتھ یادِ غیر کیسی؟ — پتنگوں میں بھلا ذکرِ مگس کیا؟
لگاؤ شوق سے ناوک پہ ناوک — تردد کیا تمھیں اور پیش و پس کیا؟

یہ ساری زندگی ہے جس کے دم سے — مرا قاتل وہی عیسیٰ نفس کیا؟
فضا نغموں سے کب خالی رہی ہے؟ — حدی کیا، نالہ کیا، بانگِ جرس کیا؟

جہاں ہو صرف اک اطلاق کامل
وہاں قیدِ نشیمن کیا، قفس کیا؟

تڑپ جس میں نہ ہو، مانا کہ وہ دل ہو نہیں سکتا
مگر ہر دل تمھارے غم کے قابل ہو نہیں سکتا

کسی کی بے رخی خود اپنی بے ربطی پہ شاہد ہے
وہ اپنے چاہنے والوں سے غافل ہو نہیں سکتا

اگرچہ حاصلِ آئینۂ دل ہے جمال اُن کا
یہ آئینہ مگر مقصود و حاصل ہو نہیں سکتا

وہ بربادِ محبت کیا جو تیری راہ میں مٹ کر
کسی کے حق میں سنگِ میلِ منزل ہو نہیں سکتا

ملیں ایسی فضا میں مجھ کو اطمینان کی سانسیں
جہاں اک لمحہ کوئی اُن سے غافل ہو نہیں سکتا

شعورِ دید نے ماحول ایسا کر لیا پیدا
کہ اِس کے راستے میں کوئی حائل ہو نہیں سکتا

جہانِ رنگ و بو کی بندشوں سے کیا غرض اُس کو
ترا دیوانہ پابندِ سلاسل ہو نہیں سکتا

نہیں اندازہ دُنیا کو غلط انداز نظروں کا
مِرا قاتل زمانے بھر کا قاتل ہو نہیں سکتا
خُدا رکھے سلامت، اُن کے دامن سے تعلق کو
ہمیں پیدا غمِ دُوریِ منزل ہو نہیں سکتا
لگا رکھا ہے دل سے زخم ہر تیرِ نظر اُن کا
مِرے غم کا مُرقع ورنہ کامل ہو نہیں سکتا

اُس نے غم دے کے میری قسمت کا — حق ادا کر دیا محبت کا
درد باعث بنا ہے راحت کا — عشق عادی ہے خرقِ عادت کا
کوئی پہلو نکل ہی آتا ہے — ہر فسانے سے اک حقیقت کا
سب کی صورت ہے اُس کی صورت پر — پھر نہیں کوئی اُس کی صورت کا
قامتِ یار ہے نگاہوں میں — مجھ کو اندازہ ہے قیامت کا
کوئی کیا اُس کو چھین سکتا ہے — جتنا حصہ ہے جس کی قسمت کا
ہم تو جیتے ہیں فضل پر تیرے — دے صِلہ زاہدوں کو طاعت کا
اپنے گیسو سنوارنے والے! — سلسلہ کیا بتاؤں وحشت کا؟
بار پاتا نہیں طریقت میں — ہو جو راندہ ہوا شریعت کا
پی کے دیکھو کسی کی آنکھوں سے — ایک جرعہ مئے محبت کا
آئینہ لے کے دیکھ لو تم بھی — آمنا سامنا قیامت کا

حُسن کی ہر نگاہ میں کامل!
ایک پیغام ہے محبت کا

مُخمّس

بر غزل بہادر شاہ ظفر مرحوم

کیا بتاؤں اک مرا مونس جُدا کیوں کر ہوا؟ — یہ نیا گل کیا کھلا؟ یہ ماجرا کیوں کر ہوا؟
پوچھتے کیا ہو کہ قسمت کا لکھا کیوں کر ہوا؟ — کیا کہوں دل مائلِ زُلفِ دوتا کیوں کر ہوا؟
تھا بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیوں کر ہوا؟

طاقِ ابرو پہ نہ ہو سجدوں کا جب تک انحصار — پھر جبینِ شوق کا باقی رہا کیا اعتبار؟
ہے بجا اس پہ تو استغفارِ دل کا بار بار — جن کو محرابِ عبادت ہو خمِ ابروئے یار
اُن کا کعبے میں کہو سجدہ ادا کیوں کر ہوا؟

اک تحیر کا نمونہ تھا تمھارے زیرِ پا — اک سبق آموز نقشہ تھا تمھارے زیرِ پا
تم نے کیا دیکھا نہیں؟ کیا تھا تمھارے زیرِ پا؟ — دیدۂ حیراں ہمارا تھا تمھارے زیرِ پا
ہم کو حیرت ہے کہ پیدا نقشِ پا کیوں کر ہوا

چال دھیمی، آنکھ نیچی، رنگ فق، چہرہ کھنچا — خیر بھی ہے خیر؟ یوں نقشہ ہے کیوں بگڑا ہوا
ہائے! تیرے ہاتھ میں ہیں میرے پُرزے سے یہ کیا؟ — نامہ بر! خط دے کے اُس نوخط کو تُو نے کیا کہا؟
کیا خطا تجھ سے ہوئی؟ اور وہ خفا کیوں کر ہوا؟

وہ کہ جن کو خود پہ غرّا تھا، وہ مثلِ آئینہ — کھل گیا آخر کہ دھوکا تھا وہ مثلِ آئینہ
لو سنو! اب مختصر کیا تھا وہ مثلِ آئینہ — جن کو یکتائی کا دعوا تھا وہ مثلِ آئینہ
اُن کو حیرت ہے کہ پیدا دوسرا کیوں کر ہوا؟

ہاں ابھی جا تو! کہ تھیں بے وجہ آنکھیں اشکبار
طعنے دینا تو ہمیشہ سے رہا تیرا شعار
لیکن اتنا ہم کہے دیتے ہیں، آگے اختیار
تیرے دانتوں کے تصوّر سے نہ تھا گر آبدار
جو بہا آنسو تو دُرِّ بے بہا کیوں کر ہوا؟

اک فقط امیدِ پُرسش کے سہارے عشق میں
بار ہا مر کر جیے قسمت کے مارے عشق میں
جان پہ چلتے رہے ہر وقت آرے عشق میں
جو نہ ہونا تھا، ہوا ہم پہ تمہارے عشق میں
تم نے اتنا بھی نہ پوچھا، کیا ہوا؟ کیوں کر ہوا؟

انقلاب اس طرح کیسے ہو گیا؟ کس کو خبر؟
کیا حقیقت میں محبت نے کیا اپنا اثر؟
اس کو شاید حل کرے، کامل کوئی اہلِ نظر
وہ تو ہے نا آشنا مشہورِ عالم میں ظفر
پر خدا جانے، وہ مجھ سے آشنا کیوں کر ہوا؟

مَنقبَتِ حضرت امامُ المشَارِق وَالمغارِبؑ

اہلِ حق کو ہے لقائے حق لقائے بُوترابؑ
سجدہ گاہِ حق پرستاں نقشِ پائے بُوترابؑ
آپ ہیں کچھ اس قدر ذاتِ رسالتؐ میں فنا
جو ضیائے مصطفیٰؐ ہے وہ ضیائے بُوترابؑ
بسترِ ختمِ رسُلؐ پر سوئے کچھ اِس آن سے
مصطفیٰؐ آئے نظر سب کو بجائے بُوترابؑ

ربط و نسبت کا ہے اک چشمہ جو آنکھوں پر لگا
کچھ نظر آتا نہیں اُس سے سوائے بُوترابؑ
یہ تو قدرت کا عطیّہ ہے، مِلا جس کو مِلا
سب کی قسمت میں کہاں داغِ ولائے بُوترابؑ
دیدنی ہے آپ کے دَر کے فقیروں کا گھمنڈ
تان کر چلتا ہے سینہ ہر گدائے بُوترابؑ
کیا ملے گا اک علی الاطلاق جلوے کے سوا
دیکھنا کیا چاہتے ہو ماورائے بُوترابؑ
قبر کی تاریکیوں کا پھر اُسے کیا دغدغہ
دل میں روشن جس کے ہو شمعِ ولائے بُوترابؑ
رُوح اور پھر رُوح بھی کس کی؟ ابوالارواحؑ کی
کیوں نہ ہو سو جان سے کامل فدائے بُوترابؑ

غزل

ہمتیں ہار نہ بیٹھو کہیں منزل کے قریب
ڈوب جاتا ہے سفینہ کبھی ساحل کے قریب
ہم ڈرے ہیں نہ ڈریں گے کبھی طوفانوں سے
ہر تموّج ہمیں لے جائے گا ساحل کے قریب

کیا خبر؟ وہ ہیں کہ صرف اُن کی محبت کا فریب
کوئی محسوس تو ہوتا ہے مرے دل کے قریب

شکوۂ ہجر فقط ایک جنوں ہے ورنہ
وہ تو رہتے ہیں بہرحال ہر اک دل کے قریب

اُڑ گئے ہوش و حواس اُن کی گلی میں آکر
کارواں آکے لٹا ہے مرا منزل کے قریب

سرفروشوں کا یہاں کام ہے، کہہ دو کاملؔ!
حوصلہ مند ہی آئے مرے قاتل کے قریب

منقبت سرکارِ بغدادؓ

خود نور اور نور کی اپنے ضیا ہیں آپ
ہر اک صفت میں ذات سے جلوہ نما ہیں آپ

محبوبِ رب ہیں قبلۂ اہلِ صفا ہیں آپ
ہر ایک اہلِ دل کا دِلی مدعا ہیں آپ

گردن کشانِ حسن بھی ہیں سرنگوں جہاں
ایسے بڑے مقام پہ غوثُ الوریٰ ہیں آپ

تشبیہ کا یہ رنگ ہے، تنزیہہ کا یہ حال
ذاتِ نبیؐ میں ذاتِ خدا میں فنا ہیں آپ

پروانہ جس کا حسن ہے، وہ شمع ہیں حضور
ادراک و فہم سب سے وراء الوریٰ ہیں آپ

رُوحِ روانِ عشق و حیاتِ نگاہِ شوق
کتنی حسین تجلیِٔ نُورِ خدا ہیں آپ

کشتی شکستہ لاکھ ہو، طوفاں ہزار ہو
ساحل ہمارے ساتھ ہے جب ناخدا ہیں آپ

بگڑے ہوئے غلام کی بگڑی بنائیے
شیرِ خدا کے شیر ہیں مشکل کشا ہیں آپ

یہ حُسنِ اتفاق بھی قسمت کی بات ہے
جو میرے دل میں درد ہے اُس کی دوا ہیں آپ

پروانۂ حدوث ہے شمعِ قدم کے ساتھ
کاملؔ نے یہ نصیب کہاں اور کیا ہیں آپ؟

تم ہی تو وجہ زندگی، تم ہی تو مقصدِ حیات
جانِ جہانِ آرزو، رُوحِ روانِ کائنات

بھول بھی جائیے کہیں، ساری اضافتوں کی بات
وہمِ دوئی کفر ہے، ایک وجود، ایک ذات

پرتوِ حُسنِ یار ہوں، ذات جہاں صفت وہاں
جانے کہاں کہاں مجھے ڈھونڈھ رہی ہے کائنات

کیا کہوں کتنی شوخ تھی؟ ان کی ادائے جلوہ بھی
ایک جھلک میں اُڑ گیا رنگِ رُخِ تعینات

ہائے! وہ زُلفِ عنبریں، اور وہ چشمِ سُرمگیں
آج تک اس کی یاد میں جھوم رہی ہے کائنات

نازِ غرورِ حُسن اُدھر، اور سرِ نیاز اِدھر
کاش ملے نصیب سے پھر کوئی ایسی ایک رات

عشق میں جان و دل ہی کیا، دین گیا دھرم گیا
ایک نگاہِ ناز میں، لُٹ گئی ساری کائنات

کس کے لیے جہان میں، اتنا سب اہتمام ہے
کس کی طرف مُشیر ہیں، سارے مظاہرِ صفات

کامل خستہ حال پر، تم نے جو مسکرا دیا
اک دلِ مستمند کو، بندھ گئیں کچھ توقعات

نعت شریف

ہے سب کے لیے سایۂ دامانِ محمدؐ
کونین ہیں پروردۂ احسانِ محمدؐ

آئینۂ حق ہے رُخِ تابانِ محمدؐ
کھو دے نہ کہیں منزلِ عرفانِ محمدؐ

مے خانۂ توحید ہیں "مازاغ" کی آنکھیں
رحمت کی گھٹا زُلفِ پریشانِ محمدؐ

سب لعل و گہر گر گئے نظروں سے ہماری
آنکھوں میں ہیں جب سے لب و دندانِ محمدؐ

منصوص ہے جب نطقِ نبیؐ وحی کے تابع
قربانِ خدا کیوں نہ ہو فرمانِ محمدؐ

بے خار کہیں بھی کوئی گلزار نہ دیکھا
اس وصف کا ہے صرف گلستانِ محمدؐ

اللہ! پہنچ جاؤں جو قسمت سے مدینے
سو جان سے ہو جاؤں میں قربانِ محمدؐ

بے فکر ہیں ہر دغدغۂ روزِ جزا سے
خوش بخت ہیں وابستۂ دامانِ محمدؐ

مرکز کی طرف کھنچتی ہے ہر چیز جہاں کی
فطرت میں نہ کیوں دل کی ہو ارمانِ محمدؐ

مایوس نہ ہو جائیے دھوکوں سے خزاں کے
اس سے تو ہے بیگانہ گلستانِ محمدؐ

کامل ہے وہ خود پرتوِ مشکوٰۃِ نبوت
دل جس کا ہے آئینۂ فیضانِ محمدؐ

کلامِ خدا ہے کلامِ محمدؐ — خدا خود ہے گویا بنامِ محمدؐ
ہر اک شے کی تشکیل نورِ نبی سے — نظامِ جہاں ہے نظامِ محمدؐ
کہی چار حرفوں میں نعتِ مکمل — خدائے جہاں نے بنامِ محمدؐ
خدا کی قسم ہے، خدا جانتا ہے — خدا ہی سے پوچھو مقامِ محمدؐ
ذرا اُن کی نسبت سے رب کو پکارو — سبھی کچھ ملے گا بنامِ محمدؐ
وہی اصلِ توحید کا بادہ کش ہے — پیے مے جس نے پائی بجامِ محمدؐ
نہ دنیا کا غم ہے نہ عقبیٰ کا دھڑکا — بڑا مطمئن ہے غلامِ محمدؐ
بناتا ہوں ہر ایک بگڑی اسی سے — عجب اسمِ اعظم ہے نامِ محمدؐ
خدا کا بھی عرفان آساں ہے لیکن — سمجھنا ہے مشکل مقامِ محمدؐ
غلامِ محمدؐ ہوں کہنا تو آساں — مگر بن تو جاؤ غلامِ محمدؐ

نبوّت تعیّن، رسالت تعیّن
تعیّن سے آگے مقامِ محمدؐ
اسی سے ہے کامل مری کج کلاہی
منم از سگانِ غلامِ محمدؐ

ہے جملہ جہاں پرتوِ انوارِ محمدؐ — ہر سمت سے ہے دعوتِ دیدارِ محمدؐ
کتنوں ہی نے پایا انھیں اور پھر بھی نہ پایا — اسرار ہی اسرار ہیں اسرارِ محمدؐ
کھوئی ہوئی دنیائے محبت ہی سے پوچھو — کیا تھا اثرِ لذّتِ گفتارِ محمدؐ
سرشارِ مے عشق ہوں، سرشارِ مے عشق — میخوارِ محمد ہوں میں میخوارِ محمدؐ
صدیقؓ و عمرؓ ہوں کہ وہ عثمانؓ و علیؓ ہوں — چھنتے ہیں ہر اک پردے سے انوارِ محمدؐ
تشبیہ کا آئینہ ہے، تنزیہ کا جلوہ — اللہ کا دیدار ہے دیدارِ محمدؐ
ہوتا ہے زباں پر مری، جو کچھ بھی عطا ہو — افکارِ سخن ہیں مرے افکارِ محمدؐ
قرباں ترے فضل، تری شانِ کرم کے — اللہ دکھا دے مجھے دربارِ محمدؐ
نسبت بھی عجب چیز ہے محبوبِ خدا سے — مطلوبِ دو عالم ہے طلبگارِ محمدؐ
مرنا ہی محبت میں حیاتِ ابدی ہے — اچھا ہے کہ اچھا نہ ہو بیمارِ محمدؐ

ہوتے ہیں ادا عشق کے سجدے یہیں کامل
ہیں طاقِ حرم ابروئے خم دارِ محمدؐ

توصیف سے برتر، رخِ زیبائے محمدؐ — تعریف سے بالا قدِ رعنائے محمدؐ
آنکھوں میں ہے روئے متجلائے محمدؐ — اللہ کو دیکھا تو نظر آئے محمدؐ
اللہ کو دیکھا ہے کسی نے تو بتا دے — جس کو بھی نظر آئے نظر آئے محمدؐ

عشقِ نبوی کیوں نہ ہو ایمان میں داخل — اللہ تعالیٰ بھی ہے شیدائے محمدؐ
اب اور کوئی دل میں تمنا نہیں باقی — یہ سر ہو الٰہی! مرا اور پائے محمدؐ
تکمیلِ جنوں کے لیے صحرائے مدینہ — اُس سر کی قسم! جس میں ہے سودائے محمدؐ
اُترا ہے نہ اُترے گا نشہ حبِّ نبیؐ کا — صہبائے محمدؐ ہے، یہ صہبائے محمدؐ
جس دل میں یہ دولت ہے اسی دل سے یہ پوچھو — کیا جانے کوئی لطفِ تولائے محمدؐ
کہتا ہے ادب، سر سے چلو سوئے مدینہ — آتے ہیں نظر نقشِ کفِ پائے محمدؐ

کامل سے کوئی کاش دمِ نزع یہ کہہ دے
بالیں پہ تری، تیرے لیے آئے محمدؐ

عرضِ حال

بہ بارگاہِ مرجعِ عالم و عالمیان قطبِ زمان محبوبِ یزداں مرشدی و مولائی حضرت سید احمد گجراتی حسینی القادری الشطاری قدس سرہٗ

حاضر ہیں سبھی تیرے در پر یا سیدنا سید احمدؒ
ہو جائے کرم کی ایک نظر یا سیدنا سید احمدؒ
کچھ حسن کا صدقہ مل جائے خالی نہ کوئی سائل جائے
سب جائیں مرادِ دل لے کر یا سیدنا سید احمدؒ
تم آلِ نبیؐ اولادِ علیؓ، لاریب کہ ہو تم حق کے ولی
دل کیوں نہ ہو پھر قرباں تم پر یا سیدنا سید احمدؒ

دیدار کی خاطر آیا ہوں ارمان بھرا دل لایا ہوں
میں تم پہ فدا دیکھو تو اِدھر یا سیّدنا سیّد احمدؒ
عصیاں کی ہے بیڑی مجھ کو پڑی اور راہ کٹھن منزل ہے کڑی
للہ مری لو جلد خبر یا سیّدنا سیّد احمدؒ
سائل کو یہاں کیا کچھ نہ ملا سرکار نے کس کو کیا نہ دیا
لاکھوں کا سہارا آپ کا در یا سیّدنا سیّد احمدؒ
پھر مستِ نگاہِ لطف بنا پھر جامِ مئے بے رنگ پلا
پیمانہ چلے پیمانے پر یا سیّدنا سیّد احمدؒ
ہو مجھ کو عطا چشمِ گریاں، چشمِ گریاں قلبِ بریاں
ہو جائے اسی میں عمر بسر یا سیّدنا سیّد احمدؒ
کہتی ہے جسے دُنیا کامل ہے تیرے غلاموں میں شامل
اُس پر بھی کرم کی ایک نظر یا سیّدنا سیّد احمدؒ

غزل

ہُوں سب سے بے نیاز تری اِس عطا کے بعد
کیا چاہیئے پھر اک دلِ بے مدّعا کے بعد
کیا ہو گیا تجھے، مِرے ذوقِ جفا طلب
دَم لے سکوں کبھی تو کسی انتہا کے بعد

خالی ہے ناوکوں سے یہ کیوں چشمِ دل نواز
کیا حال ہو گیا ترا اہلِ وفا کے بعد
میرا معاملہ مِرے قاتل پہ چھوڑ دو!
ورنہ وفا کی بات ہی کیا؟ خوں بہا کے بعد
مَیں انتہا پسند ہُوں آغازِ عشق سے
اور ابتدائے عشق ہے ہر انتہا کے بعد
کچھ بھی ہو مقتضا تری نیچی نگاہ کا
کیا جی سکوں گا اِس ستمِ ناروا کے بعد؟
کیا یہ کرامتِ نگہِ ملتجی نہیں؟
اُن سے "نہیں" کہی نہ گئی التجا کے بعد
میرا کہ تیری شانِ کرم کا؟ خبر نہیں
کس کا بھرم کھلا؟ مِرے دستِ دُعا کے بعد
کس مُنہ سے ان کے سامنے عذرِ گنہ کروں
آواز ڈوب جاتی ہے جُرم و خطا کے بعد
پوچھیں گے مجھ سے قبر میں کیا مُنکر و نکیر
رکھّے کوئی قدم تو ترے نقشِ پا کے بعد
ہر کام بن گیا مِرا ربطِ نیاز سے
کامل ہوں مطمئن غمِ حاجت روا کے بعد

سب کا مرجع بن گیا ہے سب کو ٹھکرانے کے بعد
زندگی پائی کسی نے تم پہ مر جانے کے بعد

کھل گئیں آنکھیں مگر ہاتھوں سے دل جانے کے بعد
انقلاب آیا سمجھ ہیں، انقلاب آنے کے بعد

کیا سنبھالا؟ گر سنبھالا ٹھوکریں کھانے کے بعد
لاج رکھو، اپنا دیوانہ بنا جانے کے بعد

پی رہا ہوں آپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر
جامِ مے کی کیا ضرورت ایسے پیمانے کے بعد؟

کس طرح باور کرائیں اپنے دل کا اضطراب
کاش ان کو اعتبار آتا! قسم کھانے کے بعد

جتنے مُنہ، اتنی زبانیں، عشق سب میں مُشترک
اک حقیقت سامنے آئی ہر افسانے کے بعد

عقل کی حد سے پرے منزل ہے حُسن و عشق کی
ہوش کب رہتے ہیں باقی، یہ مقام آنے کے بعد

ملنے لگتے ہیں گدائی میں بھی شاہی کے مزے
ہاں! اگر نسبت کسی سے ٹھیک ہو جانے کے بعد

بندگی کی ہائے! وہ کافر جواں انگڑائیاں
زندگی در سے کسی کے روشنی پانے کے بعد

اپنے مجبورِ محبت کا تماشا دیکھئے
سانس تک لیتا ہے نشا آپ کا پانے کے بعد

ہم ترے اقبال سے چلتے ہیں سینہ تان کر
ناز ہو جاتا ہے پیدا، تیرے کہلانے کے بعد

دفعتہً ہی پاؤں رُک جاتے ہیں کامل خود بخود
بڑھ نہیں سکتے ہم آگے، کوئے یار آنے کے بعد

تیرِ غم کام کر گئے شاید
جیتے جی ہم بھی مر گئے شاید

شبِ امید پر اُداسی ہے
کچھ وہ کہہ کر مُکر گئے شاید

مرضِ عشق کی بن آئی ہے
چارہ گر سارے مر گئے شاید

خوں ٹپکتا ہے تیرِ مژگاں سے
یہ کہیں کام کر گئے شاید

اُن کو مجھ سے جھجک، معاذ اللہ
اپنے سایے سے ڈر گئے شاید

پھر نکل آئے ناخنِ وحشت
زخم پھر دل کے بھر گئے شاید

سر سے چلنے کو چاہتا ہے جی
وہ اِدھر سے گزر گئے شاید

آپ، اور دادِ حسن غیروں سے
چاہنے والے مر گئے شاید

اب وہ دھڑکن نہیں رہی کامل
حضرتِ دل گزر گئے شاید

عشق پر ناز اور پھر فریاد؟
کھو کھلا دعویٰ کھوکھلی بُنیاد

وہ ستم گر ہو یا ستم ایجاد
اے غمِ یار! ہر چہ بادا باد

کوئی برباد ہے کوئی آباد — آپ کو بھی ہیں کھیل کیا کیا یاد
جلوہ گر خود ہیں سارے عالم میں — اور پھر قید و بند سے آزاد
خود ہی طالب ہیں اور خود مطلوب — آپ ہی صید آپ ہی صیاد
مرنے والے تو مرتے رہتے ہیں — تم سلامت تمھارا گھر آباد
آتشِ غم بھی دیدۂ نم بھی — عشق نے جمع کر دیئے اضداد
داغِ دل ہو رہے ہیں روز افزوں — بار ور ہو رہا ہے نخلِ مراد
کوئی بڑھتا ہے دستگیری کو — کام کی ہے ہماری ہر افتاد
موت کو ہم نے زندگی بخشی — ہم سے ہے خانۂ عدم آباد

دُھن میں دُھن ہے تو اپنی دُھن کامل
یاد میں یاد صرف اُن کی یاد

نعتِ پاک

اُس دن رہے گی سب کی نظر آپ پر حضورؐ!
جس دن نہ لے گا کوئی کسی کی خبر حضورؐ!
آتے نہ گر پہن کے لباسِ بشر حضورؐ!
ہوتے نہ کوئی دعوتِ فکر و نظر حضورؐ!
فوق البشر جو ہوتے تو کچھ بات ہی نہ تھی
ہاں یہ کمال ہے کہ ہیں خیر البشر حضورؐ!

محروم ہے وہ چشمِ بصیرت نواز سے
جس بد نصیب کی نہیں تم پر نظر حضورؐ!
کچھ دل کی دھڑکنوں کے سوا اور کچھ نہیں
حاضر انھیں کو لے کے ہوں با چشمِ تر حضورؐ!
چھٹتی ہیں نورِ حق ہی سے باطل کی ظلمتیں
کام آتے کیوں نہ آپ کے نورِ نظر حضورؐ!
حاجب رہے نہ قیدِ زمان و مکاں کوئی
میں چاہتا ہوں ایسی اویسی نظر حضورؐ!
جب دیکھتا ہوں لا کے مقابل میں آپ کے
ہوتے ہیں پھیکے انجم و شمس و قمر حضورؐ!
کی نقشِ پا نے آپ کے ہر وقت رہبری
کام آئے زندگی کی ہر اک موڑ پر حضورؐ!
ٹکتا نہیں نگاہ کے معیار پر کوئی
اونچی بنا گئے ہیں کچھ ایسی نظر حضورؐ!
جو بندۂ کمینہ ہے اور کامل العیوب
اُس بے ہنر کا ناز بھی ہے آپ پر حضورؐ!

دل کو لگاؤ کس سے ہے پیدا کیے بغیر — سب جانتے ہیں اُس کو اشارا کیے بغیر
کب خالقِ ازل نے بنائی ہے کائنات — ہر شے کا رابطہ آپ سے پیدا کیے بغیر

سجدے ہزار کیجیے بے لطفِ بندگی — اک رابطہ حضورؐ سے پیدا کیے بغیر
جیتا ہوں زیرِ سایۂ دامانِ مصطفیٰؐ — اندیشۂ تصورِ فردا کیے بغیر
جو ہو گیا تمھارا، خدا اس کا ہو گیا — فیصل ہوا مقدمہ دعوا کیے بغیر
خود مستقل صلہ ہے، محبت نبیؐ کے ساتھ — دل نذر کیجیے کوئی سودا کیے بغیر
غم جس حبیبؐ کا ہے، وہی ہے مرا طبیب — چھوڑا اُسی پہ مجھ کو، مداوا کیے بغیر
ہر آرزو کی رُوح، وہی رُوحِ کائنات — جینا پڑا ہے ترکِ تمنا کیے بغیر

کاملؔ ہے سوزِ عشقِ نبیؐ سے مری حیات
دولت یہ میں نے پائی ہے پیدا کیے بغیر

قصیدہ در منقبت حضرت سیدنا امامِ حسن علیہ السلام

سخن میں فضلِ خدا ہی سے آتی ہے تاثیر — لگائے کوئی نشانے پہ لاکھ فکر کے تیر
ملاؤ لاکھ کڑی سے کڑی قافیے کی — بناؤ لاکھ خیالات کی کڑی زنجیر
نہ ہو جو طالعِ فرخندہ فالِ عقدہ کشا — گرہ نہ کھول سکے گا یہ ناخنِ تدبیر
شراب کا بھی اثر وقت پر بدلتا ہے — نہیں ہے بادۂ ناہار، بادۂ شب گیر
نہ کام دے گی کسی وقت بھی وہ انساں کو — غلط اصول پہ ہو زندگی کی گر تعمیر
قصیدہ تازہ کہا ہے جو میں نے وقت کے وقت — تو کیوں نہ تازہ غزل بھی اسی میں ہو تحریر

برو بہ بندۂ مجبورِ عشق خردہ مگیر
کروں گا سجدہ اسی کو یہ دل ہے حسن کا اسیر

وہ چاہے کچھ بھی ہو قیدِ تعینات کی بات — ہمارے پیشِ نظر حق رہا بہر تقدیر
مجھے معاف کریں زاہدانِ خشک مزاج — غلط نہیں جو کہوں "حق سے حق ہے خوئے شبیرؑ"
کبھی ہے ناخنِ وحشت سے زخم دامن دار — یہ خارِ راہ کبھی آبلوں کے دامن گیر
نیاز مند ترا بے نیاز ہے سب سے — وہی ہے شاہ جو بن جائے تیرے در کا فقیر
لبوں پہ مہر لگا دو تو آپ کی مرضی — نگہ سے چھین تو لو میری قوتِ تقریر

مُبارک آپ کو یہ عشقِ اہلِ بیتِ رسولؐ
گراں بہا ہے یہ کاملؔ عطیۂ تقدیر

چلا کدھر سے کدھر جانے میرا رُوئے سخن — نہ جانے فکر مری ہو گئی ہے کیوں ہمہ گیر
الٰہی! کس کی یہ صورت ہے میرے پیشِ نظر — رسولؐ پاک کی آنکھوں میں پھر گئی تصویر
یہ شاید ایک اشارہ ہے غیب سے کہ مجھے — حسنؑ کی مدح سُنانی ہے اب بلا تاخیر
حسنؑ، خلاصۂ زہراؑ و حیدرِ کرّار — حسنؑ ہیں پردہ اور اس میں رسولؐ کی تنویر
حسنؑ ولی و حسنؑ مقتدائے کون و مکاں — حسنؑ امام، حسنؑ اک عطائے ربِّ قدیر
حسنؑ شبیہِ پیمبرؐ، حسنؑ مثیلِ علیؑ — جنھیں نظر ہے وہی جانیں آپ کی توقیر
وہ اعتکاف میں بھی خلق کی کھلی خدمت — کھلا عمل تھا، کھلے دل قلوب کی تسخیر
حسنؑ کا عفو و کرم وہ کہ اپنی آپ مثال — حسنؑ کی جود و سخا یہ کہ اپنی آپ نظیر
حسنؑ کی صلح نہ تھی، اک جہاد تھا وہ بھی — نیام کر کے دلوں پر چلائی ہے شمشیر
حضور پر تھے ہویدا دلوں کے سب احوال — عدو کی چل نہ سکی اس لیے کوئی تزویر
یہ کس کا مُنہ ہے جو پاکی بیاں کرے اُن کی — کہ مدحِ پاک میں کافی ہے آیتِ تطہیر

خُدا کا شُکر ہے کاملؔ کہ فضل سے اُس کے
ہمارے ہاتھ ہے دامانِ شبّیرؑ و شبّیرؑ

سلام

اگر ایماں ہے ارشادِ نبیؐ پر اور قرآں پر
محبّت فرض ہے آلِ نبیؐ کی ہر مسلماں پر

یہ کس کے خون سے سرسبز ہے اسلام کا گلشن
خُدا لگتی کہو! احساں ہے کس کا اس گلستاں پر؟

غمِ سبطِ نبیؐ میں آسماں نالاں، زمیں نالاں
تعجب کیوں کسی کو ہے ہماری چشمِ گریاں پر؟

نہ پوچھو خون ہے کس کس کی گردن پر شہیدوں کا
نظر آتے ہیں دھبے کیا کہوں؟ کس کس کے داماں پر؟

گُزاروں دُور قدموں سے یہ آخر ہند میں کب تک
مرے اچھے مسیحا! غور کر میرے بھی درماں پر

بشرطِ نسبتِ حق اے نبیؐ کے لاڈلے بیٹے!
تری ہی زندگی چھائی ہوئی ہے فکرِ انساں پر

بھلا کفر و ضلالت کا اندھیرا چھا بھی سکتا تھا
حسنؑ کے جانشیں، نورِ نگاہِ شیرِ یزداں پر

تری چشمِ عنایت کی بدولت فتح پائی ہے
مری بے ساز و سامانی نے اکثر ساز و ساماں پر

تلاشِ جلوۂ حق میں نگاہیں کس پہ ہیں کاملؔ
کلیمِ طُور پر ہیں یا خطیبِ کوہِ فاراں پر

منقبت حضور غوث الثقلین رضؓ

سرکار تمھیں دیکھا نہ کہاں یا سیدنا عبد القادرؓ
عالَم کا ہو دِل عالَم کی ہو جاں یا سیدنا عبد القادرؓ

اے رُوحِ وفا اے جانِ جہاں یا سیدنا عبد القادرؓ
تم قبلۂ دِل تم کعبۂ جاں یا سیدنا عبد القادرؓ

تم جلوۂ حُسنِ حقیقت ہو تم مقصدِ چشمِ بصیرت ہو
تم نُورِ نگاہِ دیدہ وراں یا سیدنا عبد القادرؓ

سب تم سے بہارِ عالَم ہے تم جس کے ہو اُس کو کیا غم ہے
اے رونقِ بزمِ کون و مکاں یا سیدنا عبد القادرؓ

ہر اہلِ نظر کو چاہ تری تکتے ہیں دو عالم راہ تری
محبوبِ خُدا محبوبِ جہاں یا سیدنا عبد القادرؓ

ہر ایک کو اُس کی قسمت کا جو کچھ بھی مِلا سب تم سے مِلا
کِس پہ نہ کیا تم نے احساں یا سیدنا عبد القادرؓ

کتنے ہی پیاسوں کا مورد کتنی ہی نگاہوں کا مقصد
کتنے ہی دلوں کا تم ارماں یا سیدنا عبد القادرؓ

کتنے ہی حسیں اچھے اچھے اِس عالمِ ہستی میں دیکھے
لیکن وہ تمھاری بات کہاں یا سیّدنا عبد القادرؓ

تم فکر و نظر کا حاصل ہو تم وجہِ حیاتِ کاملؔ ہو
سو جان سے ہوں تم پر قرباں یا سیّدنا عبد القادرؓ

کون بیٹھا ہے اب اندیشۂ فردا لے کر
مطمئن ہوں تری نسبت کا سہارا لے کر

اپنی قدرت کے تماشے کبھی دکھلاتے ہیں
عبدِ قادرؓ کے مسمّیٰ کا وہ پردا لے کر

جاننے والی نگاہوں نے مجھے جان لیا
کھو گیا میں جو کبھی نام کسی کا لے کر

داغِ دل، زخمِ جگر، دیدۂ خوں ناب فشاں
ہم بھی آئے ہیں درِ یار سے کیا کیا لے کر

شکوہ سنجی یہ مزے کی ہے کہ ہم در سے ترے
آئے ہیں تنگیٔ دامن ہی کا شکوا لے کر

ہر مصیبت سے، ہر اک فکر سے، ہر آفت سے
چھُٹ گئے، ہم تو فقط نام تمھارا لے کر

کس پہ احساں شہِ جیلاںؓ کا نہیں ہے کاملؔ
پلتے آئے ہیں سبھی ان کا اُتارا لے کر

جان و دل سے ہو اگر کوئی غلامِ دستگیرؓ
کام دیتا ہے ہر اک مشکل میں نامِ دستگیرؓ

اپنے بیگانے سبھی اِس در سے پاتے ہیں مراد
فیضِ باراں سے نہیں کم فیضِ عامِ دستگیرؓ

آ نہیں سکتا سمجھ میں رُتبۂ غوث الورٰیؓ
فہمِ انساں سے ہے بالاتر مقامِ دستگیرؓ

گردنیں اپنی جھکا دیں اولیا اللہ نے
اللہ اللہ! انقیاد و احترامِ دستگیرؓ

پیر بھی اللہ نے تجھ کو دیا پیروں کا پیر
فخر کر اقسمت پہ اپنی اے غلامِ دستگیرؓ

جو ضرورت پیش آئی، اُس سے پوری ہو گئی
اسمِ اعظم ہے ہمارے حق میں نامِ دستگیرؓ

کھل گیا یہ جس پہ، اُس پر رازِ قدرت کھل گیا
یا مقامِ مصطفائیؐ یا مقامِ دستگیرؓ

ان کی نسبت کے کرشمے اُن کا بندہ بن کے دیکھ
کیا کہوں؟ کیا چیز ہوتا ہے غلامِ دستگیرؓ

مجھ سا عاصی اور اُن کے دامنِ اقدس کے ساتھ
مجھ کو دیکھو، اور پھر دیکھو مقامِ دستگیرؓ

آرزو اس کے سوا اب کچھ نہیں کاملؔ مجھے
چاہتا ہوں صرف اک لُطفِ دوامِ دستگیرؓ

دل میں ہے دُنیائے غم آباد یا پیرانِ پیرؓ!
کیا مزے کی ہے تمھاری یاد یا پیرانِ پیرؓ!

اِستغاثہ آپ سے ہے غوثِ اعظمؓ آپ ہیں
المدد یا محیِ دیں! فریاد یا پیرانِ پیرؓ!

بے ہنر بندہ ہوں دامن میں چھُپا لیجے مجھے
یاد ہے وہ آپ کا ارشاد یا پیرانِ پیرؓ!

جس کی دُنیائے محبت آپ سے آباد ہے
وہ کبھی ہوتا نہیں برباد، یا پیرانِ پیرؓ!

صرف تم سے ربط و نسبت میری ساری زندگی
تم سے ہے دُنیا مری آباد یا پیرانِ پیرؓ!

آپ کی صورت نظر میں، سر میں سودا آپ کا
آپ کی رہتی ہے دل میں یاد یا پیرانِ پیرؓ!

جامۂ محبوبیت کچھ آپ پر ایسا کھُلا
دنگ ہے سب عالمِ ایجاد یا پیرانِ پیرؒ!
قیدیٔ اُلفت ہُوں، زنجیرِ محبت کی قسم
چاہتا ہُوں قیدِ بے میعاد یا پیرانِ پیرؒ!
میرے پلّے پر اگر سرکار ہیں تو فکر کیا؟
آپ ہیں تو ہر چہ بادا باد یا پیرانِ پیرؒ!
تازہ رہنے دیجیے زخمِ محبت آپ کا
آپ کی تازہ رہے گی یاد یا پیرانِ پیرؒ!
گردنِ کامل میں ہے طوقِ غلامی آپ کا
رُوح بھی اس کی نہیں آزاد یا پیرانِ پیرؒ!

مخمّس در منقبت حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نوازؒ

فدا ہے تابِ نظّارہ جمالِ روئے انور پر — نظر سر دھن رہی ہے جلوہ ہائے نامکرّر پر
دو عالم وجد میں ہیں اہلِ نسبت کے مقدّر پر — خدائی سر جھکاتی ہے مرے خواجہؒ ترے در پر
ترا احساں نہیں ہے کس جبیں پر اور کس سر پر

کرم اللہ کا یہ آرزو بھی دل کی بر لائے — دلِ مضطر محبت میں تڑپنے کا صلہ پائے
اگر اتنا بھی ہو جائے تو پھر کتنا مزا آئے — ذرا سا آپ کی نعلین کا تسمہ جو مل جائے
کبھی چوموں، کبھی آنکھوں پہ رکھوں اور کبھی سر پر

نرالا رنگ ہے دُنیا سے احسانِ محبّت کا — نیا عالم ہے سب سے سازو سامانِ محبّت کا
عجب پُرلطف جینا ہے اسیرانِ محبت کا — تماشا دیدنی ہے دردمندانِ محبّت کا
کبھی بستر ہے کانٹوں پر، کبھی کانٹے ہیں بستر پر

یقیناً ناز برداروں کے وہ بھی ناز اُٹھائیں گے — نہ آئیں گے سرِ دم مُردن، پسِ مُردن تو آئیں گے
یہی نالے کسی دن عرش کے پائے ہلائیں گے — محبت کے یہ آنسو رائگاں ہونے نہ پائیں گے
کبھی تو رحم آئے گا ہمارے دیدۂ تر پر

اگر گردن جھکا دو تم یہاں حُسنِ عقیدت سے — خدا یاد آنے لگ جائے تمہیں خود اپنی صورت سے
مگر کچھ اہلِ دل ہی آشنا ہیں اس کی لذّت سے — مزا سجدوں کا پوچھو پاک بازانِ محبت سے
جبینیں ناز کرتی ہیں یہاں اپنے مُقدّر پر

کسی دریائے بے پایاں کا میں بھی ایک قطرہ ہوں — کسی کے حُسنِ عالم سوز کا ہلکا سا جلوہ ہوں
کوئی مالک ہے میرا بھی، کسی کا میں بھی بندہ ہوں — نہ دیکھو مجھ کو ہنس ہنس کر گدائے کوئے خواجہؒ ہوں
عجب کیا؟ فضل ہو جائے جو میرے دامنِ تر پر

بنے ہیں کام کیا کیا اہلِ دُنیا اہلِ عقبیٰ کے — کھلے کیا کیا نہ رستے رہ روانِ راہِ مولیٰ کے
یہ کیا پردے میں پنہاں ہے، یہ کیا جلوے ہیں پیدا کے — اسے تو جانتے ہیں جاننے والے ہی خواجہؒ کے
مزے لوٹے ہیں کیا کیا لوٹنے والوں نے اس در پر

قسم کھا کر کہوں گا اہلِ نسبت کے مقدّر کی — قسم کھا کر کہوں گا عشق کی تیغِ دو پیکر کی
قسم کھا کر کہوں گا حُسنِ خود بیں حُسنِ خودسر کی — مُبارک عاشقوں کو ہم نشینی اپنے دِلبر کی
فرشتوں کو بھی شاید رشک ہو ان کے مُقدّر پر

کسی میں عشق کے آداب نہ آنکھوں کی نمناکی
کسی میں جرأتِ رندانہ اور مستانہ بے باکی
محبت کی قسم اور حُسن کی خاکِ کفِ پا کی
بھلا کس پر نہیں کامل نوازش میرے خواجا کی
ہزاروں ناز ہر بندے کو ہیں اِس بندہ پرور پر

غزل

اے غمِ یار! بے قرار نہ کر
دل شکستہ ہوں دل فگار نہ کر
وحشتِ دل سے چار سو ہوں دوچار
چار میں مجھ کو شرمسار نہ کر
دل کی فطرت ہی اضطراب سہی
پھر بھی اتنا تو بے قرار نہ کر
کچھ خزاں کے لیے بھی رہنے دے
رات دِن ماتمِ بہار نہ کر
اُن کا دیوانہ بَن کے جیتا ہوں
اے جنوں! مجھ کو ہوشیار نہ کر
بند پھر کیوں نہ ہو گئیں آنکھیں
کہہ دیا تھا کہ انتظار نہ کر
اب مرا فصلِ گُل پہ حق کیا ہے؟
مجھ کو شرمندۂ بہار نہ کر
ہم خزاں دیدہ گُلستاں ہیں
اِن بہاروں کا اعتبار نہ کر
روک رکھی ہے کیوں یہ جنسِ وفا؟
تیرے قربان اختکار نہ کر
مجھ کو دیکھا عدو تڑپ اُٹّھا
ایک ناوک سے دو شکار نہ کر
فرصتِ یک نفس غنیمت ہے
وقت کا اور انتظار نہ کر
اے جنوں! اپنے تار و پود بکھیر
جیب و دامن کو تار تار نہ کر
تُو تو خود جانِ آرزو ٹھیرا
آرزوؤں پہ جاں نثار نہ کر

بھول جاؤں نہ اپنی ہستی کو
اتنا اونچا نگاہِ یار نہ کر

زندگی کامل اک تماشا ہے
اِس تماشے کا اعتبار نہ کر

ہنسو نہ یوں ہم پہ بادہ خوارو! چھلکتے ساغر دِکھا دکھا کر
نگاہِ ساقی کی مستیوں نے، چھکا دیا ہے پلا پلا کر
بہت دنوں اب نہ رکھ سکیں گے ہم اُس کو شاید چھپا چھپا کر
بنا رہے ہیں یہ جس کی صورت، ہم اپنی ہستی مٹا مٹا کر
نئی مصیبت میں تم نے ڈالا، محبت اپنی جتا جتا کر
کئے ہیں سب دل کے زخم تازہ، نئے شگوفے کِھلا کِھلا کر
ذرا سنبھالو تو اپنا دامن، خبر تو لو جیب و آستیں کی
کہاں تک آخر لیے پھرو گے، یہ خون کس کا چھپا چھپا کر
خُدا کرے، سب حروفِ مطلب کسی کے دل میں اُتر گئے ہوں
زباں اب میری تھک چکی ہے، فسانۂ غم سُنا سُنا کر
نہ جانے کتنے اُڑائے خاکے، عجیب ہیں ان کے یہ تماشے
مٹا رہے ہیں بنا بنا کر، بنا رہے ہیں مٹا مٹا کر
خمارِ دوشینہ دور کر دے، اِدھر تو آ! میرا جام بھر دے
یہ حال ہے جیسے کوئی سر کو پٹک رہا ہو اُٹھا اُٹھا کر
تمھارے ہر اک ستم میں جدت، تمھاری ہر اک ادا میں قدرت
نئی ہے شوخی، نئی شرارت، رُلا رہے ہو ہنسا ہنسا کر

زماں سے آگے، مکاں سے آگے، خیال و وہم و گماں سے آگے
کہاں بٹھایا ہے، کیا بتائیں؟ کسی کو ہم نے چھپا چھپا کر

یہ خواہشیں ننگِ بندگی ہیں، ہر آرزو ایک بُت ہے کامل
کہاں پڑا ہے بُتوں کے پیچھے، خُدا کے بندے خُدا خُدا کر

مجھے دے رہے ہیں تسکیں، وہ مذاقِ غم بدل کر
نکل آئی دل کی حسرت، مرے آنسوؤں میں ڈھل کر

ادب اے جنونِ اُلفت! یہ مقامِ بندگی ہے
ترا جو قدم بھی اُٹھے، وہ اُٹھے ذرا سنبھل کر

یہ بنی عجیب کچھ شے، مرے عشق کی بدولت
ترے حسن کی خدائی مری بندگی میں ڈھل کر

فقط آرزوئے دل پر ہے مدارِ زندگانی
مجھے بے مزا نہ کر دے کوئی آرزو نکل کر

درِ یار سے اُٹھا ہوں، نہ اُٹھوں گا تا قیامت
کہ یہیں سکوں ملا ہے، مرے دل کو اب تو چل کر

کبھی کچھ نظر ہے اُن کی، کبھی کچھ نظر ہے اُن کی
وہ پلائے جا رہے ہیں مجھے مے بدل بدل کر

رہوں بے نیازِ مقصد، تری بندہ پروری سے
کہیں لب تک آ نہ جائے کوئی مدعا مچل کر

کوئی ہم سے بڑھ کے ساقی! نہیں مستحق کرم کا
کہ ملے ہیں مے کشوں میں، ترے میکدے میں پل کر

وہ غرورِ حُسنِ خودسر، وہ سرِ نیازِ کامل
کوئی مُسکرا رہا ہے، مری زندگی بدل کر

روپ اُس کے نت نئے اور آئینہ خانے ہزار
مستقل صرف اک حقیقت، اُس کے افسانے ہزار

سیکڑوں خُم ٹھوکروں میں اور پیمانے ہزار
چشمِ ساقی کی عنایت ہے تو مے خانے ہزار

حُسن ہی سے عشق کے بنتے ہیں افسانے ہزار
شمع پیدا خود کیے لیتی ہے پروانے ہزار

ہر نظر پر ہے اضافہ اعترافِ عجز میں
فائدہ کیا، ہیں اگر اُس کے جلوہ خانے ہزار

کوئی پردہ ہو حقیقت کو چھپا سکتا نہیں
آئے دن بنتے رہے دُنیا میں افسانے ہزار

کس نے اُس کی کُنہ پائی، کس کو عرفاں پر گھمنڈ
یوں تو ہیں صاحب نظر اور جانے پہچانے ہزار

آپ سے ہر سمت آنکھیں چار ہو جاتی تو ہیں
چاہیے حیرت ہی میں ڈالیں آئینہ خانے ہزار

آپ کے جلوے سلامت ہیں تو دیکھا جائے گا
سیکڑوں کعبے بنیں گے اور بُت خانے ہزار

کیا ہُوا، تیری محبت میں جو کامل مر مٹا
تو رہے دائم سلامت، ایسے دیوانے ہزار

شیوۂ عشق کو رسوا دلِ ناشاد نہ کر — عزتِ نفس کی ہے لاج تو فریاد نہ کر
چھین کر سوزِ محبت مجھے برباد نہ کر — کم سے کم یہ تو ستم، اے ستم ایجاد نہ کر
بھول بیٹھا ہے تری یاد میں خود کو جو کوئی — اِس کا مطلب یہ نہیں، تو بھی اُسے یاد نہ کر
مجھ کو مرنا ہے ترے در پہ، تری چوکھٹ پر — میرے صیاد! مجھے بھی کہیں آزاد نہ کر
سرگزشتِ غمِ دل کہنے سے حاصل کیا ہے — لبِ خوددار کو شرمندۂ روداد نہ کر
ناسپاسی کی مبادا تجھے عادت پڑ جائے — جو مصیبت کا زمانہ تھا اسے یاد نہ کر
خود پہ اک ظلم ہے، ظالم سے تعاون کرنا — ناوکِ ناز کی تحسین سے امداد نہ کر

مشربِ عشق کے آداب یہی ہیں کامل
تجھ کو حق ہو کہ نہ ہو نالہ و فریاد نہ کر

محبت کیجئے ہر آرزو سے بدگماں ہو کر
کہیں دھوکا نہ دے رہزن شریکِ کارواں ہو کر

مجھے پردہ بنایا اپنی صورت میں عیاں ہو کر
کہانی کس کی؟ اور یہ بھی ہے کس کی داستاں ہو کر

قیامت ہیں یہ کافر شوخیاں بھی تیرے جلووں کی
نہاں ہونا عیاں ہو کر، عیاں ہونا نہاں ہو کر

مرے ارماں بھرے دل! اب ترا اللہ بیلی ہے
یہی فتنے، کسی دن رنگ لائیں گے جواں ہو کر

خُدا کی مہربانی ہے تو پھر کیا ڈر ہے دشمن کا
ہمارا کیا بگاڑے گا کوئی نامہرباں ہو کر

جُنوں خود اپنے ہاتھوں پا بہ جولاں ہو گیا آخر
بنے زنجیرِ پا جیب و گریباں دھجیاں ہو کر

محبت نام ہے خود اک تڑپتی زندگانی کا
کسی کو دُکھ نہیں دیتا کوئی آرام جاں ہو کر

خُدا کے نام پر سجدے جہاں سے لے کے چھوڑوں گا
جو رہ جاؤں کسی کے در پہ سنگِ آستاں ہو کر

پرائی آگ میں جو جل بجھے، نام اس کا پروانہ
وہ دل ہے، اپنے شعلوں میں جو اُڑ جائے دھواں ہو کر

یہی رفتار اگر تجھ سے محبت کی رہی باقی
ترے نقشِ قدم چھوڑوں، گزر جاؤں جہاں ہو کر

کسی کی یاد میں جینا بھی اچھا، موت بھی اچھی
دعا کیجے، کہ غم رہ جائے دل میں جاوداں ہو کر

بھلا کامل! حقیقت میری وہ کیا خاک سمجھیں گے
نگاہیں رہ گئی ہیں جن کی حدِ آسماں ہو کر

بن جائے سوزِ عشق میں دل پر کہ جان پر
آئے مگر نہ حرفِ شکایت زبان پر

اک حُسنِ ظن ہے پھر بھی اُسی بدگمان پر
ہم جان دے رہے ہیں محبت کی آن پر

دُنیا کو رشک ہے جو ہماری زبان پر
یہ بھی عجب عذاب ہے حاسد کی جان پر

پستی میں ہیں زمین کی ہیرے تلے ہوئے
میری نظر نہ جائے گی اونچی دکان پر

شاید کسی غریب کو جینے کا حق نہیں
ساری مصیبتیں ہیں غریبوں کی جان پر

اُس کی تجلیوں میں گھرا جا رہا ہوں میں
احساں ہے جس کے حُسن کا سارے جہان پر

ہے اُن پہ ہر حقیقتِ افسانہ منکشف
جو بات کی پہنچ گئے وہ اُس کی جان پر

آنکھوں کی بات کچھ تو لبوں تک بھی لائیے
ہوتا ہے آدمی کو بھروسہ زبان پر

سو بار تُل چکا ہوں کسی کی نگاہ میں
پھر بھی تُلا ہوا ہے کوئی امتحان پر

اک ایسے آستاں پہ ہوں کامل میں سجدہ ریز
سر ہے زمین پر تو دماغ آسمان پر

میں چین سے جیتا ہوں مجھے چاہیئے کیا اور
ہے میری خوشی اور نہ اب اُس کی رضا اور

کچھ بھی تو نہیں اُس کے اشارے کے سوا اور
سب کہنے کی باتیں ہیں، قدر اور قضا اور

لینا ہے تو لے لے، دلِ بسمل کی دعا اور
ناوک ہی لگانے کی جو ٹھیری تو لگا اور!

احساسِ جنوں خود بھی تو اک نقصِ جنوں ہے
دیوانہ بنایا ہے تو جی بھر کے بنا اور

قربان ترے جاؤں میں اے دیدۂ بے خواب
یوں بخت جگانا ہے تو ہاں اور، جگا اور!

ان چارہ گروں سے بھی عجب ناک میں دم ہے
دیوانے ہیں کم بخت، مرض اور دوا اور

اُڑتے ہیں مرے دامنِ ہستی کے پرخچے
کیا دستِ جنوں کے لیے کچھ بھی نہ رہا اور؟

ہوتے ہیں عجب جبرِ محبت کے تماشے
کرتے ہیں جفاؤں سے وہ پابندِ وفا اور

شاید ہوں کبھی ہم بھی کسی ناز کے قابل
احساسِ محبت انھیں ہونے دو ذرا اور

ہاں یوں تو نسیمِ سحری کے بھی ہیں جھونکے
پھر بھی ہے کسی کو ترے دامن کی ہوا اور

دینا ہے مجھے حق تری بخشش کی صفت کا
تقصیرِ عمل اور ہے، نیت کی خطا اور

کامل کو فقط چاہیئے اک جلوۂ مطلق
مسجد کا خدا اور، نہ مندر کا خدا اور

ہوں سب کے ساتھ پھر بھی ہوں وہم و گماں سے دُور
ہاں! اس جہاں میں رہ کے بھی ہوں اس جہاں سے دُور

دُشمن سے پر لگے نہ گئی رازداں سے دُور
پہنچی ہے دل کی بات خود اپنی زباں سے دُور

تیرے کرم سے ہُوں غمِ ہر دو جہاں سے دُور
مرتا ہُوں تجھ پہ تیری قسم! تیری جاں سے دُور

صُورت میں ہے نبیؐ کی، خدا دل میں جلوہ گر
مکّہ یہاں سے دُور نہ طیبہ یہاں سے دُور

اے حُسنِ یار! حُسنِ نظر چاہتا ہُوں میں
جب چاہوں دیکھ لوں حدِ کون و مکاں سے دُور

عصیاں ہمارے درخورِ بخشش نہیں تو کیا
ہم تو نہیں ترے کرمِ ناگہاں سے دُور

گُل خانہ و خس نواز ہیں، کانٹے زباں دراز
ہر اک روش ہے اب روشِ گلستاں سے دُور

وہ تو مری نگاہ میں ہر حال دوست ہیں
ہو جا تُو اے شعورِ وفا! درمیاں سے دُور

حیرت کی بات کچھ نہیں، ہوتی ہی آئی ہے
جس گلستاں کے پھول، اُسی گلستاں سے دُور

پہروں یہ سوچتا ہُوں کبھی اُن کی بزم میں
نزدیک وہ کہاں سے ہیں گے، کہاں سے دُور

کامل سرِ نیاز نہ ہی جُھکنے کی دیر ہے
دُور آستاں ہے سر سے، نہ سر آستاں سے دُور

ترے کیا کیا نہیں احسان ہم پر
یہ ساری زندگی تیرے کرم پر

تری آنکھوں کا متوالا ہُوں ساقی!
نظر کیا جم سکے گی جامِ جم پر؟

کہاں پیدا نہیں ہیں اُس کے جلوے
نہیں موقوف کچھ دیر و حرم پر

کہوں کیا اُن کی شانِ دستگیری؟
سنبھالا ہے مجھے ہر ہر قدم پر

کرم بخشی ہے کامل! یہ بھی اُن کی
دُعا دیتا ہُوں اُن کے ہر ستم پر

مرے جاتے ہیں اُن کی ہر ادا پر
خُدا کی رحمتیں اہلِ وفا پر

دلِ بے مُدّعا دے کر کسی نے
کیا احسان مجھ جیسے گدا پر

کسی بے درد کو ہم کیا بتائیں
گزرتی ہے جو مجبورِ وفا پر

اُنھیں چھُوتی نہیں ہے نااُمیدی
بھروسہ ہے جنھیں اپنے خُدا پر

مزا سجدوں کا پایا ہم نے کامل!
حقیقت میں کسی کے نقشِ پا پر

منقبت حضرت خواجہ غریب نوازؒ

لُٹے نہ کیوں دلِ کونین، یا غریب نوازؒ
ز فرق تا بقدم ہر ادا غریب نوازؒ

مری نظر میں ہے روضہ ترا غریب نوازؒ
نگاہِ شوق ہے قبلہ نما غریب نوازؒ

ترا وجود ہے جانِ بہارِ گلشنِ چشت — تجھی سے نکہتِ ہر گل ہے یا غریب نوازؓ!
رسولؐ حق کی عطا، اور تم عطائے رسولؐ — جو تم ملے تو سبھی کچھ ملا، غریب نوازؓ!
تمہارے در سے ہزاروں غریب پلتے ہیں — تمہارے کوچے کی ساری فضا غریب نوازؓ!
تمہارا درد ہے سرمایۂ حیات مرا — خدا کرے کہ یہ ہو لا دوا غریب نوازؓ!
بحقِ خواجہ عثمانؓ، اِدھر بھی چشمِ کرم — تمہارے در کا ہوں میں بھی گدا غریب نوازؓ!
سمجھ میں آئے گا، امداد کیسے ہوتی ہے؟ — ذرا تڑپ کے پکار دو تو، یا غریب نوازؓ!
ضیا ہیں شمعِ رسالتؐ کی نام کچھ بھی ہے — مجھے تو ایک ہیں غوثؓ الوریٰ، غریب نوازؓ!

حضور! آپ کا ایسا بھی اک غلام سہی
پناہ دیجیے کاملؔ کو یا غریب نوازؓ!

کمالِ عشرتِ ذوقِ نظر غریب نوازؓ — سکونِ خاطرِ ہر دیدہ ور غریب نوازؓ
تمہارے زیرِ اثر بحر و بر غریب نوازؓ! — خدائی ساری اُدھر تم جدھر غریب نوازؓ!
اُمیدِ خیر کی با خیر سے غلط تو نہیں — کہ تم ہو نائبِ خیر البشرؐ غریب نوازؓ!
ہزار بار غریبوں سے روٹھ جائے کوئی — نہیں ہے فکر، نہ روٹھیں اگر غریب نوازؓ
میں کیا بتاؤں کہ کیا کیا نواز دیتی ہے — تمہاری ایک کرم کی نظر، غریب نوازؓ!
زمینِ ہند پہ کتنے ہی خوبرو دیکھے — ملا نہ تم سے کوئی خوب تر، غریب نوازؓ!
غرور و عجز ترے در پہ ایک آنگ سے ملے — جھکے ہیں شاہ و گدا سب کے سر غریب نوازؓ!
ہر ایک خواجہ میں ہے بندہ پروری کی ادا — مگر کچھ آپ ہیں "چیزے دگر"، غریب نوازؓ!
تلاشِ فضلِ خدا میں ہمیں پتا یہ چلا — خدا کا فضل تمہاری نظر، غریب نوازؓ!

کسی بھی سمت کی تخصیص کچھ نہیں کاملؔ
جدھر نگاہ اُٹھاؤں اُدھر غریب نوازؓ

ہر دل میں تمہارا گھر دیکھا، سلطان الہند غریب نوازؓ!
تم کس کے نہیں پیارے خواجا سلطان الہند غریب نوازؓ!

اے مظہرِ حسنِ لم یزلی! مرآتِ جمالِ مصطفویؐ!
معراجِ نظر ہے جلوہ ترا سلطان الہند غریب نوازؓ!

ہوں چشمِ عنایت کا بھوکا، محتاجِ کرم ہوں میں بھی شہا
دیکھو تو اِدھر بھی بہرِ خدا سلطان الہند غریب نوازؓ!

قدرت نے عجب اعجاز کیا، عالم کا تمہیں دم ساز کیا
ہر ایک نے تم پر ناز کیا سلطان الہند غریب نوازؓ!

ہے حوصلۂ سائل کی خطا، ورنہ ترے در سے کیا نہ ملا
اک لُٹ ہی رہا دربار ترا سلطان الہند غریب نوازؓ!

تم مرجعِ عالم و عالمیاں، تم محورِ دل، تم مرکزِ جاں
کس کس کا سہارا ہو تنہا سلطان الہند غریب نوازؓ!

اسکندرِ اعظم بخت کا وہ، اور دارا اپنے وقت کا وہ
بن جاؤ سہارا تم جس کا سلطان الہند غریب نوازؓ!

ہر گاہ محبت جرم سہی، میعادِ عقوبت بھی تو کوئی
کب تک یہ مجھے فرقت کی سزا سلطان الہند غریب نوازؓ!

تم جس کے ہوئے رب اُس کا ہُوا، رب جس کا ہُوا سب اُس کا ہُوا
ہے فضل تمھارا، فضلِ خدا سلطان الہند غریب نوازؒ!

کون اُس کی عطا سے سیر نہیں، پُچھ دیر سہی اندھیر نہیں
یہ اُس کو لقب یوں ہی نہ مِلا "سلطان الہند غریب نوازؒ"

قربان ترے آنکھیں تو مِلا، دو آنسو مے کاملؔ کو پلا
بہکے گا نہیں یہ رند ترا سلطان الہند غریب نوازؒ!

غزل

رخصتِ جلوہ یک نظر، فرصتِ عمر یک نفس
کیا کوئی بندۂ خدا، پھر بھی ہے بندۂ ہوس

قافلۂ حیات ہے، سب سے زیادہ تیز گام
اپنی ہر ایک سانس ہے ایک صدائے بے جرس

سارا جہانِ رنگ و بو خلقتِ یک نگاہِ ناز
سب کو اسی سے ربط ہے، غنچہ و گل کہ خار و خس

عشق کے ہر نفس میں تو، حسن کی ہر کشش میں تو
سب میں تجھی سے جان ہے، سب میں تری نظر ہے بس

جانے، بدل گیا ہے کیوں؟ سارا نظامِ زندگی
اب وہ سلیقۂ چمن اور نہ قرینۂ نفس

چلتے ہیں راہِ شوق میں سر سے کفن لپیٹ کر
جادۂ عشق پر کوئی پاؤں دھرے نہ بوالہوس

کاملؔ اسی کے دم سے ہے رونقِ بزمِ کائنات
وہ مرا ہو گیا تو بس، اس کے سوائے سب ہوس

سلام

ازلی ہے یہ مسلمان کی تقدیر کا داغ
تا ابد مٹ نہ سکے گا غمِ شبیرؑ کا داغ

جس پہ بیتی ہے وہی اس کی حقیقت جانے
پوچھئے عابدِ بیمار سے زنجیر کا داغ

قلبِ معصوم تصوّر سے لرز جاتا ہے
تازہ ہو جاتا ہے جب اصغرِ بے شیر کا داغ

مسندِ ختمِ رسلؐ اور وراثت، کیا خوب
سوئے تدبیر ہے، خود دامنِ تدبیر کا داغ

صفحۂ دہر پہ تھا، حرفِ غلط دورِ یزید
اس سے بڑھ کر نہیں اسلام کی تصویر کا داغ

بیعتِ سبطِ نبیؐ لے تو نہ سکتا تھا یزید
ہاں مگر لے گیا ناکامیٔ تدبیر کا داغ

کس کی تقدیر کا ہے اس کی خبر کچھ بھی نہ تھی
اصل میں خوابِ براہیمؑ کی تعبیر کا داغ

ہائے! وہ رن کی طرف سرورِ دیں کا جانا
دل پہ لیتے ہوئے اک دستِ عناں گیر کا داغ

غم میں غم صرف حسینؑ ابنِ علیؑ کا کاملؔ
داغ میں داغ فقط حضرتِ شبیرؑ کا داغ

منقبت حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جہاں سب کچھ ہے اک ادنیٰ غلامِ جعفر الصادقؓ
وہاں کیا پوچھنا ہے پھر مقامِ جعفر الصادقؓ

مزے لیتا رہا ہوں عمر بھر اُن کی عنایت کے
کہوں کیا لذتِ لطفِ دوامِ جعفر الصادقؓ

صداقت سے کوئی دامن تو تھامے اہلِ نسبت کا
زمانے میں ہے اب بھی فیضِ عامِ جعفر الصادقؓ
تسلسل ہے نبیؐ تک، کچھ عجب اَن مول ہیروں کا
جواہر سے بھرا پایا نظامِ جعفر الصادقؓ
حسینؓ و عابدؓ و باقرؓ کا صدقہ چاہتا ہوں میں
بہ سوگندِ علیؓ یارب بنامِ جعفر الصادقؓ
بڑوں کے در سے نسبت بھی، بڑی دولت ہے قسمت کی
بڑا بے فکر جیتا ہے غلامِ جعفر الصادقؓ
معین الدینؒ اجمیری و محی الدین جیلانیؒ
جنوں نے کہہ دیا جو چاہا نامِ جعفر الصادقؓ
مری مستی کی باتوں کو، کوئی بے کیف کیا جانے
ملی خالص ولایت کی بجامِ جعفر الصادقؓ
وراثت میں ملی کامل صفت مشکل کشائی کی
ہوئیں سب مشکلیں آساں بنامِ جعفر الصادقؓ

غزل

درد اُس کی نوازش ہے درماں طلبی کب تک؟
اک حسن گزارش ہو، آہِ سحری کب تک؟

جب اُس کی خوشی جینا، جب اُس کی خوشی مرنا
یہ اپنی تمنائیں، یہ اپنی خوشی کب تک؟
چشموں کا اُبلنا بھی رو کے کہیں رُکتا ہے
ہم اُن سے چھپا سکتے آنکھوں کی نمی کب تک؟
اے دستِ جنوں! تیرا احسان نہ بھولوں گا
حصے کا مرے ہوتا دامانِ تہی کب تک؟
جس سے مجھے نسبت پر اک نازِ غلامی ہے
وہ غم میں رُلائے گا دیکھوں تو یہی کب تک؟
ہر تیرِ نظر اُن کا آنکھوں سے لیا دل نے
دونوں کی رقابت میں کیا جانے؟ چھپی کب تک؟
نازوں میں پلے کوئی، گُھٹ گُھٹ کے مرے کوئی
کم بخت محبت کی یہ دو عملی کب تک؟
ہم تم کو سمجھنے سے قاصر ہی رہے آخر
پرواز دکھا سکتی فکرِ بشری کب تک؟
میں رو کے ہنساتا ہوں، تم ہنس کے رُلاتے ہو
فطرت کے تقاضوں کی یہ فتنہ گری کب تک؟
آنسو ترے مژگاں پر دیکھے نہیں جا سکتے
ہم دل میں اُتاریں گے ہیرے کی کنی کب تک؟

اک چوٹ تو ہے دل پر، لیکن یہ بتاؤں کیا؟
محسوس ہوئی کب سے؟ محسوس نہ تھی کب تک؟
کامل کے لیے یہ بھی توہینِ محبت ہے
اے طالبِ مولیٰ! یہ عقبیٰ طلبی کب تک؟

کسی کو اپنا دیوانہ بنا جانے سے کیا حاصل
دلِ مجبور کو رہ رہ کے تڑپانے سے کیا حاصل؟
ترے جلووں میں گُم ہو کر تجھے پانے سے کیا حاصل
اگر پانا نہیں ہے یہ، تو کھو جانے سے کیا حاصل؟
زمیں پر رہ کے باتیں آسماں کی ناسمجھ! کب تک
یہاں کی سوچ پہلے، عرش تک جانے سے کیا حاصل؟
عمل سے تُو نے گر تاریخ دُہرا دی تو جب جانوں
جو ماضی کے ہیں قصّے اُن کو دُہرانے سے کیا حاصل؟
کہیں بھی تم مقیّد ہو نہ جلوے ہی مقیّد ہیں
یہ پھر کعبہ سے کیا مقصد ہے؟ بُت خانے سے کیا حاصل؟
اگر مجھ میں نہیں ہیں جھلکیاں کچھ بھی حقیقت کی
تو صرف افسانہ ہوں، اور ایسے افسانے سے کیا حاصل؟
نہ جانے تہمتِ ہستی لگائی کیوں گئی مجھ پر
کسی پر یوں ہی فقرہ چست کر جانے سے کیا حاصل؟

کسی بھی ایک کے ہو جاؤ تو کچھ لطف بھی آئے
یہ دَر دَر پھر کے ناحق ٹھوکریں کھانے سے کیا حاصل؟
رسائی تیری کیا ہو اُن کی بزمِ ناز میں کامل
ارے خوش فہم! یوں جی اپنا بہلانے سے کیا حاصل؟

ان کے تیور کیا کہوں؟ اللہ اکبر آج کل
جانے کس کس کے گلے ہیں زیرِ خنجر آج کل؟
داغ ہائے غم کا چمکا ہے مقدّر آج کل
دید کے قابل بنا ہے دل کا منظر آج کل
سب سے بڑھ کے جو فدائی ہے ترا اور جاں نثار
زندگی کا بند اُسی پر ہے ہر اک دَر آج کل
کیوں نہ ہو محشر بہ داماں گرمیٔ بازارِ عشق
ہر ادائے حُسن ہے ہنگامہ پرور آج کل
ایک ہی زنجیر میں ہے ان دنوں ہر جان دار
اسپِ تازی ہو کہ خر، سب ہیں برابر آج کل
پینے والوں کی کسی حالت پہ اب کیا تبصرہ
بے پیئے بھی ہیں جہاں جامے سے باہر آج کل
آتشیں سا آتشیں ہے حُسنِ برہم کا مزاج
تیری قیمت کچھ نہیں، اے دیدۂ تر! آج کل

سرگزشتِ دل کا اندازہ لگالیں آپ ہی
دل کی باتیں آ نہیں سکتیں زباں پر آج کل

پھر گئی کیوں ہم سے اتنی تیری چشمِ خواجگی
ہوگیا کیا ہے یہ آخر بندہ پرور آج کل

سب ملیں گے، چاہنے والا نہیں ملتا حضورؐ!
آپ خوش ہیں کس کو مٹی میں ملاکر آج کل؟

اک تبسم ہے ہر اک جبرِ مشیت کا جواب
میں ہوں کامل بندگی کی اس ڈگر پر آج کل

نعت شریف

آئینۂ حق روئے منور صلی اللہ علیہ وسلم
سر سے قدم تک اک حسن پیکر صلی اللہ علیہ وسلم

شمعِ رسالت روشن ہے گھر گھر صلی اللہ علیہ وسلم
بٹتا ہے صدقہ سب میں برابر صلی اللہ علیہ وسلم

ارمان ہیں یہ دیوانگی کے، قدموں میں ان کے لوٹا کریں گے
خاک اُن کے در کی ہو اپنا بستر صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان تک کی بازی لگادی، پروا ہے کیا پھر دل اور جاں کی
قربان سب کچھ پیارے نبی پر صلی اللہ علیہ وسلم

اک رابطہ ہے جزو اور کل میں، جس طرح بو ہے پوشیدہ گل میں
ہے ساتھ میرے وہ بندہ پرور صلی اللہ علیہ وسلم

ہے یہ درود اک بہتر عبادت، کیا پوچھتے ہو اس کی کرامت
ہاتھ آگیا ہے کیا خوب منتر صلی اللہ علیہ وسلم

آنکھوں میں ہے اک نورِ مجرد، دیکھا ہے جب سے روئے محمد
چھائے ہوئے ہیں فکر و نظر پر صلی اللہ علیہ وسلم

سروِ خراماں، جانِ بہاراں، رشکِ حسیناں، سلطانِ خوباں
یہ چھب، یہ سج دھج اللہ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم

کامل مشامِ جاں ہے معطر، تشریف لائے شاید پیمبر
مہکی ہے بوئے زلفِ معنبر صلی اللہ علیہ وسلم

تصور میں ہے اک نگارِ دو عالم — تصدق ہے جس پر بہارِ دو عالم
محمد محمد محمد محمد — سکونِ دل و جاں قرارِ دو عالم
وہ اک جلوۂ معتبر گر نہ ہوتا — نہ ہوتا یہ سب اعتبارِ دو عالم
کوئی بیکسوں کا سہارا نہ ہوتا — نہ ہوتے اگر تاجدارِ دو عالم
خدا نے خدائی پہ احساں کیا ہے — انھیں سونپ کر اختیارِ دو عالم
ہر اک حسن شاداب صدقہ انھیں کا — انھیں کی بدولت بہارِ دو عالم
خدا نے انھیں کے تو پہلو میں رکھا — وہ اک دل جو تھا غم گسارِ دو عالم

اُن آنکھوں کی مستی سے ہوں مست کامل
تصدق ہے جس کا خمارِ دو عالم

سلام

یا حسینؑ ابن علیؑ ! اے سرورِ عالی مقام!
آپ پر لاکھوں درود، اور آپ پر لاکھوں سلام

تھی کسوٹی حق و باطل کی زمینِ کربلا
کھل گیا سارے جہاں پر، ہے کہاں کس کا مقام؟

کس سے نفرت کر رہا ہے عالمِ انسانیت؟
لے رہا ہے کون دُنیا سے خراجِ احترام؟

وقتِ آخر رکھ کے سر سجدے میں، اے سبطِ نبیؐ
کتنا اُونچا کر دیا تُو نے شہادت کا مقام؟

اِس سے بڑھ کر چاہیے کیا فخر کاملؔ کے لیے
تیرا موروثی فدائی، تیرا موروثی غلام

منقبت

خُدائی کے حاجت روا غوثِ اعظمؓ — دو عالم کے مُشکل کُشا غوثِ اعظمؓ
دَوائے دلِ دردمنداں تمہیں ہو — خبر لو ہماری بھی یا غوثِ اعظمؓ!
اِدھر بھی نگاہِ کرم میرے آقا! — تمہارا ہُوں میں بھی تو یا غوثِ اعظمؓ!
مِری حسرتِ دل مِرا مقصدِ جاں — نہیں کوئی تیرے سوا غوثِ اعظمؓ!

غلامی کی ہے آپ سے جس کو نسبت — تو پھر اُس کا کیا پوچھنا غوثِ اعظمؓ!
سزاوار ہے، گر کہے "ھا اَنا ذا" — ترے دَر کا ہر اک گدا غوثِ اعظمؓ
خُدا نے ودیعت کیے تم میں سارے — صفاتِ شہِ انبیاؑ غوثِ اعظمؓ!
تمھارے کرم کے ہیں مرہونِ منّت — بڑے سے بڑے اولیا غوثِ اعظمؓ!
تڑپنے کے پورے مزے لے رہا ہُوں — تمھاری محبت میں یا غوثِ اعظمؓ!

جُدائی کے صدمے کہاں تک اُٹھائے
یہ کاملؔ غلام آپ کا غوثِ اعظمؓ!

ہاتھ آگیا جو اپنے دامانِ غوثِ اعظمؓ — یہ خود ہے اک مکمل احسانِ غوثِ اعظمؓ
ہوتا ہُوں ڈرتے ڈرتے قربانِ غوثِ اعظمؓ — مَیں دل کہاں سے لاؤں شایانِ غوثِ اعظمؓ
ملتا ہے سب کو صدقہ محبوبِ کبریا کا — جاری ہے آج تک بھی فیضانِ غوثِ اعظمؓ
آئے ہوئے ہیں جتنے اس بزمِ منقبت میں — وہ سب ہیں فی الحقیقت مہمانِ غوثِ اعظمؓ
ارشادِ پیرِ پیراں اپنے لیے سند ہے — فرمانِ مصطفٰے ہے فرمانِ غوثِ اعظمؓ
زاں رو کہ رو نماید قدرت بہ عبدِ قادر — جملہ جہاں بہ چشم از آنِ غوثِ اعظمؓ

جتنی نظر ہو اونچی، وہ اس سے اور اونچے
آساں نہیں ہے کاملؔ عرفانِ غوثِ اعظمؓ

غزل

اعتبارِ کفر و دیں کا ہیں ہر اک افسانہ ہم
شیخ ہم ہیں، برہمن ہم، کعبہ ہم، بُت خانہ ہم

یارہی کے ہے اشاروں پہ مدارِ ہست و بُود
چاہتے ہیں شیوہ ہائے غمزۂ ترکانہ ہم

جس نے کم ظرفوں میں بھی اک ظرف پیدا کردیا
چاہتے ہیں تجھ سے اے ساقی! وہی پیمانہ ہم

ناصحوں سے ہو سکے گا کس طرح اپنا نباہ
عشق سے بیگانہ وہ ہیں ہوش سے بیگانہ ہم

رونقِ مے خانہ تھے کاملؔ یہ کل کی بات ہے
فیضِ ساقی سے ہیں اب تو حاصلِ میخانہ ہم

کیا بتائیں کسی کو؟ کیا ہیں ہم
کیا کہیں؟ کس کا مدّعا ہیں ہم؟

عشق میں حُسن کی ادا ہیں ہم
اُس کا جلوہ نہیں تو کیا ہیں ہم؟

ہم کِھوَیّا ہیں اپنی کشتی کے
آپ ہی اپنے ناخُدا ہیں ہم

کِس نے بے بُود کہہ دیا ہم کو؟
ابتدا ہم ہیں، انتہا ہیں ہم

اپنی تقدیسِ بندگی کی قسم!
جس جگہ بھی ہیں با خُدا ہیں ہم

اپنی ہستی ہے مجمعِ اضداد
خود نُما اور خدا نما ہیں ہم

کون ہے مقصدِ براہیمی؟
کس کی مانگی ہوئی دُعا ہیں ہم؟

اُس کے دیکھے سے جانے کیا ہو جائے
نام پر جس کے یوں فِدا ہیں ہم

کیا کہیں؟ وہمِ غیر کے ہاتھوں
کس مصیبت میں مُبتلا ہیں ہم؟

اُس کے ہر رُوپ کو سمجھتے ہیں
اُس کے جلووں سے آشنا ہیں ہم

کام کی چیز بن گئے کاملؔ!
یار کی جب سے خاکِ پا ہیں ہم

حیراں ہیں خود کو آئینہ اُن کا بنا کے ہم
کھوئے ہوئے ہیں اپنی حقیقت کو پا کے ہم

مسلوبُ الاختیار ہوئے دل لگا کے ہم
بیٹھے ہیں خود کو ایک تماشا بنا کے ہم

روزِ الست ہی سے ہیں قائلِ "بلا" کے ہم
پیدا ہوئے ہیں دامِ محبّت میں آ کے ہم

قائل ہیں دل فریبیٔ حُسنِ جفا کے ہم
مارے ہوئے ہیں جب سے کسی کی اَدا کے ہم

جَلوہ اُسی کا دیکھ رہے ہیں ہر ایک میں
نظروں سے اپنی پردۂ کثرت ہٹا کے ہم

اپنے وجود ہی سے ہے یہ اعتبارِ غیر
سوتے پڑے ہیں خود ہی یہ فتنہ جگا کے ہم

کِس کی تلاش کیجئے اے ذوقِ جستجو!
گم ہو گئے ہیں کوچۂ جاناں میں آ کے ہم

ہر اک قدم پہ ایک نیا امتحان ہے
آفت میں پڑ گئے ہیں محبّت جتا کے ہم

عشقِ نیاز مند پہ نازاں ہے کائنات
کیا چیز بن گئے ہیں ترے ناز اُٹھا کے ہم

اب کوئی بُت پرست کہے یا خُدا پرست
سجدہ کریں گے سامنے تجھ کو بٹھا کے ہم

کیا جانے بختگی ہے کہ خامی ہے شوق کی
اُن کی بلائیں لیتے ہیں نظریں بچا کے ہم

اکسیر ہے ہمارے لیئے اُن کے در کی خاک
سونا بنائیں گے یہی مٹی اُٹھا کے ہم

کامل نگاہِ یار سے ہردم شرابِ ناب
پیتے ہیں چشمِ شوق کو ساغر بنا کے ہم

تم ہی مطلوب ہو اُفتادِ طبیعت کی قسم!
میں تمھارا ہوں، تمھاری ہی محبّت کی قسم!

آپ کے غیر کو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں
چشمِ مُشتاق کی، معصومیٔ فطرت کی قسم!

آپ کے حُسن کی ہے شعبدہ بازی ساری
میری جاں! گرمیٔ بازارِ محبّت کی قسم!

ہے جگانا ہی تو قسمت بھی جگاتے جاؤ
نیند آنکھوں میں نہیں ہے شبِ فرقت کی قسم!

دل جلی بات نہیں نازِ غلامی کے سوا
دیدۂ تر کی قسم! سوزِ محبّت کی قسم!

آپ ہی پر ہے نظر ہم سے گنہ گاروں کی
عفوِ بے حد کی قسم! دامنِ رحمت کی قسم!

تیرا اقبال سلامت! مجھے ڈر کس کا ہے
تیری ہمّت ہے مجھے، اور اسی ہمّت کی قسم!

دیکھ لو ایک نظر بندۂ کامل کی طرف
جس پہ نازاں ہُوں میں، تم کو اُسی نسبت کی قسم!

کیا خطا کی ہے؟ جو رسوا سرِ بازار ہیں ہم
چاہتے ہیں تمھیں، اتنے تو گنہ گار ہیں ہم

ہر ادا سے تری واقف بُتِ عیّار! ہیں ہم
کیوں نہ ہوں تیرے ہی جلووں کے ادا کار ہیں ہم

ہم نے اِنسان بنائے ہیں، وہ معمار ہیں ہم
وقت کے سارے تقاضوں سے خبردار ہیں ہم

لغزشوں سے بھی لیا کام، تو اک آن کے ساتھ
بے خودی ہائے محبّت میں بھی خوددار ہیں ہم

فخر کرتے ہیں کبھی بُت شکنی پر اپنی
گاہ معمارِ صنم خانۂ پندار ہیں ہم

تم یہ کیوں زحمتِ شمشیر اُٹھانے آئے؟
تم پہ مرنے کو تو سو جان سے تیار ہیں ہم

کر گیا گھر مرضِ عشق رگ و ریشے میں
چشمِ بیمار کے ڈالے ہوئے بیمار ہیں ہم

بے وفا کس کو کہیں؟ بات پرائی ہوگی
ہاں! مگر آپ کے دیرینہ وفادار ہیں ہم

کیا یہ کافی نہیں اک چشمِ عنایت کے لیے؟
اور کچھ ہوں کہ نہ ہوں تیرے پرستار ہیں ہم

عوضِ دل ہو کہ جاں، جس کسی قیمت پہ ملے
آپ کے دردِ محبت کے خریدار ہیں ہم

دیکھ لیتے ہیں تری سمت فقط حسرت سے
ہائے! کس منہ سے کہیں تیرے طلبگار ہیں ہم

حسنِ غارت گرِ ایماں کی قسم ہے کامل!
سبحہ خواں ہو کے بھی وابستۂ زنار ہیں ہم

واقف تھے دردِ دل سے نہ زخمِ جگر سے ہم
اِس حال کو پہنچ گئے کس کی نظر سے ہم

بے اعتنا ہیں اشکِ ندامت اثر سے ہم
اے کاش! کام لیں تو سہی چشمِ تر سے ہم

ہم بھی کسی امید پہ بیٹھے ہیں دیر سے
محروم رہ نہ جائیں تمہاری نظر سے ہم

اُٹھیں گی تیری شانِ کریمی پہ اُنگلیاں
خالی اگر پھریں گے کبھی تیرے دَر سے ہم

ماحول میں تو کوئی تمہارے سوا نہیں
باہر کہاں تمہارے نفوذ و اثر سے ہم

کِس کِس ادائے یار کے قربان جائیے
سو سو بلائیں لیتے ہیں اک اک نظر سے ہم

سجدے پہنچ رہے ہیں بڑی بارگاہ میں
طے کر رہے ہیں راہِ وفا اپنے سر سے ہم

مَرنا ہی چاہتے ہیں محبت میں آپ کی
نیچی نہ ہونے دیں گے نظر چارہ گر سے ہم

کامل بُری بَلا ہے یہ احساسِ کمتری
گرتے ہیں سب سے پہلے خود اپنی نظر سے ہم

کیوں ہوئے وہ پھر ہم پہ مہرباں نہیں معلوم؟
اور کتنے باقی ہیں امتحاں نہیں معلوم؟

کتنے اور ہونے ہیں پُرزے جیب و دامن کے؟
اور کتنی اُڑنی ہیں دھجّیاں نہیں معلوم؟

دل جگر میں رہ رہ کر، ہوک سی جو اُٹھتی ہے
کس نے اتنی بھر دی ہیں بجلیاں نہیں معلوم؟

آپ اُٹھانے آئے ہیں زحمتِ قیادت کیوں؟
وقت کے تقاضے جب مہرباں! نہیں معلوم

کچھ وہ سوچتے تو ہیں میری داستاں پڑھ کر
جی کو لگ گئیں کتنی سرخیاں نہیں معلوم؟

رُخ ہے جانبِ منزل، یا مخالفِ منزل
چل پڑا ہے کس رستے نوجواں نہیں معلوم؟

ایک دل سہی لیکن زخم تو ہزاروں ہیں
کس کے خوں سے لکھنی ہے داستاں نہیں معلوم؟

حاملانِ حق ہو کر، حق کو مانگتے کیا ہو
وقت یوں بھی ہوتا ہے رائگاں نہیں معلوم؟

دل دماغ جب تک ہے عرضِ مدعا پھر کیا؟
عزمِ کار فرما کو عرضیاں نہیں معلوم؟

جو کسی کی ٹھوکر پر کامل آج ہنستے ہیں.
وہ بھی گرنے والے ہیں کل کہاں نہیں معلوم؟

بدلیں گے حُسن و عشق کی فطرت کہاں سے ہم — کچھ بدگماں سے آپ ہیں، کچھ بدگماں سے ہم
کیا ذکرِ بادہ، ظرف بھی لیں گے یہاں سے ہم — خالی نہ جائیں گے درِ پیرِ مغاں سے ہم

یہ اپنے اپنے ربط و تعلق کی بات ہے — وابستہ ہو چکے ہیں ترے آستاں سے ہم
تیری عنایتوں کا سہارا لیے ہوئے — رہتے ہیں دور دغدغۂ امتحاں سے ہم
گُم ہو کے رہ گئے ترے جلووں میں ہر جگہ — گزرے تری تلاش میں جب آستاں سے ہم
ہے اپنے حق میں آپ ہی پردہ بنے ہوئے — دیکھیں کبھی تو ہٹ کے ذرا درمیاں سے ہم
احساسِ کمتری سے ہے ماحول مضمحل — سب کچھ سنوار سکتے ہیں عزمِ جواں سے ہم
اُمیدِ فضل رکھتے ہیں، جیتے ہیں فضل پر — واقف ہیں آپ کے کرمِ ناگہاں سے ہم
سو بار ہم سے جنبشِ لب چھین لیجیے — مجبور تو نہیں ہیں نظر کی زباں سے ہم

کامل ہوئی جب آپ کی دُھن آپ کا خیال
آگے نکل گئے حدِ وہم و گماں سے ہم

ہم اُن کے آتے ہی کیوں کھو گئے خدا معلوم؟ — یہ ابتدا ہے جنوں کی تو انتہا معلوم؟
خدنگِ عشق سے پہلے کی بات اب وہ کہاں — کبھی یہ وقت بھی آئے گا، کس کو تھا معلوم؟
یہ آپ چھوڑ چلے کس کو بسترِ غم پر؟ — اسی کا نام دوا ہے تو پھر دوا معلوم؟
ترے خیال، ترے حسن، ترے تصور نے — کہاں کہاں مجھے دھوکا دیا ہے کیا معلوم؟
یہ کس نے چال چلی ہے بساطِ عالم پر — فریب خوردہ ہستی ہوں کیوں خدا معلوم؟
نہ جانے کیا ہیں قضیئے قدیم و حادث کے — ہے علم تیری صفت اور [illegible] ترا معلوم؟

کسی کا حُسنِ ستم بھی تو ہے کرم کامل
اک التباسِ جفا کے سوا جفا معلوم؟

نعتِ شریف

یہ دل حضورؐ پہ قرباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
ضمیر پہلے مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

زباں سے لاکھ کہو "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ"
محبتِ شہِ ذی شاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کرم طلب ہے تو ماحول پہلے پیدا کر
اک اشتیاقِ فراواں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جنوں نواز ہے مفہوم "وَالضُّحٰی وَاللَّیْل"
نظر میں معنیٔ فرقاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نظارہ کون کرے حُسنِ ذاتِ احب کا
وجودِ عالمِ امکاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نظر طلب ہے بصد رنگ حسنِ شعبدہ باز
اگر فراستِ ایماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نبیؐ سے عشق ہی وَاللہ اصلِ ایماں ہے
ہزار کچھ ہو جو ایماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

نظر ملی ہے فقط دیدِ مصطفیٰؐ کے لیے
نگاہ جلوہ بہ داماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

خدا نصیب کرے سب کو سوزِ عشقِ نبیؐ
یہ آگ دل میں فروزاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

چلے ہیں آپ یہ کس کی تلاش میں کامل
خود اپنے آپ کا عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں

کمی محسوس ہو جس وقت ایماں کی حرارت میں
سمجھ لو ایک بے ربطی ہے پیدا ان سے نسبت میں

اُسی شمعِ رسالتؐ کی ضیا پائی، جہاں پائی
اُسی سے روشنی راہِ شریعت میں، طریقت میں

کسی صورت تڑپ عشقِ نبیؐ کی کم نہیں ہوتی
جو قربت میں وہ دوری میں، جو دوری میں وہ قربت میں

نصیبہ ہے تو اس کا ہے، مقدر ہیں تو اس کے ہیں
لکھے ہیں آپ کی چوکھٹ پہ سجدے جس کی قسمت میں

نہیں فرمائیں گے اُن کی شفاعت بالیقیں حضرتؐ
جو منکر ہیں شفاعت کے جنھیں شک ہے شفاعت میں

تصورِ آپ کا جب تک نہ ہو بے کیف ہیں سجدے
بغیر اس کے کبھی لذت نہیں پائی عبادت میں

مجسم رحمتِ عالمؐ ہیں، اُن کا پوچھنا کیا ہے؟
جگہ کس کی نہیں ہے آپ کے دامانِ رحمت میں

نبیؐ کی یاد، اور پھر ضبطِ گریہ، کیا یہ ممکن ہے؟
یہ آنسو بھی ہیں داخل اعتباراتِ محبت میں

نہ پوچھو اُن پہ کیا کیا رشک آیا بے گناہوں کو
جگہ پائی گنہ گاروں نے جب دامانِ رحمت میں

غرورِ زہد سے اے زاہدِ خود بیں! کہیں بہتر
اک ایسی معصیت جس سے اضافہ ہو ندامت میں

سمجھ لینا تو ہوں کامل، مگر سمجھا نہیں سکتا
یہ جلوہ دیکھتا ہوں کس کا مرآتِ نبوت میں؟

جیتا ہوں فقط کیفِ مئے حُبِّ نبیؐ میں
ہوتی ہے بسر عمر اسی بادہ کشی میں

ہے جلوہ گری حق کی مجھے روئے نبیؐ میں
حق بات نکل آئی ہے بے ساختگی میں

آخر بظہور آمدہ از نامِ محمدؐ
وہ نورِ قدم تھا جو کبھی سرِ مخفی میں

اللہ! عجب کچھ ہیں محبت کے تماشے
جیتا ہوں میں سرکار پہ مرنے کی خوشی میں

اے ہم سفرو! مجھ کو مرے حال پہ چھوڑو
جی بھر کے ذرا لوٹ تو لوں کوئے نبیؐ میں

پلتے ہیں کبھی بار فقط اُن کے کرم سے
ہم جیسے گنہ گار بھی دربارِ نبیؐ میں

وہ سوز خدا ہم کو بھی دے، تھا جو دمِ نعت
رومیؒ و بلالؓ اور اویسِؓ قرنی میں

ہر گُل سے جب آتی ہے مجھے بوئے محمدؐ
کیوں فرق کروں ذاتِ نبیؐ آلِ نبیؐ میں

کاملؔ انہیں کس کس کی نگاہوں سے چھپاؤں
وہ دل کی جلن میں ہیں وہ آنکھوں کی نمی میں

منقبت

ہیں ابنِ حیدرِ کرّار کامیاب امامِ حسنؑ
خلاصۂ شرفِ بوترابؑ امامِ حسنؑ

ز فرق تا بہ قدم ایک آیۂ رحمت
نمونۂ کرمِ آں جنابؐ امامِ حسنؑ

زعیمِ جملہ جوانانِ جنّت الفردوس
حسینؑ اور سیادت مآب امامِ حسنؑ

مہِ سپہرِ رسالتؐ اگر امامِ حسینؑ
تو پھر اسی کے ہیں اک آفتاب امامِ حسنؑ

سیاستِ اموی کی تمام چالوں پر
جو سب سے پہلے ہوئے کامیاب امامِ حسنؑ

وہ جانتے تھے کہ ایمان کس میں کتنا ہے؟
سمجھ رہے تھے ہر اک انقلاب امامِ حسنؑ

تمہاری ایک نگاہِ کرم پہ ہے موقوف
ہماری زندگی کامیاب، امامِ حسنؑ

نظر جو بھُو کی تھی دیدارِ مصطفائیؐ کی
کیا ہے اُس نے تمہیں انتخاب، امامِ حسنؑ

حضور! آپ سے نسبت پہ کیوں نہ ناز کروں؟
جِلا رہا ہے یہی انتساب، امامِ حسنؑ

کرم میں، عفو میں، جود و سخا میں، رافت میں
خود اپنا آپ ہیں کاملؔ جواب امامِ حسنؑ

سلام

اپنی شبیرؑ سے نسبت کہیں دھوکا تو نہیں
وقت کی نبض کوئی دیکھنے والا تو نہیں

اک نفس بھی ہو اگر دل سے جدا یادِ حسینؑ
وہ مرے غم، مرے احساس کی دنیا تو نہیں

جس کے ٹکڑوں پہ پلے اس کے ہی خوں کے پیاسے!
یہ کسی وقت کے احسان کا بدلا تو نہیں؟

شیرِ میدانِ وغا، پیکرِ تسلیم و رضا
چشمِ کونین نے شبیرؑ سا دیکھا تو نہیں

آپ کی یاد کے ساتھ آئیں گے آنسو بھی ضرور
فطرتِ غم کوئی دنیا میں بدلتا تو نہیں

گھر کا گھر صاف ہُوا آلِ نبیؐ کا ہے ہے!
ظلم، پھر ظلم بھی ایسا، کہیں دیکھا تو نہیں

دورِ ملی میں ہیں، پھر آپ کے نانا کے غلام
یا حسینؑ ابنِ علیؑ! آپ سے پردا تو نہیں

پھر وہی ہم ہیں، وہی کام و دہن کی تلخی
پھر وہی جبرِ مشیّت کی یہ صہبا تو نہیں؟

ظالمو! دیکھ لو تاریخِ جہاں شاہد ہے
ظلم دُنیا میں کہیں بھی ہو، پنپتا تو نہیں

غور کرتا ہوں یہ تاریخ کے دُہرانے پر
کوئی کروٹ مجھے اک اور بھی لینا تو نہیں

سب کے حصے کی نہیں نسبتِ کاملؔ شہؑ سے
بات قسمت کی ہے، بازار کا سودا تو نہیں

جہاں یہ جادۂ تسلیم جا رہا ہوں میں — حسینؑ ابنِ علیؑ تم کو پا رہا ہوں میں
کمی رہی نہ رہے گی تمہارے صدقوں کی — درِ حضور سے ہر چیز پا رہا ہوں میں
رسولِ پاک کی صورت ہے میری آنکھوں میں — تمہارا جب سے تصور جما رہا ہوں میں
غمِ حسینؑ تو ہے سنتِ رسولِ کریمؐ — اِسی خیال میں آنسو بہا رہا ہوں میں
خدا نصیب کرے اُن کے عاشقوں کی تڑپ — اِسی تڑپ کے لیئے تلملا رہا ہوں میں
سلام اُس پہ کہ جس کے لہو کے قطروں سے — جہاں میں آج بھی اسلام پا رہا ہوں میں

دلِ رسولؐ میں کامل مقام تھا جس کا
اُسی سے رابطۂ دل بڑھا رہا ہوں میں

تمہاری یاد ہے شام و سحر امامِ حسینؑ — نہیں ہے وردِ زباں کچھ، مگر "امامِ حسینؑ"
حجابِ یار بھی بن جائے سر بسر جلوہ — مجھے عطا ہو کچھ ایسی نظر امامِ حسینؑ!
کسی بشر نے یہ رُتبہ کبھی نہیں پایا — رہے ہیں راکبِ خیر البشرؐ امامِ حسینؑ
مثال میں تھے براہیمؑ کے ذبیحُ اللہ — شہود میں تھی نظر آپ پر امامِ حسینؑ
دہانِ زخم کے کھلنے سے یہ ہُوا معلوم — درود پڑھتا ہے یہ آپ پر امامِ حسینؑ
یہ اُمت آپ کے نانا کی پھر پریشاں ہے — خدا کے واسطے لیجے خبر امامِ حسینؑ

تمہارے حلقہ بگوشوں میں ہے یہ کامل بھی
اِدھر بھی ایک کرم کی نظر امامِ حسینؑ

مجرئی! رن میں حسینؑ ابنِ علیؑ آتے ہیں — اشقیا لرزہ بہ اندام ہیں گھبراتے ہیں
شانِ تسلیم و رضا آلِ نبیؐ سے سیکھو — مرضیِ دوست میں لُٹ جاتے ہیں کٹ جاتے ہیں

دیکھ لے ایک نظر سبطِ رسولِ عربی! — ہم بھی وابستۂ دامن ترے کہلاتے ہیں
ہم بھلے ہیں کہ بُرے، کچھ بھی سہی بندہ نواز! — آپ کے بندۂ درگاہ تو کہلاتے ہیں

کہیں ہر ایک کو ملتا ہے یہ رتبہ یہ مقام
جن کے حصے میں ہو کامل یہ وہی پاتے ہیں

ایک نعرہ سا نکل جاتا ہے اکثر "یا حسینؑ"!
جب سے کندہ ہو گیا ہے لوحِ دل پہ "یا حسینؑ"
میرا دعویٰ ہے کہ دُنیا پھر نہ پیدا کر سکی
شیرِ میدانِ وغا تیرے برابر، یا حسینؑ!
ابتدا ہر سال کی ہے آپ ہی کی یاد سے
آپ ہی کا تذکرہ سب کی زباں پر یا حسینؑ!
اہلِ عرفاں آپ ہی سے پا رہے ہیں روشنی
نورِ چشمِ مرتضیٰؑ، سبطِ پیمبرؐ یا حسینؑ!
ہم بھی ہیں وابستگانِ حیدرِ کرّار سے
کچھ اِدھر بھی صدقۂ دربارِ حیدرؑ، یا حسینؑ!
آپ کی چشمِ عنایت کا کھلا اعجاز تھا
ورنہ حُر کا کیا بدل سکتا مقدر، یا حسینؑ!
تم سے بڑھ کر کس کو حاصل ورطۂ غم پر عبور!
درس لیتا ہے تمہیں سے ہر شناور، یا حسینؑ!

تفرقہ ایمان کا ہے جزو و کل میں تفرقہ

جس زباں پر "یا محمدؐ" اس زباں پر "یا حسینؑ"

نسبتِ کامل ہماری رنگ لائے گی ضرور
ہو اگر تیری نگاہِ بندہ پرور، یا حسینؑ!

کہا یہ کس نے؟ کہ شبیرؑ کامیاب نہیں
وہ جنگ جیتی ہے جس کا کوئی جواب نہیں
مرے حسینؑ کا تاریخ میں جواب نہیں
یہ ہے حقیقتِ روشن خیال و خواب نہیں
نبیؐ کے بعد جو میدانِ کربلا میں ہوا
جہاں میں اس سے بڑا کوئی انقلاب نہیں
شباب و حُسن کی تصویر تھے علیؑ اکبر
پھر آج تک کہیں وہ حُسن وہ شباب نہیں
جوابِ تیر میں ہلکا سا اک تبسم تھا
اب ایسی جُراتِ معصوم کا جواب نہیں
یہ کس کے سوگ میں ہر موج سر پٹکتی ہے
فراتِ شرم سے کیا اب بھی آب آب نہیں
بتاؤ کیا ہے یہ رونا حسینؑ کے غم میں
اگر یہ پیرویِ فعلِ آں جنابؑ نہیں
اُسے بھلا کرم ابتلا سے کیا نسبت؟
وہ بدنصیب جو شائستہ خطاب نہیں
یزیدیت کی سزا چاہے کچھ سہی لیکن
حُسینیت سے ابا کیا خود اک عذاب نہیں؟
علیؑ کے لال پہ جس کی نظر نہ جم جائے
قسم خدا کی! اسے چشم انتخاب نہیں
ہزار گرم سہی خونِ دل، بجز غمِ شاہؑ
اک التہاب تو ہے، رُوحِ التہاب نہیں
ہمیں صفیں ابھی باطل سے پاک کرنی ہیں
نہ جانے کتنے ہیں ایسے جو بے نقاب نہیں
غمِ حسینؑ نکل جائے، دل سے ناممکن
متاعِ زیست لُٹا دوں؟ نہیں جناب نہیں
نجات کے لیے مُنہ کیا ہے پھر؟ اگر کامل
جبیں پہ خاکِ کفِ پائے بوترابؑ نہیں

صبر اور تفویض کے اک فردِ کامل ہیں حسینؑ
جادۂ تسلیم میں منزل بہ منزل ہیں حسینؑ
اک جہاں اُن کا فدائی، اک جہاں اُن پر نثار
ہر غلامِ مصطفےٰؐ کی جان ہیں، دِل ہیں حسینؑ
اعتبارِ چشمِ بینا آپ کے معیار پر
مثلِ فرقاں درمیانِ حق و باطل ہیں حسینؑ
چُن لیا جن کو خدا نے اپنی مرضی کے لیئے
دیکھنا! اُن کی صفِ اوّل میں شامل ہیں حسینؑ
ہے بجا ہر فخر اپنے ربط و نسبت پر انھیں
سلسلے میں آپ کے جو لوگ داخل ہیں حسینؑ!
امتحاں اُن کے لیے بھی ہیں مگر بدلے ہوئے
آج بھی جو آپ کی سُنت پہ عامل ہیں حسینؑ!
سر جُھکا جاتا ہے خود ہی سجدۂ تعظیم کو
فکرِ کامل کے لیئے ایسی بھی منزل ہیں حسینؑ
دیکھے دُنیا کا حال، اس سے حذر فرضِ عین
کَمْ خَدَعَتْ بِالْحَسَنْ کَمْ غَدَرَتْ بِالْحُسَیْنْ
عِنْدَ مَقَامِ الرِّضَا مَا الْفَزَعُ مَا الْجَزَعْ
ہو نہیں سکتے کبھی ایک جگہ صبر و بین

نامِ محرم کے ساتھ جاتے یہ کیا بات ہے؟
ہو گیا رخصت مری جاں کا سکوں، دل کا چین

داغِ غمِ شہؑ کے ساتھ رشکِ سحر شامِ غم
یہ نہ ہو حاصل جسے اس کے لیئے دِن بھی رین

سُنّتِ خیرالورا معرکۂ کربلا
بدلی ہوئی صورتِ غزوۂ بدر و حُنین

دشمنِ آلِ نبیؐ جتنے ہیں سب ایک ہیں
صفر سے بڑھ کر نہیں، تفرقہ عین غین

اک دلِ خالی میں کیا دخل ہے ایمان کا
مومنِ کامل وہی جس کی روش بین بین

منقبت حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کٹ رہی ہے عمر اک ترکِ عجم کی یاد میں
جس کا روضہ مہبطِ انوار ہے بغداد میں

آپ نے حق کے سِوا کھولی نہیں اپنی زباں
فرق کیا ہے؟ پھر خدا اور آپ کے ارشاد میں

ربط پیدا کر کے اُن سے اب یہ پائی آگہی
[illegible] عشق بھی ہے فطرتِ آزاد میں

اُن سے پوشیدہ نہیں ہے میرا کوئی حالِ دل
رہ گئی کیا بات پھر باقی لبِ فریاد میں

دین پر جب آ گئے پھر فرق فرماتے نہیں
ایک باہر کے غلام اور ایک خانہ زاد میں

جان دی ہے عمر بھر کامل نے جس کے نام پر
دم بھی وہ دے گا اُسی کی دھن اُسی کی یاد میں

سائے میں تمھارے دامن کے جس دن سے گزارا کرتے ہیں
سب اپنے عمل پر نازاں ہیں ہم زعم تمھارا کرتے ہیں

ہے اپنا وظیفہ صبح و مسا ہر حال میں یا غوث الاعظمؓ
جو ناز ہمارے سہتا ہے ہم اُس کو پکارا کرتے ہیں

اک حُسن مُکمّل ہوتا ہے اور چشمِ عقیدت ہوتی ہے
ہم آپ کے رُوئے انور کا جس وقت نظارا کرتے ہیں

آنکھوں میں ہمارے ساقی کی رہتے ہیں چھلکتے پیمانے
مے خوار اِن آنکھوں کا صدقہ آنکھوں سے اُتارا کرتے ہیں

یہ اہلِ نظر یہ دل والے بنتے ہیں نشانہ سب اُن کا
ہر تیر ٹھکانے لگتا ہے وہ تاک کے مارا کرتے ہیں

اس بندہ نوازی کے قرباں ہم اُن کی نظر کے صدقے میں
اک پردہ نشیں کا گھر بیٹھے بے پردہ نظارا کرتے ہیں

کچھ ربطِ محبت کے غرّے کچھ پُشت پناہی کے بھرّے
جب کوئی نہیں بھرتا حامی ہم اُن کو پکارا کرتے ہیں

فرقت میں کسی کی بے چینی ہم سے تو نہیں دیکھی جاتی
کیا اپنے کسی بندے کی تڑپ سرکار گوارا کرتے ہیں

دُنیا کے حسینوں کو کامل محبوبِ خُدا سے کیا نسبت؟
وہ خود کو سنوارے رہتے ہیں یہ سب کو سنوارا کرتے ہیں

خلاصہ پنجتن کا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ
مکمل فضلِ مولیٰ ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

نظر کی بات ہے اِس کو نظر والے ہی سمجھیں گے
مرا قبلہ ہیں کعبا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

کوئی گوشہ نہیں ہے پرتوِ انوار سے خالی
یہاں بھی جلوہ فرما ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

یہ دو چشمے ہیں چشمانِ ولایت کی کرامت کے
درِ فیضانِ مولا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

خُدائے پاک و بے ہمتا کی اک بے مثل قدرت کا
بڑا خاصہ نمونا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

ٹلی ہر ایک مُشکل صرف ان کے نامِ نامی سے
بڑی قوت کے آقا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

ہماری زندگانی ہے انھیں دونوں سے نسبت پر
سہارا سا سہارا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

انھیں سے روشنی پاتا ہوں اپنے خانۂ دل میں
مرے گھر کا اُجالا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

مہک پاتا ہوں اِن دونوں میں عطرِ بوترابی کی
مشامِ جاں کا سودا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

سکونِ قلبِ خاصاں ہیں، قرارِ جانِ پاکاں ہیں
نہ جانے کس کا جلوہ ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

یہ دو ہاتھوں میں دو دامن ہیں کامل حُسنِ نسبت سے
ہمارے دونوں آقا ہیں معین الدینؒ و محی الدینؒ

غزل

جو کم نظر ہیں اُن کو کیا خاک دکھائیں
وہ بے حجابیوں کو برہنہ جہاں بنائیں

بجلی سی ایک چمکی حیرت میں پڑ گئے ہم
اُس نے کبھی جو سُن لیں آنکھوں کی التجائیں

پھر حُسنِ برق وش ہے آمادۂ تجلّی
دیکھو ذرا سنبھل کر پھر ہوش اُڑ نہ جائیں

ہاں اے دستِ شوق تیری جرأت کو کیا ہوا ہے
آنکھوں سے لے رہا ہوں اُس شوخ کی بلائیں

انسان ہوں اور اپنے جُرمِ وفا کا قائل
میرے لیے یہ کب تک دُنیا کی ابتلائیں

آنکھیں بھی آپ کی ہیں اور دل بھی آپ کا ہے
جو گھر پسند آئے اُس میں حضور آئیں

بربادیِ تمنا، ناکامیِ محبت — کس کس کو تیری خاطر اپنے گلے لگائیں
ہاں! اے شکستہ پائی! لے چل کسی کے در تک — سجدوں کی آرزوئیں کچھ تو نکال آئیں

کیا ہو گیا ہے کامل! شعلوں سے کھیلتے ہو
دیکھو کہیں تمہارے دامن کو لگ نہ جائیں

تیرے سوا کسی کو اگر دیکھتا ہوں میں — یوں بھی تجھی کو جانِ نظر دیکھتا ہوں میں
فرصت کہاں؟ کہ غیر پہ ڈالوں کوئی نظر — ہونا ہے صرف تو ہی، جدھر دیکھتا ہوں میں
ہے ذرہ ذرہ حسن کی دنیا لیے ہوئے — کیا احترامِ اہلِ نظر دیکھتا ہوں میں
بنتے ہیں یہ ترے ہدفِ ناوکِ نگاہ — تاب و توانِ قلب و جگر دیکھتا ہوں میں
کتنوں کو تیرے عشق نے دیوانہ کر دیا — کس کس کو آج خاک بسر دیکھتا ہوں میں
کھلتا نہیں؟ کہ دل کو مرے کیا لگا دیا ہے — کیوں بار بار تیری نظر دیکھتا ہوں میں؟
ہر ایک کی کسی نہ کسی در پہ ہے نظر — ملجائے بیکساں ترا در دیکھتا ہوں میں
ہر چند پیار سے تجھے کہتا ہوں بے وفا — پھر بھی وفا میں اتنی کسر دیکھتا ہوں میں
آنکھیں بچھا رکھی ہیں ذرا آ کے دیکھ لو — کب سے تمہاری راہ گزر دیکھتا ہوں میں؟

کامل جنوں کی بات ہے پورے شباب پر
دیوانہ وار اُن کی نظر دیکھتا ہوں میں

ہم جو خود کو مٹائے جاتے ہیں — اُن کا نقشہ جمائے جاتے ہیں
بن ہی جائے گی دل کی بات کبھی — اُن کے گیسو بنائے جاتے ہیں
مسکراؤ نہ زیرِ لب ہمدم پر — ہنسنے والے ہنسائے جاتے ہیں

المدد ذوقِ لذتِ آزار! — حوصلے آزمائے جاتے ہیں
لطفِ پیہم سے تیرے حسنِ ملیح! — زخمِ دل مسکرائے جاتے ہیں
مہرباں ہو گیا کوئی شاید — ایسے آثار پائے جاتے ہیں
پھر وہی ہم، وہی درِ جاناں — پھر نصیب آزمائے جاتے ہیں
سبزۂ خط کے سبز باغ نہ دیکھ! — آدمی بھی چرائے جاتے ہیں

دل کی لب تک نہ لائیے کامل
بات کے پر لگائے جاتے ہیں

غمِ فراق سے دم گھٹ رہا ہے سینے میں — مزا نہیں ترے قدموں سے دور جینے میں
کسی طرح بھی یہ بجھتی نظر نہیں آتی — یہ کیسی آگ لگی ہے ہمارے سینے میں؟
نجات مل گئی افکارِ زندگی سے مجھے — بڑے مزے سے گزرتی ہے مر کے جینے میں
دلِ رہینِ ستم ہے حوادثات سرشت — نہاں ہیں سیکڑوں طوفاں اسی سفینے میں
بسی ہوئی ہے مرے دل میں حسن کی دنیا — سما گیا ہے سمندر اک آبگینے میں
مری وفا کی تمھیں یوں تو قدر کیا ہو گی — خدا کرے مرا دل ہو تمہارے سینے میں
نظر میں رہتی ہیں چشمانِ مستِ ساقی کی — گزر رہی ہے شب و روز اپنی پینے میں

مروں تو دفن کہیں کیجیے مجھے کامل
رہے گی روح تو میری مگر مدینے میں

جنسِ دل لایا ہے کوئی عشق کے بازار میں — اطلاعاً عرض کر دو حسن کی سرکار میں
کر کے ہر اک آرزو کو اُن کی مرضی پر نثار — اک ذرا سا دخل پایا ہے مزاجِ یار میں

کیوں نہ میں اُن کو پکاروں بے ارادہ بار بار
کچھ عجب لذت ہے اُن کے نام کی تکرار میں

ہر گزرگہ پر کئے جاتا ہوں آنکھیں فرشِ راہ
اب یہ حالت ہو گئی ہے انتظارِ یار میں

اللہ اللہ بندشیں اِس عالمِ تقیید کی
سرو سا آزاد بھی پابند ہے گلزار میں

مستقل فرقِ شعور و آگہی کی بات ہے
دیدۂ خود بیں میں ہو یا دیدۂ خود دار میں

اعتبارِ معتبر پہ ہے مدارِ نام و حکم
ایک ہی رشتہ سہی تسبیح میں زنّار میں

چاہو جس پردے سے جھانکو پردہ رہ سکتا نہیں
تم ہی تم ہو دیدۂ شائستۂ دیدار میں

ہے سکونِ مستقل فی الجملہ اک پیغامِ موت
جان آتی ہے تڑپنے سے ترے بیمار میں

جنسِ ناقص کا بھی گاہک مل گیا کاملؔ مجھے
کھنچ گئی ہے میرے دل سی شے نگاہِ یار میں

ہم مسلسل کرم ان کے نہ ستم دیکھتے ہیں
ایک ہنگامۂ بے ربطیٔ غم دیکھتے ہیں

خود بخود شکر سے ہر شکوہ بدل جاتا ہے
جب ستم ان کے باندازِ کرم دیکھتے ہیں

تیرے ہر پردے نے بے پردہ کیا خود ہی تجھے
چھپنے والے! تجھے سو طرح سے ہم دیکھتے ہیں

دفعتہً حوصلے بڑھ جاتے ہیں اپنے دل کے
جب کسی شوخ کو مائل بہ کرم دیکھتے ہیں

دل سے دُھل جاتا ہے خود خونِ تمنا کا ملال
اُن کے مژگاں جو ذرا سے کبھی نم دیکھتے ہیں

ماہ ذی حجہ و شوال کی تخصیص نہیں
"عید ہو جاتی ہے جب اُن کے قدم دیکھتے ہیں"

دوست، دشمن کی نظر ایک نہیں ہو سکتی
جلوہ یوں عام نہ کر! آ تجھے ہم دیکھتے ہیں

ہم تو کاملؔ کو بہر حال خدا شاہد ہے
آپ کا بندۂ بے دام و درم دیکھتے ہیں

اے شعلۂ جوّالہ جب سے لو تجھ سے لگائے بیٹھے ہیں
اک آگ لگی ہے سینے میں اور سب سے چھپائے بیٹھے ہیں

ہے عشق کی دُنیا میں بھی اٹل قانونِ عمل اور ردِّ عمل
دل توڑ کے جانے والے بھی دل اپنا گنوائے بیٹھے ہیں

تسکین کی صورت اس میں ہے کونین کی دولت اس میں ہے
تصویر کسی کی ہم اپنے سینے سے لگائے بیٹھے ہیں

سب کھیل اُسی خود سر کے ہیں سب رُوپ اُسی دلبر کے ہیں
ہم تہمت ہستی سے سر پر طوفان اُٹھائے بیٹھے ہیں

ہم کھوئے ہوؤں کو چارہ گرو جس حال میں بھی ہیں رہنے دو
جینے دو اُسی کی مرضی پر دل جس سے لگائے بیٹھے ہیں

اک ضد ہے فقط محبوبانہ اک ہٹ ہے فقط معشوقانہ
آنکھوں سے اُنھیں چھپنے دیجے دل میں تو سمائے بیٹھے ہیں

اک شوخ ادائی ہے ورنہ منظور ہے کب پردہ کرنا
وہ اپنے ہی جلوؤں میں اپنے جلوؤں کو چھپائے بیٹھے ہیں

جب دین گیا ایمان گیا پھر جان و دل کا ذکر ہی کیا
اب ہار بنے یا جیت رہے بازی جو لگائے بیٹھے ہیں

کیا کوئی اُٹھا سکتا ہے ہمیں اب اُن کے در سے اے کاملؔ
ہم اُن کے بُلائے آئے ہیں ہم اُن کے بٹھائے بیٹھے ہیں

غمزۂ حُسن کی قسم تیرا کرم کہاں نہیں؟
دیدۂ تر بتلائے گا دل کو اگر زباں نہیں

ایک دلیلِ عشق ہے آہ نہیں فغاں نہیں
اِس کے سوا تو اور کچھ وہم نہیں گماں نہیں

کون وہ ایسا در ہے جو آپ کا آستاں نہیں
آپ تو ہر جگہ ملے آپ کہاں کہاں نہیں

میں ہوں کسی خیال میں آپ کو ہے گماں کچھ اور
عشق سے بدگماں ہوں میں حُسن سے بدگماں نہیں

جائیں گے کس کے در پہ ہم اب درِ یار چھوڑ کر
ہے یہی ایک در جہاں منّتِ پاسباں نہیں

عشق نے جب سمیٹ لیں حُسن کی سب تجلّیاں
اُس کی ہر ایک داستان کیا مری داستاں نہیں

خود کو تلاش کیا کروں اُس کو تلاش کیوں کروں
میرا نشاں کہیں نہیں اُس کا نشاں کہاں نہیں

محوِ جمالِ یار ہوں حُسنِ خیالِ یار ہوں
نقشِ کمالِ یار ہوں ہستی رائگاں نہیں

کام چلے تو کیا چلے شاہد و بادہ کے بغیر
رِند ہی رِند ہیں یہاں مجمعِ قدسیاں نہیں

فضل کی بات اور ہے ورنہ ہیں خوش خیالیاں
راہ نوردِ شوق اگر تیرے قدم جواں نہیں

کاملِ خستہ جاں ترا بندۂ ناتواں ترا
لائقِ رحم ہے شہا قابلِ امتحاں نہیں

جُرمِ الفت کا حضور! آپ پہ الزام نہیں
عشق بدنام سہی، حُسن تو بدنام نہیں

اُس کا کوچہ ہے، تمتع کا یہاں نام نہیں
ساتھ رکھنا ہے کفن، جامۂ احرام نہیں

تُو نے خود اپنی جفاؤں کا بنایا عادی
اب مجھے تیری وفاؤں سے کوئی کام نہیں

کام کیا ہے تری فرقت میں تڑپنے کے سوا!
تو نہیں ہے تو گھڑی بھر مجھے آرام نہیں

بات پردے کی ہے، پردہ ہی پڑا رہنے دو
نام قاتل کا بتا دوں، یہ مرا کام نہیں

لٹنے والے کے لیے جرمِ محبت کی سزا
جس نے لوٹا ہے، اسی پر کوئی الزام نہیں

ہے محبت ہی محبت سے حیاتِ کاملؔ
تم پہ مرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں

مری آرزو مرا مدعا کوئی اور اس کے سوا نہیں
غمِ یار ہے تو یہاں ہے مجھے کیا کمی مجھے کیا نہیں؟

تری بے نیازی کا فتنہ گر مجھے کوئی تجھ سے گلا نہیں
تو ہزار بار جدا رہے تری یاد دل سے جدا نہیں

یہ کہاں کا روگ ہے کیا کہوں مرے دل کو چین ذرا نہیں
وہ ملیں تو کوئی مرض نہیں نہ ملیں تو کوئی دوا نہیں

نہیں فرق ذات و صفات میں کہ صفات جمع ہیں ذات میں
میں کہیں بھی اُس سے الگ نہیں وہ کہیں بھی مجھ سے جدا نہیں

جو گزرتی ہم پہ ہے چارہ گر تجھے خاک بھی نہیں کچھ خبر
تجھے سوزِ عشق ملا نہیں ترے دل میں درد ہوا نہیں

یہ ملا ہے درد نصیب سے اسے نسبتیں ہیں حبیب سے
گلۂ حبیب طبیب سے یہ شعارِ اہلِ وفا نہیں

کبھی نالہ لب پہ جو آ گیا تو کسی نے ہنس کے یہ کہہ دیا
اُسے کوئی حق نہیں عشق کا جسے خوئے صبر و رضا نہیں

ترے حُسن ہی کی نمود ہے یہ جو عشق کا بھی وجود ہے
مجھے راس کب مری بود ہے یہ "انا" بھی میری انا نہیں

ترے ہاتھ میری فنا بقا ترے ہاتھ میری سزا جزا
مجھے ناز ہے کہ ترے سوا کوئی اور میرا خُدا نہیں

وہی اُن کی شوخ تجلیاں وہی کامل اور وہی بجلیاں
کہے کون کیا ہیں یہ شوخیاں کہ مجالِ چون و چرا نہیں

کوئی حقیقتوں میں گم اور کوئی مجاز میں
رنگِ نیاز مختلف، اس کی حریمِ ناز میں

کیا نہ گزر گئی اِدھر بندگی و نیاز میں
غیرتِ خواجگی اُدھر آج بھی خوابِ ناز میں

رہ گئی لب تک آ کے جب راز کی بات راز میں
حال وہ اپنا کہہ گئے ایک نگاہِ ناز میں

حُسن میں پختہ کاریاں، عشق میں سادہ لوحیاں
ایک صفت ہے ناز میں، ایک صفت نیاز میں

کھل نہ سکا کبھی یہ راز، کب سے ہوئی ہے ساز باز
حُسنِ فریب کار میں، عشق جنوں نواز میں

قصّۂ دردِ مختصر، بات بڑھی کچھ اس قدر
کھو گئی خود بخود سحر، غم کی شبِ دراز میں

آگ لگی کبھی کہیں، شعلہ اُٹھا کبھی کہیں
شعبدہ بازیاں ہوئیں سوز میں اور ساز میں

تیرے کرم کے فیض یاب ایک نہیں ہزار ایاز
غزنویت کی شان ہے تیرے ہر اک ایاز میں

ایسی عبادتیں ہی کیا؟ جن میں نہ ہو کوئی مزا
آپ نہ ہوں جو روبرو، لطف نہیں نماز میں

مِل گیا ان کے ساتھ ہی، کامل جاں نثار بھی
لُٹ گئے جو حضور کی ایک نگاہِ ناز میں

جو وقت بھی مِلا اس دو دن کی زندگی میں
کچھ بے خودی میں گزرا کچھ فکرِ آگہی میں

دُنیا سے لے نہ جاؤں حسرت یہ جی کی جی میں
تم ایک دن تو مِلتے دو دن کی زندگی میں

اک آگ سی لگا دی اُس نے ہنسی ہنسی میں
کیا کیا نہ کھیل بگڑے اس دل کی دل لگی میں

ہم پاسِ وضع میں ہیں، وہ اپنی خودسری میں
اب کون رحم ڈالے، اللہ! اُن کے جی میں

اے سوزِ عشق! تُو نے کی ہے کمی یہ پوری
اک نقص رہ گیا تھا تکمیلِ زندگی میں

یہ حُسن کی کرامت، یہ عشق کا تصرّف
ان کی زبان پر تھی گزری جو اپنے جی میں

آنکھیں ملا کے اُن کی آنکھوں سے پی رہا ہوں
ہے فرضِ عین یہ بھی رندانہ مشربی میں

ہر کارواں سرا کو منزل سمجھ نہ لینا
ایسے مقام صدہا آتے ہیں زندگی میں

پُوجا گیا کبھی وہ، پُوجے گئے کبھی ہم
کیا کیا نہ رنگ دیکھے دورانِ بندگی میں

کیا شے ہے جبرِ اُلفت، یہ کھُل گئی حقیقت
ہنسنا پڑا کبھی جب افسردہ خاطری میں

ہم اپنی دُھن میں گم تھے، وہ مُسکرا رہے تھے
ایسا بھی وقت ہم پر گزرا ہے زندگی میں

ہر جلوۂ تعین دامِ نظر ہے کاملؔ
دیکھو یہ رہ نہ جائے اُلجھی ہوئی کسی میں

کرتے ہو چارہ سازئ دل مہرباں کہاں — جس دل میں دردِ عشق ہو درماں وہاں کہاں
چاہے مقامِ وصل ہو یا منزلِ فراق — رہتا ہے چشمِ تر ترا احساں کہاں کہاں
ہاں اے ہجومِ جلوہ! ذرا کھو تو جاؤں میں — پھر میں کہاں، یہ قیدِ مکان و زماں کہاں
تخصیصِ جلوہ اور نہ دیر و حرم کی قید — پہنچی ہے لے کے ان کی تمنا کہاں کہاں
تعریف اور حُسن کی، پھر وہ بھی حُسنِ یار — ہم کو ملی ہے اتنی مکمل زباں کہاں
جب تک نہ کچھ لگاؤ ہو دل کو کسی کے ساتھ — لطفِ گداز و لذّتِ سوزِ نہاں کہاں

شائستۂ نظارہ مگر ہر نظر نہیں — ورنہ نگاہِ شوق سے جلوے نہاں کہاں
سرکار! بات کیجیے اپنے مقام کی — ہم ناتواں غریب کہاں امتحاں کہاں

کاملؔ! ہے میرے سامنے اک منزلِ یقیں
اب مَیں کہاں، یہ عالمِ وہم و گماں کہاں

سمائی لامکاں والے کی اور دل کے مکانوں میں
زمیں پر دُھوم ہے اور کھلبلی ہے آسمانوں میں

کہیں ہوگا کسی صورت جگر میں ہو کہ دل میں ہو
تمھارا درد رہتا ہے انھیں مہمان خانوں میں

سمجھ میں کچھ نہیں آتا محبت جرم ہی کیا ہے
مچی ہے دُھوم کیوں اتنی ہمارے مہربانوں میں

نگاہِ مستِ ساقی نے پلائی ہے جو آنکھوں سے
شرابِ ناب یہ ملتی کہاں ہے بادہ خانوں میں

دلِ ناعاقبت اندیش! کوئی حد بھی ہے آخر
ارے کمبخت! ڈالا تُو نے کن کن امتحانوں میں

چمن ہی جب اُجڑ جائے تو پھر کیا ڈر اسیری کا
رہا اب فرق کیا باقی قفس میں آشیانوں میں

تمھیں کاملؔ! تمھاری یہ شکستِ دل مُبارک ہو
رہا کرتے ہیں وہ اکثر انھیں ٹوٹے مکانوں میں

چمن کی داستاں بھی کچھ عجب ہے داستانوں میں
عنادل کی جگہ زاغ و زغن ہیں آشیانوں میں

اب اپنی ہر نئی اُفتاد پر یہ غور کرتا ہوں
زمیں یہ کب سے شامل ہو گئی ہے آسمانوں میں

لگا دو آگ اب سارے تصوّر ہائے ماضی کو
جگہ کچھ رہ گئی ہے صرف مزدوروں کسانوں میں

اسے بھی یاد کر کے آنے والی نسل روئے گی
زمانہ یہ بھی ہوگا، کل کے دن اگلے زمانوں میں

متاعِ قوم یہ کتنی گراں مایہ ہے۔ کیا کہئے
اگر روحِ عمل بیدار ہو ان نوجوانوں میں

تمھیں حق ہے کہ چاہو جس زباں میں گفتگو کر لو
بس اک اُردو نہ بولی جائے دُنیا کی زبانوں میں

لگا دی گوشے گوشے میں یہ کس نے آگ گلشن کے
عنادل کس مزے سے سو رہے تھے آشیانوں میں

چمن اُجڑا کچھ ایسا، لُٹ گئی دُنیا و مافیہا
گُل و بلبل کے قصّے رہ گئے باقی فسانوں میں

گلستاں سے عنادل نے اگر رختِ سفر باندھا
تو پھر چاہے کوئی بس جائے اُن کے آشیانوں میں

جو گُل خود رو نہیں، محتاج ہیں وہ آبیاری کے
خُدا پیدا کرے احساسِ فرض اِن باغبانوں میں

وہاں بھیڑوں کے گلّے کا خُدا حافظ ہے اے کاملؔ
جہاں سب بھیڑیے داخل ہوئے ہوں پاسبانوں میں

آپ کو پاتا نہیں جب آپ کو پاتا ہوں میں
یا تو کھو جاتا ہوں یا پھر کھو دیا جاتا ہوں میں

آئینہ بن کر مقابل اُس کے جب آتا ہوں میں
بندگی میں بھی خُدائی کی جھلک پاتا ہوں میں

کچھ تڑپ جاتا ہوں کچھ تڑپا دیا جاتا ہوں میں
کیا محبت جرم ہے جس کی سزا پاتا ہوں میں

حد سے بڑھ جاتی ہے جب کیفیتِ وارفتگی
ہر قدم پر اک فریبِ آرزو کھاتا ہوں میں

کام بن جاتے ہیں اِس دیوانگی میں سیکڑوں
کچھ بنایا جا رہا ہوں کچھ بنا جاتا ہوں میں

کچھ مقام ایسے بھی آتے ہیں سلوکِ عشق میں
ایک گم در گم حقیقت بن کے رہ جاتا ہوں میں

ایک دُھن، ایسی بھی ہوتی ہے کسی کی یاد میں
جاگتا ہوں دل سے اور آنکھوں سے سو جاتا ہوں میں

پنجۂ دستِ دعا سے بھی خلاصی مل گئی
اُس کی مرضی جب سے اپنا مدعا پاتا ہوں میں

تہمتِ مرکز گریزی سے بچایا عشق نے
اُس کے در سے ہر جگہ وابستگی پاتا ہوں میں

فکرِ عقبیٰ کر کے ناحق وقت کیوں ضائع کروں
اُس کو خود ہی لاج ہوگی جس کا کہلاتا ہوں میں

جانے کیوں؟ وہ اور بھی کچھ دُور آتے ہیں نظر
فکر کی منزل میں جتنی دُور بھی جاتا ہوں میں

اُس کی شانِ دستگیری سے کچھ ایسا عشق ہے
احتراماً بالعمد بھی ٹھوکریں کھاتا ہوں میں

لُٹ گئی کامل جہاں ساری متاعِ زندگی
کیا تماشا ہے وہیں سے زندگی پاتا ہوں میں

آگہی شیوۂ احساسِ فسوں کار نہیں / جو خبردار ہُوا، وہ بھی خبردار نہیں
اب شرافت کا جہاں میں کوئی معیار نہیں / صورتِ انساں کی ہے انسان کا کردار نہیں
کون رہتا ہے دمِ جلوہ؟ خدا ہی جانے / کس سے پوچھوں کہ کوئی محرمِ اسرار نہیں
جاں نثاری میں بھلا جان کی قیمت ہی کیا؟ / عشق جھوٹا ہے اگر جذبۂ ایثار نہیں
جستجو کیوں ہے حقایق کی؟ بتاؤ تو سہی / فطرتِ انساں کی اگر حق کی طلبگار نہیں
اور کچھ درد ہے وہ جس کا مداوا ہو جائے / یاد رکھو، دردِ محبت تو وہ زنہار نہیں

آج حق گو کے لیئے تو ہیں سزائیں سب کچھ / اور اگر کہیئے "انا الحق" رسن و دار نہیں
ہم نے کیوں اپنی یہ تہذیب و ثقافت چھوڑی؟ / کمتری کا یہی احساس تو ادبار نہیں؟
بختِ بیدار نے سو بار جھنجھوڑا لیکن / جاگنے کے لیے ہم آج بھی تیار نہیں
دل محبت نے جھکایا تو نگاہیں بھی جھکیں / جنگ جو آنکھ بھی اب برسرِ پیکار نہیں
جنسِ دل تیرے بھروسے پہ لیئے بیٹھا ہوں / کون اسے پوچھے؟ اگر تو بھی خریدار نہیں
دیکھ لوں گا تمہیں اور چین سے مر جاؤں گا / اتنا ہو جائے تو مرنا مجھے دشوار نہیں

دیکھنا حُسن کے اندازِ محبت، کامل!
مُنہ سے اقرار نہیں، آنکھوں میں انکار نہیں

پابند ہم ہی قیدِ زمان و مکاں کے ہیں
تم ساتھ ساتھ ہوں تو یہ جھگڑے کہاں کے ہیں؟

احسان میری جاں پہ کس آرامِ جاں کے ہیں؟
کیا تم بتا سکو گے یہ فتنے کہاں کے ہیں؟

گھٹی میں ہے تمہاری محبت پڑی ہوئی
دل دادہ ہم ازل سے غمِ جاوداں کے ہیں

اک سینا سے کم نہیں یہ خاکدانِ دہر
ہم بھی وہیں کے ہیں، ترے جلوے جہاں کے ہیں

بنتا ہوں میں نشانہ جدھر بھی وہ رُخ کریں
یہ سارے شعبدے مرے بختِ جواں کے ہیں

بھرتے ہیں سب نقوشِ وفا میں اُنھیں سے رنگ
ٹکڑے کہیں کہیں جو مری داستاں کے ہیں

بے اختیار آپ جو ہونے نہ دیں کبھی
خوگر ہم آہ کے ہیں نہ عادی فغاں کے ہیں

یہ رنگِ رُخ، یہ اشکِ رواں اور یہ اضطراب
غمّاز سارے عشق کے سوزِ نہاں کے ہیں

کٹتی ہے صرف تیرے اشاروں پہ زندگی
ہم تو بلانے والے تری ہاں میں ہاں کے ہیں

اب تک تو زندگی تھی کرم پر حضور کے
کیا لائق آج ہم بھی کسی امتحاں کے ہیں؟

ناوک نئے سہی پہ نشانے نئے نہ ہوں
ان کو وہیں بٹھائیے شایاں جہاں کے ہیں

اُن کی زباں کے ساتھ نہیں خود اُنھیں کا دل
دشمن کھلی زباں سے جو اُردو زباں کے ہیں

کل تک جہاں کا سبزہ بھی مجھ کو نہ غیر تھا
بیگانہ گُل تک آج اِسی گلستاں کے ہیں

چُپکے سے کس نے چھیڑ دیا دل کے ساز کو
میں غور کر رہا ہوں، یہ نغمے کہاں کے ہیں

نسبت تو ہے کسی سے بہر حال کچھ نہ کچھ
کامل فقیر ہم بھی کسی آستاں کے ہیں

لے! اپنے دَروں کی پہلے خبر، باہر سے تجھے کچھ کام نہیں
وہ جلوہ تجھی میں پنہاں ہے، جو جلوہ فرازِ بام نہیں

شفاف نہ جب تک رابطہ ہو، پردوں سے نظارہ عام نہیں
جلووں کو تمھارے چُن لینا، ہر ایک نظر کا کام نہیں

واقف ہُوں لٹیری نظروں سے، یہ وہم و خیالِ خام نہیں
دل لُوٹ لیا اور کہتے ہو، یہ میری نظر کا کام نہیں

الفاظ کسی کے کچھ بھی سہی، مقصودِ دو عالم تم ہی تو ہو
کس دل میں تمھاری یاد نہیں، کس لب پہ تمھارا نام نہیں؟

احساسِ خودی سے خودداری، اِنسان میں پیدا ہوتی ہے
وہ اِنساں کیا جس اِنساں میں احساسِ خودی کا نام نہیں

وہ جس پہ کرم فرماتے ہیں، یہ ظرف اُسی کو ملتا ہے
خم مُنہ سے لگا کر پی جانا، ہر رند کے بس کا کام نہیں

کیا کہیے مآلِ عشق ہے کیا؟ صرف ایک مقامِ ہُو کے سوا
آغاز کی منزل والوں کو، معلوم ابھی انجام نہیں

ہر چیز کی اک حد ہوتی ہے، جو حد سے بڑھا برباد ہُوا
آزادی فطرتِ اِنساں کی بے راہ روی کا نام نہیں

کیوں آئے ہیں ناصح کیا جانے؟ ہیں جمع جہاں سب دیوانے
اربابِ جنوں کی محفل میں، اصحابِ خرد کا کام نہیں

عیبوں میں جو کامل ہے اس کو کیا جانے خریدا کیوں تم نے
سرکار! کھری تو بات یہ ہے، کھوٹے کے کہیں بھی دام نہیں

اِدھر تو آؤ، ہم کب سے تمہاری راہ تکتے ہیں
نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں، فقط یوں ہی سسکتے ہیں

بعنوانِ غمِ دل ہم اگر کچھ کہہ بھی سکتے ہیں
نہ جانے کس لیے پہروں تری صورت کو تکتے ہیں

مناظر دیدنی ہیں میرے رنگا رنگ داغوں کے
زمینِ گلشنِ دل ہی میں ایسے گُل بھبکتے ہیں

الٰہی کیا کروں؟ قابو سے باہر ہو ہی جاتا ہوں
کسی کی یاد میں بے ساختہ آنسو ٹپکتے ہیں

سبھی غمازِ غم ہیں، چاہے نالے ہوں کہ آہیں ہوں
محبت کے تو گُل سو سو طریقوں سے مہکتے ہیں

نہ کانٹے بن کے جیتے ہیں، نہ گُل ہونے کا دعویٰ ہے
یہ ہم کیا جانیں؟ کیوں دُنیا کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں

یہ قدرت کے تماشے کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتے
کہیں اِنساں سسکتے ہیں، کہیں ساغر کھنکتے ہیں

بہکنا بادہ خواروں ہی پہ کیا موقوف ہے صاحب!
کوئی پی کر بہکتا ہے، تو کچھ یوں بھی بہکتے ہیں

محبت کی ہے، چوری تو نہیں کی؟ کیوں ڈروں کامل!
زبانِ خلق کا کیا، بکنے والے یونہی بکتے ہیں

وہی کچھ حسن کے جلووں کا پورا لطف پاتے ہیں
جو اپنے دل کو خود اک مستقل کعبہ بناتے ہیں

وہ آتے جاتے جب سازِ نفس کو چھیڑ جاتے ہیں
مرے اجزائے ہستی سب اُنھیں کے گیت گاتے ہیں

محبت ہو اگر سچی، تو ایسے دن بھی آتے ہیں
وہ اپنے ناز برداروں کے خود بھی ناز اُٹھاتے ہیں

خبر اُس وقت ہوتی ہے، وہ جب ناوک لگاتے ہیں
نشانہ کوئی ہو، جس کو اُڑانا ہو اُڑاتے ہیں

محبت کے کھلاڑی ہار کر بھی جیت جاتے ہیں
وہ اتنا جان کر ہی جان کی بازی لگاتے ہیں

جو اُس پر مر مٹے اُن سے ہزاروں فیض پاتے ہیں
انھیں مُردہ نہ سمجھو، وہ تو مُردوں کو جِلاتے ہیں

نظر حدِ تعین سے جہاں آگے نہیں بڑھتی
وہاں کچھ حسن کے بے قید جلوے مسکراتے ہیں

ہمیں وہ بھول جائیں تو گلہ کیا بھول جانے کا
جب اُن کی یاد میں اپنے کو ہم خود بھول جاتے ہیں

کفن میں منہ چھپانا، حُسن سے اک چھیڑ ہے گویا
جو ہم سے منہ چھپاتے تھے، ہم اُن سے منہ چھپاتے ہیں

تعجب کیا؟ اگر بے نُور ہوں آنکھیں ضعیفی میں
سحر جب ہونے آتی ہے ستارے جھلملاتے ہیں

یہ مجھ پر تہمتِ ہستی نہیں تو اور پھر کیا ہے؟
حقیقت سے جو کورے ہیں، وہ بے پَر کی اُڑاتے ہیں

وجودِ غیر وہمی ہی سہی، مشہود ہو کیوں کر؟
نظر کے زاویوں پر تک تو وہ پہرے بٹھاتے ہیں

شرابِ عبدیت ہر پینے والے کو نہیں پچتی
یہ وہ مے ہے کہ جس کو ظرف والے ہی پچاتے ہیں

اثر ہو یا نہ ہو نالوں کا لیکن یہ بھی کیا کم ہے
کسی عنواں وہ میرا دردِ دل کچھ سُن تو پاتے ہیں

کبھی کچھ اس طرح آواز آ جاتی ہے کانوں میں
وہ جیسے پاس ہی مدھم سُروں میں گنگناتے ہیں

سہارا مل گیا ہے جب سے اُن کی دستگیری کا
قدم دانستہ لغزش سے بھی اکثر ڈگمگاتے ہیں

کہے دیتی ہیں نظریں حالِ دل آنکھوں ہی آنکھوں میں
چھپاؤ لاکھ، لیکن دل کے گوشے کھل ہی جاتے ہیں

مرے بس کی نہیں ترکِ محبت، کیا کروں؟ ناصح!
میں جتنا بھولنا چاہوں، وہ اتنا یاد آتے ہیں

نمک پروردۂ حُسنِ ملیحِ یار ہوں کامل
اسی نسبت سے دل کے زخم سارے مسکراتے ہیں

اُس کے دیدار کی حسرت میں تڑپتا ہوں میں
اور پھر خود ہی حجابِ رُخِ لیلا ہوں میں

عشق اور حُسن کی مربوط تمنا ہوں میں
خود تماشائی ہوں اور خود ہی تماشا ہوں میں

خود ہی بیمار ہوں اور خود ہی مسیحا ہوں میں
درد کا درد، مداوے کا مداوا ہوں میں

خار بھی ہوں تو بڑے کام کا کانٹا ہوں میں
جس کی آنکھوں میں کھٹکنا ہے کھٹکتا ہوں میں

سامنے ہے مرے ماحول کا اک ردِ عمل
مطمئن آج بہ اندیشۂ فردا ہوں میں

میں نہ چاہوں بھی تو آنسو نکل آ جاتے ہیں
کیا کروں درد سے مجبور کچھ ایسا ہوں میں

تُو وہ میں ساری خدائی کی لگا ہُوں لیکن
مجھ کو یہ تک نہیں معلوم ابھی کیا ہُوں میں

معتبر کون ہے؟ کیا جانے یہ بین العدمین
کس کی یہ نفی ہے؟ اور کس کو مٹاتا ہوں میں؟

ایک بے بود کی بود اور بعنوانِ وجود
ہائے کس شوخ کا ڈالا ہُوا نقشا ہُوں میں

اپنی ہستی کو سمجھ لوں تو سبھی کچھ سمجھوں
وقت کا آج بھی ایک تقاضا ہُوں میں

نام سے یوں بھی ترے نسبت کامل ہی تو ہے
کیا ہُوا تیری محبت میں جو رسوا ہوں میں؟

خزاں رسیدہ کہاں؟ مژدۂ بہار کہاں؟
چلا ہے لے کے مجھے اے خیالِ یار کہاں؟

غمِ دوام کہاں؟ حسنِ مستعار کہاں؟
ہمارے دل کی طرح لالہ داغ دار کہاں؟

کسی کے حسنِ فسوں ساز کا تماشا ہوں
یہ اعتبار بھی خود میرا اعتبار کہاں؟

فروغِ داغِ محبت کی شمع لے کے چلو
جو یہ نہیں تو چراغِ سرِ مزار کہاں؟

گناہ گار کو یہ بھی بڑا سہارا ہے
وعید، وعدہ کے مانند استوار کہاں؟

بتائے کوئی یہ کیا ہیں محرکاتِ وجود؟
خدا نہیں تو خدائی کا اعتبار کہاں؟

کسی کے ہاتھ پہ بک آئے ہیں ازل ہی سے
بجز ہمارے کسی کو یہ افتخار کہاں؟

دیا ہے درد کسی نے تو کچھ تڑپ لیں گے
ملے گا پھر ہمیں یہ وقت بار بار کہاں؟

قرار لے کے بھی کامل قرارِ دل کو نہیں
یقینِ وعدہ سہی تابِ انتظار کہاں؟

ہر اک اعتبار سے آج تک ہُوں فقط فریبِ خیال میں
مری زندگی کا شمار ہے، نہ فراق میں نہ وصال میں

وہ حسیں، ہر ایک ادا حسیں، مگر اتنی سب کو نظر نہیں
کوئی روپ شانِ جمال میں، کوئی روپ شانِ جلال میں

نہیں جس پہ عشق کا کچھ اثر، بھلا اُس کی حسن پہ کیا نظر
اُسے کیا بسنت کی ہو خبر، جو رنگا نہ جائے گلال میں

ہوئے حسن و عشق جو دوبدو، رہی دو دلوں کی اک آرزو
کبھی اُس کے غمزۂ شوخ میں، کبھی میری چشمِ سوال میں

مرا یار مجھ سے جدا کہاں، ہے وہی عیاں ہے وہی نہاں
مرے دل کے ساتھ مری زباں، وہی قال میں وہی حال میں

مرے غور و فکر کے زاویوں پہ ہیں پہرے ایسے لگے ہوئے
یہ مجال ہے کہ ترے سوا کوئی آ تو جائے خیال میں

یہ وہی ہے کامل باوفا، کہ جہاں کہیں بھی رہا رہا
ترے ذکر میں تری فکر میں تری دھن میں تیرے خیال میں

فقط انہیں کو وہ اپنا شمار کرتے ہیں
ہنسی خوشی سے جو سب کچھ نثار کرتے ہیں

غلط روش ہے، غلط اعتبار کرتے ہیں
گلوں کو چھوڑ کے جو کانٹوں کو پیار کرتے ہیں

کبھی خدا کے لیے، یہ بھی سوچ، مردِ خدا! تجھے بھی اپنا وہ بندہ شمار کرتے ہیں؟
نگاہِ قہر میں بھی مہر ڈھونڈھنے والے ستم ہزار ہوں، کب اعتبار کرتے ہیں
جبیں پہ اُن کی شکن بھی، مجھے تو نقشِ کرم خفا ہیں مُنہ پہ، مگر دل سے پیار کرتے ہیں
بیک کرشمہ ہزاراں جہانِ دل تاراج وہ اک نگاہ میں کتنوں پہ وار کرتے ہیں
حدودِ جیب و گریباں سے بڑھ چکے آگے ہم اب لباسِ خودی تار تار کرتے ہیں
ہوس کو نامِ جُنوں دینے والے دیوانے جُنوں کو سب کی نگاہوں میں خوار کرتے ہیں
قرار پھر نہیں ملتا تمام عُمر اُسے وہ ایک بار جسے بے قرار کرتے ہیں
یہ امتحان، یہ آپ، اور یہ مجھ سا بے مایہ گناہ گار ہوں، کیوں شرمسار کرتے ہیں

یہ دل ہی اپنا ہے **کامل**، نہ جان ہی اپنی
نگاہِ یار سے سودا اُدھار کرتے ہیں

ہے جنھیں دیدار کی خواہش نظر پیدا کریں
پہلے اپنا جائزہ لیں، پھر اُسے دیکھا کریں
ہم کو دیوانہ سمجھتے ہیں، تو وہ سمجھا کریں
اہلِ ظاہر کی ہم اس دیوانگی کو کیا کریں
حُسن پردوں ہی سے تابِ دید کرتا ہے عطا
یہ اگر سچ ہے تو پھر وہ عمر بھر پردا کریں
کم سے کم اتنی کشش تو ہو جبینِ شوق میں
خود اُدھر کھنچ آئے کعبہ ہم جدھر سجدا کریں

حُسن سے اک عاریت ہے، عشق کا سارا وجود
کوئی مِلک اپنی نہیں، کس چیز کا دعوا کریں؟
مرگِ اُلفت کی حیاتِ جاوداں کو چھوڑ کر
اِس دو روزہ زندگی کی بھیک لے کر کیا کریں؟
سرفروشی عشق کی فطرت میں ہے، پھر فکر کیا؟
چلئے اور چل کر کسی سے یوں بھی اک سودا کریں
عمر بھر کی بندگی میں اک بجز داغِ جبیں
"بندگی نا آشنا" سجدوں سے حاصل کیا کریں؟
جلوۂ بے قید کو بے قید نظریں چاہئیں
ورنہ قسمت میں اُلجھنا ہے تو پھر اُلجھا کریں
چھیڑ سی اک دل میں پیدا ہو رہی ہے بار بار
حُسن بے پروا کو اب کچھ اور بے پروا کریں
کچھ نہیں حسنِ عمل **کامل**! بجز حُسنِ قبول
صرف اُس کا مُنہ تکیں، اُس کی نظر دیکھا کریں

کیا ایک نظر کی زحمت بھی، اے جانِ جہاں! منظور نہیں
میں چاہے کسی قابل نہ سہی، تیرے تو کرم سے دُور نہیں
ہرچند فقط مختار نہیں، ہرچند فقط مجبور نہیں
اک آہ تو بھر لوں اپنی خوشی، اتنا بھی مجھے مقدور نہیں

ہاں! حق تو ادا کر لیتا ہوں، اے دوست! ترے ہر جلوے کا
لیکن کبھی دیکھوں تیرے سوا، توہینِ نظر منظور نہیں

ہے جتنا تقرب اُن سے جسے، اُتنا ہی کسا جاتا ہے اُسے
آئینِ محبت سب سے نئے، پھر کوئی نیا دستور نہیں

یہ داغِ محبت ہے جب تک، تاریک نہیں ماحول مرا
ہر شب ہے شبِ مہ میرے لیے، کوئی بھی شبِ دیجور نہیں

احوالِ دروں کی انساں کے، غماز نگاہیں ہوتی ہیں
آنکھوں میں نظر مستور سہی، آنکھوں سے نظر مستور نہیں

وہ راہ نوردِ شوق ہوں میں، مشتاق ہیں راہیں خود میری
جب ہاتھ میں دامن ہے اُن کا، پھر کوئی بھی منزل دور نہیں

دل جس کا نہ ہو اندھا اُس کی آنکھیں ہوں اگر بے نور تو کیا
ہاں! اس پہ مگر کچھ غور کرو، دل ہی تو کہیں بے نور نہیں

جو چاہیں کہیں یہ دیوانے، آئینِ وفا سے بیگانے
مُشرک ہوں اگر قدموں پہ ترے، سجدوں کے لیے مامور نہیں

جب میں ہی نہ ہوں، ہوتا ہے کوئی، پاتا ہے جہاں کھوتا ہے کوئی
کیا اس میں مقامِ حیرت ہے یا جلوہ نہیں یا طور نہیں

بے وجہ نہیں یہ اشکِ رواں، ملتی ہیں محبت کی کڑیاں
تم پاس بھی ہو کر پاس نہیں، ہم دُور بھی رہ کر دُور نہیں

ہر گھاؤ ہے کاملؔ مژدۂ نو، ہر داغِ حیاتِ غم کی نوید
جینے کا مزہ کیا خاک ملے، زخموں سے اگر دل چور نہیں

ایسے جینے کی خوشی ممکن نہیں
جو کبھی ممکن، کبھی ممکن نہیں

ترکِ جرمِ عاشقی ممکن نہیں
یہ نہیں تو زندگی ممکن نہیں

حق نگر، حق بیں نظر جب تک نہ ہو
حق یہ ہے حق آگہی ممکن نہیں

اک نفس بھی اپنی مرضی جی سکوں
"بندگی بے چارگی" ممکن نہیں

تم نہ ہوں جب تک ہمارے سامنے
بندگی سی بندگی ممکن نہیں

ہوش کھوتے ہیں فقط صاحب نصیب
سب سے یہ دیوانگی ممکن نہیں

وہ تو ہیں میرے، کوئی ہو یا نہ ہو
ان کے ہوتے بے کسی ممکن نہیں

زندگانی ہے کہ تلبیسِ حیات
فرق کرنا واقعی ممکن نہیں

ہر وجودِ ثانوی افسانوی
اعتبارِ ثانوی ممکن نہیں

ماورائے فہم بھی ہے ایک یافت
جو سوائے عاشقی ممکن نہیں

بھول جاؤں کاملؔ اپنے آپ کو
مجھ سے ایسی بے خودی ممکن نہیں

عشق جز شیوۂ تسلیم و رضا کچھ بھی نہیں
آرزوئے دلِ اربابِ وفا کچھ بھی نہیں

اُن کے جلووں سے نگاہوں کو ملا کچھ بھی نہیں
کھو کے خود رہ گئیں پلٹے تو پڑا کچھ بھی نہیں

شکوۂ جور و جفا فطرتِ غم ہے ورنہ
حُسن اک شوخ ادائی کے سوا کچھ بھی نہیں

وقت ضائع نہ کرو، چارہ گرو! ہوش کی لو!
دردمندانِ محبّت کی دوا کچھ بھی نہیں

دل کا ارمان تری پُرسشِ احوال کے ساتھ
تھا تو سب کچھ، مگر اک آن میں تھا کچھ بھی نہیں

غم نہ ہوتا تو نہ ہوتی کبھی تعمیرِ حیات
وہ عمارت ہی غلط، جس کی بِنا کچھ بھی نہیں

زندگی اک حرکت، اور حرکت وجہِ بقا
دل کو دیکھو، کہ تڑپنے کے سوا کچھ بھی نہیں

حُسنِ جلوہ ہے، مظاہر کی یہ رنگا رنگی
عشق کی لو بھی خود اس کے سوا کچھ بھی نہیں

قابلِ رحم ہیں پردوں میں اُلجھنے والے
کم نگاہوں کو حقیقت کی ہَوا کچھ بھی نہیں

میرے ساقی سے ذرا آنکھ ملا لو تو سہی
پھر نہ کہنا نگہِ ہوش رُبا کچھ بھی نہیں

عقل میں علم سے اک جہل کا احساس بڑھا
اب یہ معلوم ہے، معلوم ہُوا کچھ بھی نہیں

مرضیِ یار پہ جینے کے لئے آیا ہُوں
میری قسمت میں دُعا ہو کہ دوا کچھ بھی نہیں

اُٹھ گئی نسبتِ تملیک سو کیا خُوب ہوا
سب سے بے فکر ہیں اب اپنا رہا کچھ بھی نہیں

موت بس کی، نہ حیات اپنی خوشی کی کامل
بندگی جبرِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں

نہ سہی کچھ بھی اگر حُسن مکافات نہیں
کیا مرے واسطے کافی تری اک ذات نہیں؟

حسرتِ دید کی جب تم نے تلافی کردی
کیا وہ ساعت ہی مجھے حاصلِ مافات نہیں؟

بات کیا ہے؟ کہ وہی میں ہوں وہی تم لیکن
اب وہ آنکھوں میں محبّت کے پیامات نہیں

ظلم دُنیا میں کبھی وجہِ تعجّب ہوگا
اِس زمانے میں تو حیرت کی کوئی بات نہیں

غور کرنا ہے مجھے اپنی ہی تبدیلی پر
میں بدل جاؤں تو بدلے ہوئے حالات نہیں

دُور ہو جائے اگر حفظِ مراتب کا خیال
ہے وہ توہینِ مساوات، مساوات نہیں

مجھ کو ڈرنا نہیں ماحول کی تاریکی سے
ہو نہ جس شب کی سحر، ایسی کوئی رات نہیں

کیوں نہ اس بعدِ خیالی پہ ہنسی آئے مجھے
وصل میں ہجر بھی حیرت کی کوئی بات نہیں

چشمِ خوابیدہ کا دل نے بھی دیا ہو کبھی ساتھ
تیری فرقت کی قسم! ایسی کوئی رات نہیں

تم جزا دو کہ سزا اپنے پرستاروں کو
عشق پروردۂ احساسِ مکافات نہیں

تیری خدمت میں بس اک نسبتِ کامل کے سوا
بے نوا ہوں مرے پلّے کوئی سوغات نہیں

مر کے جینے کی کرامت کیا کہوں؟ عاشقوں کی خرقِ عادت کیا کہوں؟
حادثہ نذرِ غم کی نسبت کیا کہوں؟ کیا کہوں؟ جبرِ مشیّت کیا کہوں؟
بے نیازِ بادہ و پیمانہ ہوں چشمِ ساقی کی عنایت کیا کہوں؟
دل کی دھڑکن ہو کہ آنکھوں کی نمی ہے یہ سب کس کی بدولت کیا کہوں؟
نامرادی بھی تو ہے غم کی مراد اس عزیمت کو ہزیمت کیا کہوں؟
تم تو واقف ہو دلوں کے حال سے تم سے ہے کتنی محبت؟ کیا کہوں؟
بھول جاتا ہوں گلے شکوے تمام نیچی نظروں کی کرامت کیا کہوں؟
غم شکن، پیماں شکن، توبہ شکن حسنِ کافر کی علامت کیا کہوں؟

اُن کی وہ بہکی نگاہیں یاد ہیں پختہ کارانہ شرارت کیا کہوں؟
اک ذرا نسبت کسی سے ہو تو جائے اُس کی مستی، اُس کی لذت کیا کہوں؟
اپنا دشمن بھی ہوا مجھ کو عزیز احترامِ آدمیت کیا کہوں؟
فرشیوں کا رشتہ جاں عرش تک کتنی دُوری؟ کیسی قربت؟ کیا کہوں؟
تم سے نسبت ہے مدارِ زندگی
نسبتِ کامل کی نسبت کیا کہوں؟

کتنے تیر اُن کی نگاہوں کے اتاروں دل میں
دیدۂ شوق نے ڈالا ہے عجب مشکل میں

تیرے جلووں کے سوا کیا ہے نگاہ و دل میں
تو ہی تو ہے مرے احساس کی ہر منزل میں

حسنِ کافر کو ہر اک پردے سے چھپتے دیکھا
جلوے ہیں ایک ہی لیلیٰ کے ہر اک محمل میں

اپنے ہمراہ یہ کس کس کو لگا لائے تھے
آپ کے ساتھ بسی ساری خدائی دل میں

موت سے پہلے محبت میں سکوں کیا معنے
جان آتی ہے تڑپنے سے دلِ بسمل میں

اُس کے خرمن پہ الٰہی! نہ کبھی آنچ آئے
بجلیاں جس نے یہ بھردی ہیں ہمارے دل میں

بے رُخی سے تری آنسو نکل آئے میرے
چھوڑ دی بات محبّت کی بھری محفل میں

بدگمانی تو محبّت میں ہُوا کرتی ہے
تم یہ کیوں روٹھ گئے، دل کی لڑائی دل میں

عشق کو عشق کے مفہوم میں کہتے ہیں جسے
محض مجبور ہے بندہ تو اسی منزل میں

کام کی ہے یہی دیوانگیِ عشق مری
کچھ اضافہ ہی ہوا اس سے شعورِ دل میں

مر مٹے ہیں جو محبّت میں یہ اُن سے پوچھو
کیسی راحت ہے درِ یار پہ گِل در گِل میں

جس کا جو ہوتا ہے، رکھتا ہے اُسی سے نسبت
میرے مولیٰؑ مجھے یاد آئے ہر اک مشکل میں

جب صفت ذات سے ہٹ کر نہیں پائی جاتی
اک کڑی یہ بھی سہی، رابطۂ کامل میں

اُن کا ہو کر خود اُنھیں اپنا بنا سکتا ہوں میں
کھو دیا سب کچھ تو، پھر سب کچھ ہی پا سکتا ہوں میں

اپنے دشمن کو بھی سینے سے لگا سکتا ہوں میں
آپ کی خاطر یہ زحمت بھی اُٹھا سکتا ہوں میں

ہوتے ہوتے ہو گئی حاصل مجھے فہمِ ستم
آپ کے ہر جور پر اب مسکرا سکتا ہوں میں

پی بھی لوں آنسو تو آخر رنگِ رُخ کو کیا کروں؟
سوزِ غم کو کیا کسی عنواں چھپا سکتا ہوں میں

رازداری میرا شیوہ، پردہ داری میرا کام
راز کی باتیں کسی کو کیا بتا سکتا ہوں میں

عشق پر تکیہ تو ہے، خود اعتمادی کی دلیل
حُسنِ سرکش کو بھی کیا اپنا بنا سکتا ہوں میں

تجھ سے اتنی بڑھ گئی ہے نسبتِ وارفتگی
جس کو چاہوں تیرا دیوانا بنا سکتا ہوں میں

بے ارادہ کچھ ٹپک پڑتے ہیں آنسو بھی وہاں
زندگی کی جس روش پر مسکرا سکتا ہوں میں

خانۂ دل میں اُتر آتی ہے جس کی ہر نظر
اُس سے اپنے دل کے گوشے کیا چھپا سکتا ہوں میں

جس دوراہے پر بھی مجھ کو چھوڑ دے ذوقِ طلب
اُن کا دامن تھام کر منزل کو پا سکتا ہوں میں

آتشِ غم کس کے بس کی ہے، جو میرے بس کی ہو
اور بھڑکا لوں، اگر اس کو بجھا سکتا ہوں میں

یہ غرورِ بندگی ہے، اُن سے نسبت کے طفیل
یہ سلامت ہے تو ہر بازی لگا سکتا ہوں میں

تم مرے رونے پہ ہنستے ہو، خُدا ہنستا رکھے
یہ بھی کیا کم ہے، کہ رو کر تو ہنسا سکتا ہُوں میں
سوزِ دل خود مستقل دولت ہے **کامل** عشق کی
اپنے ہم چشموں سے آنکھیں تو مِلا سکتا ہُوں میں

یاد آگیا، وہ بھولنے والا، نہ جانے کیوں؟
ہر حال میں یہ دل ہے اُسی کا نہ جانے کیوں؟
کھاتا ہُوں بار بار میں دھوکا، نہ جانے کیوں؟
قسمت میں ہے فریبِ تمنّا، نہ جانے کیوں؟
جس غم نے ساری زیست کا نقشہ بدل دیا
لیتا ہُوں پھر اُسی کا سہارا، نہ جانے کیوں؟
یہ کس کے التفات نے دیوانہ کر دیا؟
ہُوں آج سب میں ایک تماشا، نہ جانے کیوں؟
وارفتگانِ عشق سے کیا ایسا بیر تھا؟
چھوڑا خرد نے ساتھ ہمارا، نہ جانے کیوں؟
سودا زدہ سے تیری محبت کے عمر بھر
بنتا نہیں ہے پھر کوئی سودا، نہ جانے کیوں؟
یہ نیند موت کی ہے، کہ غفلت کی نیند ہے؟
سوتا پڑا ہے سارا زمانا، نہ جانے کیوں؟

جو تیر بھی چلا ہے تمھاری نگاہ سے
میرے ہی دل میں وہ اُتر آیا، نہ جانے کیوں؟
دیوانگی کی بات کوئی کیا بتا سکے
سر پھوڑنا پڑا مجھے اپنا، نہ جانے کیوں؟
میں چیستاں نہ تھا کوئی قرطاسِ دہر پر
دُنیا نے پھر بھی مجھ کو نہ سمجھا، نہ جانے کیوں؟
منشا بھی میرا، جب مرا منشا نہیں رہا
وہ پوچھتے ہیں پھر مرا منشا، نہ جانے کیوں؟
میں تو ملوں جہاں میں سبھی سے بصد خلوص
سب سے مگر یہ دل نہیں ملتا، نہ جانے کیوں؟
تھی آپ کی وہ ایک تجلّی، نہ جانے کیا؟
غش کھا گیا تھا دیکھنے والا، نہ جانے کیوں؟
اُٹھتے نہیں ہیں پاؤں مرے کوئے یار سے
مجھ کو پسند ہے یہی دُنیا، نہ جانے کیوں؟
ہر غم کو بھولتا ہُوں ترے غم کے سامنے
کرتا ہُوں غم سے غم کا مداوا، نہ جانے کیوں؟
کامل جنونِ عشق کہو، یا کمالِ عشق
کھاتا ہُوں خود بہ یار کا دھوکا، نہ جانے کیوں؟

ہمارے خاک کے اُڑا اُڑا کر وہ اپنا نقشہ جما رہے ہیں
مجال کس کی جو اُن سے پوچھے، حضور! یہ کیا بنا رہے ہیں؟
محبت ایسی بُری بلا ہے، فریبِ نظارہ کھا رہے ہیں
ہم اُن کے دھوکوں کو جان کر بھی، پھر اُن کے دھوکے میں آ رہے ہیں
نئے نئے داغ دے کے دل کو، نئے نئے گُل کھلا رہے ہیں
غریب عاشق کا دخل ہی کیا؟ وہ اپنے گھر کو سجا رہے ہیں
وہ ہم پہ مشقِ ستم سے اپنے، ہمارا دل آزما رہے ہیں
کرم کا مصدر بنے ہوئے ہیں، ستم کا مرکز بنا رہے ہیں
ہمارا کیا حال پوچھتے ہو، تڑپ رہے تلملا رہے ہیں
نفس نفس سوزِ مستقل ہے، مزے محبت کے آ رہے ہیں
وہی نگاہوں میں بس رہے ہیں، وہی تصور پہ چھا رہے ہیں
کھُلی ہوں یا بند میری آنکھیں وہی کھڑے مُسکرا رہے ہیں
نظر اُٹھاتے ہیں جس طرف بھی، وہی نظر ہم کو آ رہے ہیں
وجودِ ہر شے ہے جن کے دم سے اُنھیں کو ہر شے میں پا رہے ہیں
مجسّم اک شعر و نغمہ بن کر، جو زیرِ لب گنگنا رہے ہیں
وہی ہیں فکر و نظر کا مرکز اُنھیں کے ہم گیت گا رہے ہیں
ہے جس سے میری حیات روشن، نہیں، نہیں کائنات روشن
وہی تو ہے شمعِ بزمِ عالم، اُسی سے ہم لَو لگا رہے ہیں

دیا ہے دَم جس کی ہر ادا پر، میں جس سے مجبور ہوں وفا پر
جنابِ واعظ! مجھے اُسی سے خبر نہیں، کیوں ڈرا رہے ہیں؟
کسی کی یہ شوخیاں تو دیکھو! یہ ہم سے ہمدردیاں تو دیکھو!
جو آگ دل میں دبی ہوئی تھی، اُسے ہوا دے کے جا رہے ہیں
یہ کیوں سویرا سا ہو چلا ہے، نقاب کس نے اُلٹ دیا ہے
یہ چاند کیوں پڑ گیا ہے پھیکا، ستارے کیوں جھلملا رہے ہیں
خبر نہیں کس نے فتح پائی، شکست حصے میں کس کے آئی
ہماری دُنیائے دل بدل کر وہ جانے کیوں مُسکرا رہے ہیں
وہی تو مقصودِ دل ہیں کامل، وہی تو ہیں زندگی کا حاصل
وہ میری دُنیائے آرزو میں شریکِ ہر مدعا رہے ہیں
اِس عشق میں سودا جان کا ہے، اور جان کا سودا کھیل نہیں
آغازِ تمنا کھیل سہی، انجامِ تمنا کھیل نہیں
ہوں دل میں اگر ارماں پیدا، پھر عشق و ہوس میں فرق ہی کیا
مٹی میں ملانا ہے خود کو، دل اُن سے لگانا کھیل نہیں
ہم اُن کے تولائی بن کر، ہم اُن کے تماشائی بن کر
خود ایک تماشا بن تو گئے، پھر بھی یہ تماشا کھیل نہیں
نادان طبیبو! چارہ گرو! وقت اپنا عبث ضائع نہ کرو
اب مجھ کو خدا پر چھوڑ بھی دو! اِس غم کا مداوا کھیل نہیں

اس گلشنِ ہستی میں ہر جا، ہیں خار بھی گُل کے پہلو میں
کانٹوں سے نمٹ کر پھر اُن سے دامن کو بچانا کھیل نہیں

حنظل ہو کہ شربت پی جائیں، وہ جیسے جِلائیں جی جائیں
سو بار مریں، سو بار جئیں، اِس طرح گزارا کھیل نہیں

آسان نہیں موسیٰؑ نفسی، یہ بات نہیں سب کے بس کی
ہے طور کا ہر ذرّہ شاہد، بے پردہ نظارا کھیل نہیں

شمشیر بکف قاتل ہو کھڑا، اور کوئی رہے سجدے میں پڑا
کہتی ہے زمینِ کرب و بلا، اس شان کا سجدا کھیل نہیں

بے فکر ہے کامل عالَم سے، آزاد ہے ہر قیدِ غم سے
اب لاج تمھیں کو رکھنی ہے، دیوانہ بنانا کھیل نہیں

نہیں کیا کچھ نگاہِ دیدہ ور میں
ہے ساری کائنات اُس کی نظر میں

ہماری زندگی کا ساز و ساماں
کسی کی اک عنایت کی نظر میں

نگاہوں کا تصادم، کیا بتاؤں؟
بدل جاتی ہے دُنیا اک نظر میں

نظر بے قید کر، جلوے ہیں بے قید
نہ رکھ آزاد کو قیدِ نظر میں

ہر اک شے میں اُنھیں کو دیکھتا ہوں
وہ جب سے بس گئے میری نظر میں

دل و جاں سے نہ کیوں قربان جاؤں
عجب مستی ہے ساقی کی نظر میں

ادائیں یوں تو اُن کی سب حسیں ہیں
نظر کی بات ہے پھر بھی نظر میں

وہ کانٹا بھی گلستاں کا مبارک
کھٹک جائے جو دشمن کی نظر میں

ادائے حُسن یہ خالی نہیں ہے
ہزاروں راز ہیں نیچی نظر میں

نہ جانے اُس نے کیا جادو چلایا؟
مری دُنیا بدل دی اک نظر میں

مرا جاتا ہوں اُس کی ہر نظر پر
پیامِ زیست ہے جس کی نظر میں

بتا سکتی ہے میزانِ نظر ہی
ہمارا کیا وزن ہے اُن کی نظر میں

کسی کی عیب چینی کیا کروں گا
خود اپنے عیب ہیں میری نظر میں

اُنھیں میں دیکھ پاؤں یا نہ پاؤں
یہ کیا کم ہے، کہ ہوں اُن کی نظر میں

سمجھ میں آئیں گی کامل کی باتیں
اگر ہو روشنی فکر و نظر میں

سر سے پا تک اک عمل بے مدّعا دل ہو گیا
عشق کرنا ہے تو پہلے عشق کے قابل ہُوا

چھوڑ لے سر اپنا ہر طوفان اپنے زور پر
موج سے کھیلو تو خود اک مستقل ساحل ہُوا

توڑ بھی ڈالو کہیں وہمی گھروندوں کو تمام
لے کے اک محکم یقیں معمارِ مستقبل ہُوا

اُس کو اپنی آرزوئے دل بنانا سہل ہے
بات تو جب ہے، کہ اُس کی آرزوئے دل ہُوا

موت سے کیا واسطہ ہے کشتگانِ ناز کو
اُس کو کیا مارے اجل، پھر جس کے تم قاتل ہُوا

سب پہ پڑتی ہیں شعاعیں آفتابِ حُسن کی
شرطِ اوّل یہ ہے کامل جوہرِ قابل ہُوا

لیے پھرتا ہوں آنکھوں میں کسی کے آستانے کو
مرا جی چاہتا ہے ہر طرف کعبہ بنانے کو

شعورِ بندگی بخشوں اگر سارے زمانے کو
خراجِ سجدہ دلوا دوں اُنھیں کے آستانے کو

سلیقہ آگیا ہے غم کو اپنا کر گزرنے کا
اجازت دیجیے، جی چاہتا ہے مسکرانے کو

مری تغییر کچھ تنہا نہیں، تغییرِ عالم ہے — بدل جاؤ تم پھر شاید بدل ڈالوں زمانے کو
ہمارے اشکِ خونیں کا تماشا دیکھتے جاؤ! — بڑا رنگیں بنایا ہے محبت کے فسانے کو
نہ جانے، طائرِ روحِ مقید کو ہوا کیا ہے؟ — قفس میں رہتے رہتے بھول بیٹھا آشیانے کو
سرو رِ بندگی کی ایک ہلکی بات بھی سن لو — ہمارے سر سے نسبت ہے تمہارے آستانے کو

مری ہستی میں کامل! کس نے اپنا روپ دھارا ہے
خبر لو! کس نے بدلا ہے حقیقت سے فسانے کو؟

"ماسوا المحبوب" کوئی اس کی منزل میں نہ ہو
آرزو بھی بت ہے، یہ بھی خانۂ دل میں نہ ہو
کیا یہ ممکن ہے، کہ دل ہو اور وہ دل میں نہ ہو
زندگی ضائع کہیں تحصیلِ حاصل میں نہ ہو
اس تصوّر میں کھٹک جاتا ہوں اپنے آپ سے
غیر کا یوں بھی گزر اب تیری محفل میں نہ ہو
لازماً حرف آئے گا شانِ کریمی پر تری
گوہرِ مقصود جب تک دستِ سائل میں نہ ہو
عام ہو جائے اگر عرفاں صفات و ذات کا
کوئی آویزش ہی پیدا حق و باطل میں نہ ہو
حیدرِ کرّار سے مولیٰ کے ہوتے فکر کیا
بندۂ مشکل کشا! مایوس مشکل میں نہ ہو

انفرادیت کے دامن کو جو کر دے داغدار
ایسی کمزوری تو کامل فردِ کامل میں نہ ہو

کچھ تو یاروں نے رنگا عشق کے افسانے کو — کچھ بہاروں نے ہوا دی ترے دیوانے کو
وہ ترے آنے کو اور وہ مرے کھو جانے کو — ہو گیا جوڑ، تو پر لگ گئے افسانے کو
نام لے لے کے ترا لوگ مرے لیتے ہیں — اور دیوانہ بنا دیتے ہیں دیوانے کو
ترکِ مے بھی کہیں ممکن ہے ترے رندوں سے — آج کے روٹھے، کل آجائیں گے میخانے کو
اب نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا تمھارا دامن — منہ لگایا ہی نہ ہوتا کسی دیوانے کو
تاڑ جاتی ہیں مجھے تاڑنے والی نظریں — میں جو رکتا ہوں کبھی تیری قسم کھانے کو
ہو کا عالم ہے، اداسی سی اداسی ہے تمام — کھا گئی کس کی نظر آپ کے دیوانے کو
جانے کس باغ کی مولی ہیں جنابِ ناصح — آپ کو دیکھیے، آپ آئے ہیں سمجھانے کو
کسی قندیل میں ہو اور کہیں روشن ہو — شمع سے عشق ہے ہر حال میں پروانے کو
کوئی بیگانہ اگر ہو تو میں اپنا بھی سکوں — جس کا جی چاہے بتا دے مجھے بیگانے کو
کچھ حقیقت کی طرف بھی ہیں اشاراتِ لطیف — صرف افسانہ نہ سمجھو مرے افسانے کو

لاکھ پُر عیب ہوں، بندہ ہوں کسی کا کامل
کیا یہ نسبت مجھے کافی نہیں اترانے کو

دل کے پہلو میں کوئی جانِ تمنا بھی تو ہو
زندگی جب تک ہے جینے کا سہارا بھی تو ہو
تم ہی وجہ دردِ دل، تم ہی مداوا بھی تو ہو
میرے قاتل ہی نہیں، میرے مسیحا بھی تو ہو

اے نگاہِ التفاتِ یار! تیرا شکریہ
کیا کروں عرضِ تمنا؟ کچھ تمنا بھی تو ہو

اِس جنونِ عشق کا آخر الٰہی! کیا علاج؟
جس پہ مرتے ہیں کسی دن اُس کو دیکھا بھی تو ہو

ہیں ہر اک پردے سے پیدا حُسن کی سو شوخیاں
سیکڑوں جلوے ہیں لیکن آنکھ والا بھی تو ہو

رابطہ جس میں برابر کا نہ ہو، وہ ربط کیا؟
ہم کسی کے ہیں تو پھر کوئی ہمارا بھی تو ہو

ہاں! کبھی افسانۂ فرقت بھی باور کر سکوں
لیکن اک لمحہ بغیر اُس کے گزارا بھی تو ہو

کام دے جاتی ہیں آنکھیں بھی زبانِ شوق کا
آدمی میں بات کرنے کا سلیقا بھی تو ہو

اے خدائے عشق! یوں بربادیِ کامل نہ کر
ہر ادائے حُسن پر اک مرنے والا بھی تو ہو

چمکے وہی ہر طرح سے تم جس کو ضیا دو!
تم چاہو تو اک ذرّے کو خورشید بنا دو!

صدقہ نگہِ مست کا! کچھ اور پلا دو!
باقی ہے ابھی ہوش، مجھے ہوش رُبا دو!

اک غفلتِ بیدار کا دلدادہ ہوں میں بھی
کونین سے کھویا ہوا ہشیار بنا دو!

سب کچھ ہے اِسی آئینۂ دل میں نہاں
اِس شیشے پہ احساس کا پارا تو چڑھا دو!

کیا حال کہوں تم سے میں بیماریِ دل کا
تم اچھے مسیحا ہو، کچھ اچھی سی دوا دو!

چھٹ جائے گا قیدی کوئی صدقے میں تمھارے
بن جائے گی بگڑی مری، تم لب جو ہلا دو!

خوش بخت وہی ہے، وہی قسمت کا دھنی ہے
تم جس کی طرف دستِ کرم اپنا بڑھا دو!

اُس کے لیے پھر کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہے
چوکھٹ سے اگر اپنی کسی کو تم اٹھا دو!

ہاں! تم سے محبت کا گنہگار ہوں بے شک
تم مالک و مختار ہو، جو چاہو سزا دو!

سرکار! یہ کس دن کے لیے حُسن کی دولت
سائل ہوں تمھارا، مجھے اپنا سا بنا دو!

بھولو نہیں احسانِ محبت کہیں کامل!
یہ سوز تمھیں جس نے دیا اُس کو دعا دو!

سوزِ غم مجھ کو بہر قیمت گوارا کیوں نہ ہو
عشق پھر بھی عشق ہے، ہر چند رسوا کیوں نہ ہو

اقتضائے حُسن ہی سے عشق پیدا کیوں نہ ہو
دامنِ یوسف تو ہو، دستِ زلیخا کیوں نہ ہو

کون سی شے ہے، جو اُس کے حُسن کی مظہر نہیں
ہر تمنا مجھ کو اُس کی ہی تمنا کیوں نہ ہو

راز اگر میلانِ رحمت کا کسی دن کھل گیا
بے گنہ زاہد کو مجھ سے رشک پیدا کیوں نہ ہو

اُن کو اپنانے کی اک تدبیر شاید یہ بھی ہے
بے تمنائی بھی خود حُسنِ تمنا کیوں نہ ہو

اُن کے آگے جز سرِ تسلیم، کس کی کیا مجال؟
کون کہہ سکتا ہے؟ "ایسا کیوں ہو، ایسا کیوں نہ ہو"
اپنے مولیٰ کا تو لاثانی ہوں کامل کیا کروں؟
وہ ہیں سب میں جلوہ گر، سب سے تولا کیوں نہ ہو

بیمارِ محبت ہوں، ترساؤ نہ صورت کو — بھولے سے کبھی آؤ، تم بھی تو عیادت کو
مختار ہو تم صاحب! جو چاہو کرو لیکن — اتنا بھی ستانا کیا مجبورِ محبت کو؟
اُس قادرِ مطلق کے بندے ہی جو ہم ٹھہرے — ہنستے ہوئے سہنا ہے ہر جبرِ مشیّت کو
جس حال میں وہ رکھیں اُس حال میں ہم خوش ہیں — مدت ہوئی دفنائے احساسِ مصیبت کو
جو غم میں مسرت کی کھلنے کو ہوئے پیدا — بدبخت وہ کیا جانیں خم و غم کی مسرت کو
اک بعد خیالی سے ہٹ کر غمِ فرقت کیا؟ — مفلوج نہ ہونے دو احساسِ معیت کو
وہ پشت پناہی پر آجاتے ہیں قوت سے — چھیڑے نہ کوئی اُن کے پروردہ نسبت کو
سرکار کے بندے کا بس دل ہی بھر آنا ہے — آنکھوں کی نمی بس ہے تحریکِ عنایت کو

افسانۂ ہستی میں مضمر ہے حقیقت بھی
بھولو نہ کہیں کامل تم اپنی حقیقت کو

نعتِ شریف

سرتاجِ رُسل، حضرتِ سلطانِ مدینہ — اے صلِّ علیٰ عظمتِ سلطانِ مدینہ
قرآن بھی ناطق ہے، فقط میں نہیں کہتا — ہے طاعتِ حق، طاعتِ سلطانِ مدینہ

سمجھوں کہ مجھے ہو گیا دیدارِ خدا کا — ہو جائے اگر رویتِ سلطانِ مدینہ
اللہ دکھا دے تو میں دل چیر کے رکھ لوں — وہ صورتِ حق، صورتِ سلطانِ مدینہ
عشاق کی جنت تو حقیقت میں وہیں ہے — ہو جائے جہاں رویتِ سلطانِ مدینہ
صدقہ مرے سرکار کا کس نے نہیں پایا — کونین پہ ہے رحمتِ سلطانِ مدینہ
اس حال میں آرام سے میں جی نہیں سکتا — تڑپائے نہ کیوں فرقتِ سلطانِ مدینہ
کچھ فرق نہیں، حبِ خدا، حبِ نبی میں — ہے الفتِ حق الفتِ سلطانِ مدینہ

کامل سا گنہگار بھی بخشا گیا دیکھو
اللہ غنی! نسبتِ سلطانِ مدینہ

کرم ہو جائے تو کر لوں نظارا یا رسول اللہ
نہیں ہے جراتِ عرضِ تمنا یا رسول اللہ
تمھیں سے نسبتِ وارفتگی پر فخر کرتے ہیں
تمھیں پر ہے ہمارا ناز سارا یا رسول اللہ
مری بخشش تو کیا دُنیا کی بخشش کے لیے بس ہے
تمھاری چشمِ رحمت کا اشارا یا رسول اللہ
خود اپنا ظلِ رحمت آپ کو حق نے بنایا ہے
اُٹھا کر آپ سے ہر ایک سایا یا رسول اللہ
قسم اللہ کی سارے مظاہر یوں ہی رہ جاتے
اگر تم کو خدا پیدا نہ کرتا یا رسول اللہ

عمل: کیسے عمل، کس کے عمل، اور اُن کی قیمت کیا!
مجھے تو دیجیے اپنا اُتارا یا رسول اللہ

مجسم رحمتِ حق کا تصور جب ہوا کامل
نظر میں پھر گیا نقشہ تمہارا یا رسول اللہ

حق ہمیشہ سے رہا حق کے پرستار کے ساتھ
حق کا دیدار بھی ہے آپ کے دیدار کے ساتھ

شانِ رحمت نے ہیں اپنے نکھارے جوہر
اک ادا خاص ہے ہر ایک طرح دار کے ساتھ

زحمتیں سب درِ طیبہ پہ پہنچنے تک ہیں
بھولی جاتی ہیں وہ اک سایۂ دیوار کے ساتھ

اُن کے کمبل کے سوا اور کہاں جائے پناہ
کچھ سمجھ کر ہیں وہ مجھ جیسے سیہ کار کے ساتھ

غش ہوئے حضرتِ موسیٰ تو تعجب کیا ہے؟
ہوش کب رہتے ہیں باقی نگہِ یار کے ساتھ

یوں تو دُنیا میں حسیں کتنے ہی دیکھے؟ لیکن
میرے سرکار کی خوبی مرے سرکار کے ساتھ

عشق، اور عشق کا اندازہ ہی کتنا کامل
کس نے دیکھا ہے انھیں حسن کے معیار کے ساتھ

منقبتِ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ

یہ مانتا ہوں بات خدا کی خدا کے ساتھ — لیکن خدا ملا مجھے غوث الوریٰ کے ساتھ
جادے پہ چل وفا کے کسی باوفا کے ساتھ — منزل کی فکر ہے تو نکل رہنما کے ساتھ
اُس کا شمار کس میں ہے، خود جان لیجیے — جس کو کوئی لگاؤ نہیں اولیا کے ساتھ
آتی ہے بو یہاں مجھے پیروں کے پیر کی — بغداد میں ہیں آج دکن کی فضا کے ساتھ

دل دادگانِ شیوۂ تسلیم کی قسم!
کامل بھی یاد آئے گا نامِ وفا کے ساتھ

منقبتِ حضور سلطان الہند غریب نواز رضی اللہ عنہ

مری نگاہ کا حق بھی دلا دو یا خواجہ! — تڑپنے والے کو صورت دکھا دو یا خواجہ!
رہے نہ ایک بھی بندہ کوئی تہی دامن — عطا کی شان کچھ ایسی دکھا دو یا خواجہ!
غریب میں بھی ہوں اے خواجہ غریب نواز! — غریب کا بھی تو حصہ دلا دو یا خواجہ!
زمانہ دیکھ کے حیرت زدہ سا رہ جائے — بنانا ہو تو کچھ ایسا بنا دو یا خواجہ!
اُترنے پائے نہ پھر عمر بھر نشہ اُس کا — شرابِ عشق کچھ ایسی پلا دو یا خواجہ!

تمہارے در کا اک ادنیٰ غلام ہے کامل
کچھ اپنے حسن کا صدقہ دلا دو یا خواجہ!

کس مپرسی میں غریبوں کے سہارے خواجہ — تیری اِس آن کے صدقے مرے پیارے خواجہ!

ناخدا تو ہے تو کیا ڈر ہمیں طوفانوں کا
لگ ہی جائیں گے کسی طرح کنارے خواجہؒ!

اے شہِ ہند! دلوں پر ہے حکومت تیری
دیکھتا ہوں تری آنکھوں کے اشارے خواجہؒ!

کیا خبر تھی؟ کہ لگی دل کی بھڑک اُٹھے گی
رنگ لائیں گے محبت کے شرارے خواجہؒ!

یاد آتے ہیں تو پھر یاد بھی کیجے مجھ کو
کوئی کب تک غمِ فرقت میں گزارے خواجہؒ!

بس اسی شوق میں رو رو کے گزاری ہم نے
پونچھنے آئیں گے آنسو یہ ہمارے خواجہؒ!

روضۂ پاک پہ اے کاش! کوئی لے جائے
مجھ کو سو طرح سے صدقے میں اُتارے خواجہؒ!

ہو چکے ہم تو محبت میں جواں سے بوڑھے
کیا نہ پوچھو گے تم اب بھی؟ مرے پیارے خواجہؒ!

دردمندانِ محبت کا تماشا دیکھو
لوٹتے رہتے ہیں کوچے میں تمہارے خواجہؒ!

اِس توقع پہ کہ تقدیر یہاں بنتی ہے
جمع ہو جاتے ہیں تقدیر کے مارے خواجہؒ!

آپ ہیں نورِ علیؑ، نورِ نبیؐ، نورِ خدا
آپ کی دید ہے، کس کس کے نظارے خواجہؒ!

آپ کے در پہ غریبوں کی نظر پڑتی ہے
ختم ہو جاتے ہیں جب سارے سہارے خواجہؒ!

دیکھ لے ایک نظر، خواجہ عثمانؒ کی قسم!
ہم نے برسوں تری چوکھٹ پہ گزارے خواجہؒ!

جیت میری ہے؟ کہ سرکار! مجھے جیت گئے
ہائے! کس منہ سے کہوں جیت کے ہارے خواجہؒ!

رابطۂ اُلفت کی قسم! نسبتِ کاملؔ کی قسم!
تم ہمارے ہو، ہمارے ہو، ہمارے خواجہؒ!

ترے حسن کا کرشمہ، مری ہر بہار خواجہؒ!
ترے غم کا اک شگوفہ دلِ داغدار خواجہؒ!

مجھے یوں بھی تھا گوارا غمِ انتظار خواجہؒ!
مرے بس میں کاش ہوتا! دلِ بے قرار خواجہؒ!

تری چشمِ خواجگی پر مری جاں نثار خواجہؒ!
تری اک نگاہ بس ہے، مرے تاجدار خواجہؒ!

یہ نمود و بود میری ترے دم سے معتبر ہے
ترے اعتبار سے ہے مرا اعتبار خواجہؒ!

مری آرزو سے بڑھ کر ترے فضل نے نوازا
اِس ادائے خواجگی پر مری جاں نثار خواجہؒ!

مجھے چارہ ساز اپنے نظر آئیں کیوں نہ دشمن
کہ ہر ایک زخمِ دل ہے تری یادگار خواجہؒ!

تری سمت قبلۂ دل، ترا روضہ کعبۂ جاں
ترے گرد گھومتے ہیں ترے جاں نثار خواجہؒ!

نہ فدا ہو کیسے کاملؔ؟ دل و جاں سے ہر ادا پر
ترے حسن کا پجاری ہے یہ خاکسار خواجہؒ!

غزل

یار کی مرضی کے تابع یار کا دم بھر کے دیکھ
عرضِ مطلب کر کے دیکھا ترکِ مطلب کر کے دیکھ

بے ارادہ مرنے والے بالارادہ مر کے دیکھ
سب تماشے کر چکا یہ بھی تماشہ کر کے دیکھ

موت خود بن جائے گی تیرے لیئے اک زندگی
زندگی پر مرنے والے زندگی میں مر کے دیکھ

یار تیرا ہے تو پھر تیری ہے ساری کائنات
سب کو اپنا کرنے والے اُس کو اپنا کر کے دیکھ

ترکِ دُنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولا، ترکِ ترک
یعنی یوں بے آرزو جینے کی عادت کر کے دیکھ

حُسن کی کافر ادائی عشق کی وارفتگی
دیکھنی ہو تو کسی سے ربط پیدا کر کے دیکھ

چھوڑ بھی دے مجھ کو میرے حال پر اے چارہ گر
عقل کے دُشمن! خُدا پر بھی بھروسہ کر کے دیکھ

ہر مصیبت پیش خیمہ ہے ترے آرام کا
صبر سے بھی کام لے کچھ دن مصیبت بھر کے دیکھ

آ گیا کامل دمِ آخر وہ جانِ انتظار
مرنے والے چین سے مر دیکھ اب جی بھر کے دیکھ

محبت کی پہلی نظر اللہ اللہ! — وہ طوفانِ جذب و اثر اللہ اللہ!
قیامت تھی اُن کی نظر اللہ اللہ! — نہ تھی مجھ کو اپنی خبر اللہ اللہ!
یہ میں اور ترا سنگِ در اللہ اللہ! — مقدر ہے کس اوج پر اللہ اللہ!
وہ آئے تو اک لفظ بھی اُن کے آگے — نہ نکلا زباں سے مگر "اللہ اللہ"
مرے دیدۂ شوق کی اُن کے رُخ پر — وہ معراجِ ذوقِ نظر اللہ اللہ!
اُسے چاند سورج سے تشبیہ کیا دوں — جو ہے رشکِ شمس و قمر اللہ اللہ!
شبِ وعدہ ہے اور تصور میں وہ ہیں — کٹے جائیے رات بھر اللہ اللہ!
کسی کے وہ عارض، وہ خم دار کاکل — اِدھر اللہ اللہ! اُدھر اللہ اللہ!
رہی اب نہ وہ بے نیازی کسی کی — عجب چیز ہے چشمِ تر اللہ اللہ!

بصد نامرادی مُراد اپنی کامل
کسی کا غمِ معتبر اللہ اللہ!

مری طرح تیرِ غم کا نہ بنو کہیں نشانہ — نہ سُنو مری کہانی، نہ سُنو مرا فسانہ
وہ نوازنے پہ آئے، تو نواز دے زمانہ — وہ کریم ہی جو ٹھہرا، تو کرم کا کیا ٹھکانہ
یہ مآلِ عشق کوشی، یہ مفادِ سرفروشی — جو ملی کبھی کسی کو، تری خاکِ آستانہ
تری سرفرازیوں سے، تری بے نیازیوں سے — مجھے زندگی حقیقت، مجھے زندگی فسانہ
یہی بس نہیں کہ شاہا ترے در کا میں گدا ہوں — تری دین ڈھونڈتی ہے ابھی اور کیا بہانہ
ہوں ازل سے آج تک بھی وہ حجاب شے تجلی — کبھی بن گیا حقیقت، کبھی بن گیا فسانہ

مری بود کی حقیقت فقط اُن سے ربط و نسبت
مجھے آج تک بھی کامل نہ سمجھ سکا زمانہ

اک بار ہو تو جائے محبت کسی کے ساتھ — سب غم غلط ہیں، ایک غمِ عاشقی کے ساتھ
سانسیں تو چل رہی ہیں مگر سوچتا ہوں میں — اللہ! ربط کیا ہے مجھے زندگی کے ساتھ
ہوتا ہے اک مآلِ مسرت نگاہ میں — ہنستا جو دیکھتا ہوں کسی کو کسی کے ساتھ
آخر غمِ حیات کے ماتم سے فائدہ — غم زندگی کے ساتھ، خوشی زندگی کے ساتھ
کیا پوچھتے ہو مجھ سے مرے دل کی آرزو — اب میری ہر خوشی ہے تمہاری خوشی کے ساتھ
جانا ہے کس کے در پہ درِ یار چھوڑ کر — مرنا اُسی کے ساتھ ہے، جینا اُسی کے ساتھ

کامل! یہ بات یاد رکھو، بلکہ لکھ رکھو
خالی کبھی نہ جائے گی نسبت کسی کے ساتھ

اگر بن جائے ہر اک دیدۂ مے خوار پیمانہ
نگاہِ مست ساقی لاکھ میخانوں کا میخانہ

یہ سارا مے کدہ میرا، مرا ہر ایک پیمانہ
مجھے مے کی کمی کیا ہے، سلامت پیرِ میخانہ

زمانے میں مثل مشہور ہے "دو ہاتھ تالی کی"
اگر روشن نہ ہوتی شمع، کیوں جلتا یہ پروانہ

نظر دیوانگی میں بھی کبھی ہٹتی نہیں تجھ سے
بڑا ہشیار ہے مطلب کا اپنے تیرا دیوانہ

وہ شاید یوں کمی پوری کریں گے اپنی فطرت کی
وفا کے ہم سے طالب ہیں، جو خود ہیں اس سے بیگانہ

نشے میں اقتدارِ عارضی کے بھولنے والو!
حقیقت آج کی، ممکن ہے کل بن جائے افسانہ

اکٹھے کر لیئے جب حسنِ مطلق کے کئی جلوے
نظر کی قید نے آخر بنا ڈالا صنم خانہ

دل و جاں ہو کہ ایماں، ہاتھ دھو لینا ہے ان سب سے
محبت میں تو ہے ہر اک قدم پر ایک نذرانہ

مری دیوانگی پر ہنسنے والے غور تو کرتے
یہ مانا بھی کہ دیوانہ ہوں، لیکن کس کا دیوانہ؟

مذاقِ بندگی اونچا ہوا تو قید پھر کیسی؟
علی الاطلاق عارف کے لیئے کعبہ نہ بت خانہ

مزے لینے پڑیں گے ہر طرح بے دست و پائی کے
نہ آئے میری منزل میں مذاقِ غم سے بیگانہ

حقیقت کی نہ ہوتی کارفرمائی اگر کامل
نہ ہوتا چشمِ حق میں معتبر پھر کوئی افسانہ

زبانِ جلوہ سے ہے یہ گویا جہاں کا سارا نگار خانہ
فسانہ غیر اک حقیقت، حقیقتِ غیر اک فسانہ

ہماری دنیا بدل کے رکھ دی نظر کا ملنا ہوا بہانہ
ادھر نگاہیں ملیں کسی سے ادھر یہ دل بن گیا نشانہ

گناہ گاروں پہ ہنسنے والو نہ یوں کسی کا مذاق اڑاؤ
نہ جانے حصے میں کس کے آئے خدا کی رحمت کا شامیانہ

جنابِ واعظ ہماری لغزش ہماری حد تک وبال ہوگی
قدم تمھارے جو ڈگمگائیں تو ڈگمگا جائے گا زمانہ

تری محبت میں زندگی ہے اسی میں کچھ لطفِ بندگی ہے
بڑے مزے سے گزر رہی ہے ہمارا سر تیرا آستانہ

تمھارے ہر ناوکِ نگہ کو ہم اپنے دل میں بٹھا ہی لیں گے
ہمارا ذمہ ادھر تو دیکھو خطا نہ ہوگا کوئی نشانہ

بس اک تری خواجگی ٹکی ہے ہمارے معیارِ بندگی پر
مذاقِ سجدہ بھی اتنا اونچا بلند ہے جتنا آستانہ

جب اُس نے دیکھا تو جی اُٹھے ہم نظر پھرالی تو مر گئے ہم
عجب تماشے کی زندگی ہے ابھی حقیقت ابھی فسانہ

شبابِ گلشن نثار تم پر فدا ہے ہر اک بہار تم پر
سیاہ گیسو گھنی گھٹائیں نشیلی آنکھیں شراب خانہ

کہاں کا دل کیسی جان صاحب یہاں تو ایماں پہ آبنی ہے
کہ حُسن خود مستقل قیامت پھر اُس پہ اندازِ کافرانہ

کلام کامل کی شہرتوں کا سبب فقط اُن سے ربط و نسبت
غزل کے ہر شعر پر ہے گہرا چڑھا ہُوا رنگ عاشقانہ

بیت الحرم کے ساتھ نہ بیت الصنم کے ساتھ
جیتا ہوں اک حقیقتِ بے کیف و کم کے ساتھ

محسوس یہ ہُوا مجھے احساسِ غم کے ساتھ
میں اُس کے دم کے ساتھ ہُوں وہ میرے دم کے ساتھ

صرف اک مقام ہُو ہے ہو اللہ کہیں جسے
واللہ ہر تصورِ انجامِ غم کے ساتھ

بے چون و بے چگوں کے نظارے کہاں نہیں
لاکھوں حجاب پڑتے ہیں وہ اور ہم کے ساتھ

آنسو سنبھل کے پونچھئے بیمارِ عشق ہُوں
دل بھی لگا ہُوا ہے مری چشمِ نم کے ساتھ

وہ یاد کر کے روئیں گے مجھ کو تمام عُمر
یہ اُن کے سارے ناز ہیں میرے ہی دم کے ساتھ

منشائے یار کا ہُوں کھلونا بنا ہُوا
وہ کھیلتے ہیں میرے وجود و عدم کے ساتھ

ہوں ہر مآلِ کار سے بے فکر و مطمئن
دامن بندھا ہے دامنِ ترکِ عجم کے ساتھ

ممکن نہیں وہ حشر میں رسوا کرے مجھے
جس کے کرم سے گزری ہے اب تک بھرم کے ساتھ

مجھ بے عمل کو اہلِ عمل میں نہ ڈھونڈیئے
رہتا ہُوں اُس کے دامنِ فضل و کرم کے ساتھ

کامل بروزِ حشر مرے سجدہ ہائے شوق
مخمور ہوں گے یار کے نقشِ قدم کے ساتھ

وحدت الوجود

فسانہ ہے وجودِ ماسوا اللہ ہی اللہ ہے
جدھر دیکھو اُدھر جلوہ نما اللہ ہی اللہ ہے

اگر ہر عکس کرتا ہے دلالت شخص پر اپنے
بجا ہے پھر تو یہ کہنا مرا اللہ ہی اللہ ہے

قسم اے شانِ وحدت! غیر کا دھوکا نہ کھاؤں گا
گماں کیسا یقیں جب ہو گیا اللہ ہی اللہ ہے
تجدد ہے فقط امثال کا اِس سینما گھر میں
نتیجہ کھیل کا کیا پوچھنا؟ اللہ ہی اللہ ہے
جہاں معمور ہے جلووں سے کامل حسنِ مطلق کے
خدا حافظ ہے دل کا، عشق کا اللہ ہی اللہ ہے

نعتِ شریف

ہو جاؤں دفن قبۂ خضرا کے سامنے
رہنا ہے اِس غلام کو آقا کے سامنے

شمس و قمر بھی شرم سے بے نور ہو گئے
پیارے نبیؐ کی صورتِ زیبا کے سامنے

"یا ربِّ اُمّتی" ہے زبانِ حضورؐ پر
ہیں سجدہ ریز عرشِ معلّیٰ کے سامنے

میں کیا؟ مرے گنہ کی حقیقت ہی کیا بھلا!
سرکارؐ کی شفاعتِ کبریٰ کے سامنے

کامل اور اُس کی آرزوئے ناتمام کیا؟
بندہ نواز! آپ کے منشا کے سامنے

عشقِ نبویؐ کیا ہے، کونین کی دولت ہے
یہ جس کو میسر ہے، وہ صاحبِ قسمت ہے

دیدار خدا کا ہے، دیدارِ محمدؐ میں
ہے عرشِ بریں روضہ، طیبہ مری جنت ہے

سب حسن کے جلووں نے تکمیل یہیں پائی
بندے میں خدائی ہے، اللہ کی قدرت ہے

کس طرح گزرتی ہے کیا عرض کیا جائے
روشن شہِ والا پر سب حال حقیقت ہے

سرکارؐ کرم ہوگا، پھر اس پہ کرم کیجیے
پھر آپ کا دیوانہ مشتاقِ زیارت ہے

بے مثل کو مثل اپنا، کس طرح کوئی سمجھے
اُس برزخِ کبریٰ کو اللہ سے نسبت ہے

ٹلتی ہے قضا اُن کی ابرو کے اشارے پر
ہر چشمِ کرم گویا اک آیۂ رحمت ہے

زاہد میں بتاؤں کیا؟ الفاظ نہیں ملتے
سنگِ درِ جاناں پر سجدوں میں جو لذت ہے

بھولو نہ کہیں اپنے کامل کو سرِ محشر
یہ بندۂ عاصی بھی محتاجِ شفاعت ہے

ہم غلاموں کو بھی ہے ناز آپ پر یا مصطفیٰ!
اِس طرف بھی اک عنایت کی نظر یا مصطفیٰ!

عرضِ حاجت کی ضرورت ہی نہیں سرکار میں
حال روشن ہے ہمارا آپ پر یا مصطفیٰ!

آپ کی سب پر نظر، سب کی نگاہیں آپ پر
کیا تماشا ہے تماشائے نظر؟ یا مصطفیٰ!

آپ ہی کے نور کا پرتو ہے ساری کائنات
کیوں نہ شرمندہ رہیں شمس و قمر یا مصطفیٰ!

لے رہا ہوں عشق کی تکمیلِ منشا کے مزے
ہو گئے ہیں جب سے نالے بے اثر یا مصطفیٰ!

یوں مذاقِ دید پر خود ہی نگاہیں ڈھل گئیں
آپ سے ہٹ ہی نہیں سکتی نظر یا مصطفیٰ!

بس فقط اک آرزو یہ ہے کہ وقتِ واپسیں
آپ کے قدموں پہ ہو کامل کا سر یا مصطفیٰؐ!

آپ کونین کی ہیں جان رسولِ عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسولِ عربی

آپ بھولے نہ کبھی ہم سے گنہ گاروں کو
یاد ہیں آپ کے احسان رسولِ عربی

جب کبھی یاد کیا تم کو تڑپتے دل سے
مشکلیں ہو گئیں آسان رسولِ عربی

آپ کے صدقے میں، امواجِ حوادث کی قسم!
سیکڑوں ٹل گئے طوفان رسولِ عربی

آپ کے بندے کو اور دغدغۂ محشر ہو؟
میرے دشمن ہوں پریشان رسولِ عربی

شکر کس منہ سے ادا ہو، کہ ہمارے دل میں
آپ کا درد ہے مہمان رسولِ عربی

روح کرتی ہے مری آپ کے روضے کا طواف
جاں ہے سو جان سے قربان رسولِ عربی

یادِ طیبہ کی کلیجے سے لگی رہتی ہے
زندگی کا ہے یہ سامان رسولِ عربی

"بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ" کبھی اک چشمِ کرم
عام ہے آپ کا فیضان رسولِ عربی

زندگی اس کی ہے، موت اس کی ہے، نصیب اس کا
ہو گیا تم پہ جو قربان رسولِ عربی

آپ سے ربطِ محبت میں عجب لذت ہے
تازہ ہو جاتا ہے ایمان رسولِ عربی

آپ کے پائے مبارک ہوں سرِ کامل ہو
مرنے والے کا ہے ارمان رسولِ عربی

ہے نظر بازوں کی فطرت میں ولائے مصطفیٰؐ
کھینچتی ہے اپنی جانب ہر ادائے مصطفیٰؐ

ہم نوا شو، ہم نوا شو، با خدائے مصطفیٰؐ
ورنہ ہو بندے سے کیا مدح و ثنائے مصطفیٰؐ

کیا بتاؤں، کس پہ پڑتی ہیں نگاہیں بار بار
کچھ نہیں پیشِ نظر جز جلوہ ہائے مصطفیٰؐ

توتیائے چشمِ دل اور سرمۂ نورِ بصر
کاش مل جائے ذرا سی خاکِ پائے مصطفیٰؐ

ہم سے بندوں میں کہاں طاقت کہ لکھیں نعتِ پاک
حق تعالیٰ نے جہاں کی ہے ثنائے مصطفیٰؐ

نعت گو شاعر! تجھے معلوم ہے تیرا مقام
تیرے اک ساتھی نے پائی ہے ردائے مصطفیٰؐ

مل گیا اس کو صحابیت کا رتبہ معنوی
گر کسی کے خواب میں تشریف لائے مصطفیٰؐ

اُمّتِ مرحومہ! تجھ کو کیوں ہے منزل کی تلاش
ہر قدم پر سامنے ہیں نقشِ پائے مصطفیٰؐ

تازہ ہو جاتا ہے ایماں ان سے نسبت کے طفیل
حبِّ اہلِ بیت ہے عینِ ولائے مصطفیٰؐ

"رحمۃٌ للعالمین" نے حق سے مانگا تھا انہیں
حضرت فاروقِ اعظم تھے دعائے مصطفیٰؐ

ہے عطا کی حد "فترضیٰ" والضحیٰ میں دیکھئے
چاہتے ہیں خود بدولت بھی رضائے مصطفیٰ
آپ ہی کا ہے سہارا بے سہاروں کے لیے
ہر مصیبت میں ہمارے کام آئے مصطفیٰ
ذاتِ اقدس سے کسی کا ربط جب کامل ہوا
دل جہاں تڑپا وہیں تشریف لائے مصطفیٰ

سرتاجِ رُسل مکی مدنی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ
نبیوں کے نبی اُمّی لقبی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

تم سرورِ عالم ختمِ رُسل تم جگ داتا تم سیدِ کُل
ہوں تم پہ فدا اُمّی و اَبی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

ہے حسن کی ساری بُوالعجبی یہ بُوذری اور وہ بُولہبی
وابستہ کوئی برگشتہ کوئی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

کچھ اہلِ نظر نے بھی شاید پایا ہے تمھیں شاید باید
حق یہ ہے حقیقت کھُل نہ سکی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

یہ دل کی جلن آنکھوں کی نمی صدقے میں تمھارے ہم کو ملی
کیا دولتِ عظمیٰ ہاتھ لگی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

کوئی عربی کوئی عجمی کوئی حبشی کوئی قرنی
یہ آتشِ غم کس کس کے لگی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

حوروں کی ہوس جنت کی طلب زاہد کو مبارک ہو یارب
مطلوب مرا ماہِ مدنی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

اللہ اکبر یوں فرض کروں وہ سامنے ہوں میں عرض کروں
سرتاجِ جہاں نبیوں کے نبی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

کیا دل کی تمنا عرض کروں قدموں میں جیوں قدموں پہ مروں
ہے لاج تمھیں کو اب اس کی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

ہو جائے ادھر بھی چشمِ کرم اے خسروِ خوبانِ عالم
وابستۂ دامن ہیں ہم بھی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

گھُٹی میں پڑا ہے عشقِ نبی کامل ہے اسی سے حیات اپنی
ہیں میری دوائے دردِ دلی سرکارِ دوعالم صلِّ علیٰ

رسول اللہ سے نسبت پہ قسمت ناز کرتی ہے
درِ اقدس کے سجدوں پر عبادت ناز کرتی ہے

تمھاری ذاتِ والا سے شرف ہے نسلِ آدم کو
تمھیں وہ ہو کہ جس پر آدمیت ناز کرتی ہے

شرافت ہی شرافت تھی مکمل زندگی جس کی
اُسی پر اب بھی دُنیائے شرافت ناز کرتی ہے

کہوں کیا؟ اُس کی پاکی کے لیئے الفاظ عاجز ہیں
کہ جس کے گھر کے لوگوں پر طہارت ناز کرتی ہے

تمھاری پاک سیرت نے دکھائے ہیں مقام ایسے
جہاں اِنساں پہ اِنساں کی عظمت ناز کرتی ہے

جرے عصیاں نے دامن میرا باندھا اُس کے دامن سے
کہ جس کی ذاتِ اقدس پر شفاعت ناز کرتی ہے

وہ دیکھو! جمع ہیں سب انبیا میدانِ محشر میں
انھیں میں وہ بھی ہے جس پر رسالت ناز کرتی ہے

اک انساں اور پھر اتنے مکمل خد و خال اُس کے
حسیں مُنہ تک رہے ہیں اور قدرت ناز کرتی ہے

مئے حُبِ نبیؐ کا کیف ہو جاتا ہے جب کامل
محبت کرنے والے پر محبت ناز کرتی ہے

اُسی کے حُسنِ رنگیں سے بہارِ بزمِ امکاں ہے
ریاضِ دہر میں ہر دیدہ ور جس گُل پہ قرباں ہے

خُدائی مدح خواں اُس کی، خُدا اُس کا ثنا خواں ہے
بتاؤں کیا تمھیں ممدوح میرا کتنا ذی شاں ہے

محبت مصطفےٰؐ کی جوہرِ آئینۂ جاں ہے
اِسی جوہر سے جلوہ "لَا بِشَرطِ شَیئٍ" نمایاں ہے

مرا دل اُس پہ صدقے ہے، مری جاں اُس پہ قرباں ہے
نبوت مفتخر جس سے، رسالت جس پہ نازاں ہے

دِکھایا حق کو جس شمعِ رسالت کی ضیاؤں نے
اُسی سے لَو لگانا فی الحقیقت عینِ ایماں ہے

اگر انسان بننا ہو، تو آؤ صاف کہتا ہوں
حقیقت میں غلامِ مصطفےٰؐ کا نام اِنساں ہے

چمکتا ہے مقدر آپ کے داغِ غلامی سے
یہ دولت جس کے پلے، اُس کا مستقبل درخشاں ہے

تمھیں نے تو بتایا فرق "متلو غیر متلو" کا
نہیں تو تم سے جو سنتے، سمجھتے ہم کہ قرآں ہے

محبت اہلِ بیتِ پاک سے ہو، یا نبیؐ سے ہو
کسی سے جُزوِ ایماں ہے، کسی سے عینِ ایماں ہے

"ابو الارواح" نے بخشی ہے عزت نسلِ آدمؑ کو
یہی نسبت تو ہے جو باعثِ تقدیسِ اِنساں ہے

وہ مِل جائے تو پھر کیا پوچھنا ہے اپنی قسمت کا
کہ جس کے نام سے تسکینِ دل ہے راحتِ جاں ہے

تڑپ سب میں مرنے کی ہے، وہ رومیؒ ہو کہ بصریؒ ہو
محبت کا جہاں بھی ہے، عجب دلچسپ عنواں ہے

وہ آخر "رحمۃ للعٰلمین" ہیں، یاد کر لیں گے
ہماری بے نوائی خود ہمارا ساز و ساماں ہے

محمد کہتے جاؤ، دل پکڑ کر لوٹتے جاؤ

یہ وہ دردِ محبت ہے، کہ سو دردوں کا درماں ہے
کرم کی اک نظر سرکار! کامل پر بھی فرمانا
کہ یہ بھی کمتریں اک خوشہ چینِ نعتِ حسانؓ ہے

ربط اُن سے ہم کو جتنا چاہیئے
اتنا ہو جائے تو پھر کیا چاہیئے

بن کے آیا ہے جو اک روشن چراغ
صرف اُسی سے لَو لگانا چاہیئے

فضلِ رب اُن کی نظر کا نام ہے
کور باطن کو سمجھنا چاہیئے

اُن کے دیوانے ہیں اور اُن کی گلی
اس سے بہتر کیا ٹھکانا چاہیئے

کیسا تقویٰ؟ زہد کیا؟ کس کے عمل؟
اُن کے دامن کا سہارا چاہیئے

اضطرابِ دل عطائے یار ہے
ہاں! مزے لے کر تڑپنا چاہیئے

اک سرِ سودا زدہ ہے اور ہم
اب جنوں کا رنگ دیکھا چاہیئے

آپ کے قربان جاؤں یا نبیؐ!
آپ کے ہوتے مجھے کیا چاہیئے

چاہتا ہوں در پہ مرنا آپ کے
چشمِ رحمت کا اشارا چاہیئے

کیوں نہ لوں نامِ محمد بار بار
کچھ تو جینے کا سہارا چاہیئے

یہ بھی آخر اک تمنا ہی تو ہے
کیا کہوں؟ دل بے تمنا چاہیئے

مرتے دم سرکار آئیں گے ضرور
پہلے مرنے کا سلیقہ چاہیئے

ایک بندہ آپ کا یوں بھی سہی
اپنے کامل کو نہ بھولا چاہیئے

ہے حاصلِ حیات محبت رسولؐ کی
اللہ کا کرم ہے، عنایت رسولؐ کی

کیا جانے کوئی طاقت و قوت رسولؐ کی
قدرت خدا کی ہوتی ہے قدرت رسولؐ کی

اُتنی ہی اُس کو دولتِ ایماں نصیب ہے
ہے جس کے دل میں جتنی محبت رسولؐ کی

ہر ذرّہ غارِ ثور کا شاہد ہے آج بھی
صدیقؓ پر ہے ختم رفاقت رسولؐ کی

انصاف کی تو بات یہی ہے خدا گواہ
فاروقؓ میں تھی شانِ عدالت رسولؐ کی

عثمانؓ کی خود بخود ہی وہ تصویر بن گئی
یکجا ہوئی جو شرم و مروّت رسولؐ کی

آتی ہے یاد آج بھی نامِ علیؓ کے ساتھ
حق آگہی و شانِ شجاعت رسولؐ کی

خوانِ کرم ہے آپ کا کونین کے لیئے
انسانیت کو عام ہے دعوت رسولؐ کی

معراجِ چشمِ شوق ہے دیدارِ مصطفےٰ
صورت وہی خدا کی جو صورت رسولؐ کی

روزِ جزا کی فکر میں کیوں جان کھویئے
کیا بس نہیں ہے ہم کو شفاعت رسولؐ کی

صدقے میں پل رہا ہوں رءُوفٌ رَّحِیم کے
ہے زندگی رہینِ عنایت رسولؐ کی

بے شک یہ منکرینِ شفاعت بھی حق پہ ہیں
اُن کے لیئے نہیں ہے شفاعت رسولؐ کی

حسنِ عمل پہ ناز مرے دشمنوں کو ہو
میں ساتھ لے کے جاؤں گا اُلفت رسولؐ کی

کونین میں اُسی کی حکومت اُسی کا راج
ہو جائے جس پہ چشمِ عنایت رسولؐ کی

عاصی تو ہیں ضرور مگر خوش نصیب ہیں
پھرتی ہے ڈھونڈتی ہمیں رحمت رسولؐ کی

اللہ سے تو سارے زمانے کو ربط ہے
ایمان اصل میں ہے محبت رسولؐ کی

کامل کبھی تو دامنِ آلِ نبیؐ نہ چھوڑ
جانے نہ پائے ہاتھ سے نسبت رسولؐ کی

آگہی کیسے بخشوں ہائے! اس حقیقت کی — کیا بتاؤں میں لذّت اُن سے ربط و نسبت کی
چاہیئے ہوا مجھ کو دامنِ رسالت کی — زندگی بڑھانی ہے آتشِ محبّت کی
عاصیوں سے کہتی ہیں وسعتیں شفاعت کی — بند ہوگئیں راہیں احتسابِ اُمّت کی
آپ کی محبّت میں سب تجھے چاہتا ہوں میں — آپ ہی سے ملتی ہے ہر کڑی محبّت کی
رحمتِ دو عالم ہیں، وہ تو سب کا حرم ہیں — بات کس میں آئی ہے اُن کی شانِ رحمت کی
آج کیا قیامت تک کوئی پیش تو کر دے — یہ نمونہ رحمت کا، یہ مثال رافت کی
اک غلام بھی اُن کا آج سب کا آقا ہے — بات ہی الگ دیکھی ہم نے فیضِ نسبت کی
سیکڑوں ہی ناموں سے جگمگا اُٹھا عالم — جانے، کتنی کرنیں ہیں اُس مہِ رسالت کی

کیا کرم کہوں اُن کا میرے گھر وہ آئے ہیں
کوئی حد نہیں کامل آج تو مسرّت کی

خدائی جگمگا اُٹھی ہے مشکوٰۃِ نبوّت سے
یتیم العقل ہے، جو پھر بھی کورا ہے حقیقت سے
ہماری زندگی ساری اُسی کے در کی نسبت سے
جتایا ہے خدا نے اپنا احساں جس کی بعثت سے
ہُوا احساسِ ایماں دل میں صرف اُس کی محبّت سے
خُدا کو یاد کر لیتا ہے انساں جس کی صحبت سے
سبق حاصل کیا غیروں نے اُن کی پاک سیرت سے
یہ محرومی ہماری کیا غضب ہے؟ گھر کی دولت سے

مفر ممکن نہیں، اقرارِ توحید و رسالت سے
شعور انسان کا مجبور جب ہو جائے فطرت سے
ہمیشہ سے رہا ہے، ارتباطِ جسم و جاں اِن میں
جُدا کرتے ہیں دیوانے، طریقت کو شریعت سے
ہزاروں بار دل پر معصیت کی اوس پڑتی ہے
مگر کچھ زندگی ہے پھر بھی ایماں کی حرارت سے
ہم اُس کی مدح کیا لکھیں، زباں قاصر، قلم عاجز
ہے جس کا نام خود اک نعت حسنِ معنویت سے
شۂ کونین کے در کی گدائی ہم کو حاصل ہے
ہمیں کیا کام، دُنیا کے خداوندانِ نعمت سے
نبی کہتے اسی کو ہیں، جو علمِ غیب رکھتا ہو
مکمّل آگہی ظاہر ہے خود لفظِ نبوّت سے
اک اشکِ منفعل تحریکِ رحمت کے لیے بس ہے
ہزاروں کام بنتے ہیں گناہوں پر ندامت سے
خُدا کے حُسن کا معیار ہے حُسنِ نبیؐ کامل
غلط کیا ہے، اگر تولوں حقیقت کو حقیقت سے

آگہی سمجھوں کہ اک دیوانگی یا مصطفےٰ — حمدِ باری بن گئی نعت آپ کی یا مصطفےٰ
حسرتیں گھٹ گھٹ کے مرجاتیں جبینِ شوق کی — آپ نے بخشا شعورِ زندگی یا مصطفےٰ

جنت الفردوس کیا ہے، آپ کی قربت کا نام
آپ سے دوری عذابِ دائمی یا مصطفیٰ

جو گزرتی آئی ہیں اب تک تمہاری یاد میں
ہیں وہی سانسیں تو سب سے قیمتی یا مصطفیٰ

جگمگاتے چاند تارے ہوں کہ مہرِ نیم روز
آپ ہی سے تو ہے سب میں روشنی یا مصطفیٰ

میری قسمت نے مجھے طیبہ اگر پہنچا دیا
رنگ لائے گی مری دیوانگی یا مصطفیٰ

اقتدا میں آپ کی ہر ایک سجدہ کام کا
ورنہ اک توہینِ ذوقِ بندگی یا مصطفیٰ

آپ کے دامن کی جانب ہاتھ بڑھتا ہے مرا
بڑھ گئی ہے کس قدر جرأت مری یا مصطفیٰ

حالِ کامل پر یہ خود اک مستقل احسان ہے
دل کی دھڑکن اور آنکھوں کی نمی یا مصطفیٰ

نبیؐ کے عشق کا ہر داغ جنت کا قبالا ہے
یہ دولت جس کے پلّے ہے بڑا تقدیر والا ہے

سُنا ہے وہ شفاعت کو ہماری آنے والا ہے
فقط نسبت نے جس کی ہر بلا کو سر سے ٹالا ہے

سرِ مغرورِ انساں کس کے آگے جھکنے والا ہے
اُسے توفیقِ حق نے آپ کے قدموں پہ ڈالا ہے

کہا ہے برملا جس نے "اَنَا الْقَاسِمُ هُوَ الْمُعْطِي"
اسی سے تو ہمیں سب کچھ ملا اور ملنے والا ہے

لطافت کے لئے قیدِ زماں، قیدِ مکاں کیسی
مدینے میں ہے روشن شمع اور گھر گھر اجالا ہے

ہزاروں دل کی باتیں دل میں مر جاتی ہیں گھٹ گھٹ کر
شریعت کی زباں بندی کا ایسا منہ پہ تالا ہے

اَغِثْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، تَرَحَّمْ یَا نَبِیَّ اللّٰہ
تمہیں نے تو ہر آڑے وقت پر ہم کو سنبھالا ہے

تعین کی فضاؤں سے نکل بھی جائیے کامل
نظر بے قید کیجے، یہ کہاں کا روگ پالا ہے

محبت کے تقاضوں کا نتیجہ مَنْ رَاٰنِیْ ہے
یہ وہ منزل ہے جس میں ختم ساری لَنْ تَرَانِیْ ہے

مآلِ سوزِ غم کیا ہے؟ حیاتِ جاودانی ہے
اِسی باعث تو کہتے ہیں محبت غیر فانی ہے

محبت میں نبیؐ کی پختگی اتنی تو پیدا ہو
ہر اک رودادِ غم گویا کہ اپنی ہی کہانی ہے

مری اس آرزو کی لاج تیرے ہاتھ ہے یارب!
رسول اللہ کے قدموں پہ مر جانے کی ٹھانی ہے

محاسن کیوں نہ سارے جمع ہوتے ذاتِ والا میں
کمالِ دستِ قدرت کی یہی واحد نشانی ہے

انہیں کے نور کا صدقہ وجودِ عالمِ امکاں
جہانِ معتبر سارا انہیں کی راجدھانی ہے

خدا کی رحمتیں صحرا نوردِ ارضِ طیبہ پر
جہاں کی خاک تھی اُس کی وہیں کی خاک چھانی ہے

جبیں سے چُن تو لُوں خاکِ درِ اقدس کے کچھ ذرّے
نبیؐ کے رُوبرو اللہ کو صورت دِکھانی ہے

ضعیفی میں شباب آیا ہے کامل ربط و نسبت کو
بڑھاپا سا بڑھاپا ہے جوانی سی جوانی ہے

معتبر عشقِ نبیؐ ہے آنسوؤں کے تار سے
پیش کر نذر ہو وقت دیدۂ خوں بار سے

بات میں حق کہہ رہا ہوں، پوچھ لیجے چار سے
آدمی کردار سے، رفتار سے، گفتار سے

جس کسی نے جس بلندی سے بھی دیکھا آپ کو
آپ اُونچے ہی نظر آئے ہر اک معیار سے

روح میں اک طرح کی بالیدگی پاتا ہوں میں
نامِ پاکِ سرورِ کونین کی تکرار سے

جس کی صورت کے مقابل چاند بھی سنولا گیا
ہے جہاں روشن اُسی کے رُوئے پُرانوار سے

اے بشر! خیر البشرؐ کی زندگی سے درس لے
آپ سے گوہر کی قیمت، آدمی کردار سے

اے جنوں! صحرائے طیبہ میں اَدا کر آئیں گے
ہم ترا حق جیب و دامن کے اک اک تار سے

رحمۃ للعالمینؐ ہیں، آپ کا کیا پوچھنا؟
کچھ نہ کچھ ملتا سبھی کو ہے مِرے سرکارؐ سے

یا رسول اللہ! ارحمنا بلطفٍ واسع
اور کیا مجبور کہہ سکتے ہیں اک مختار سے؟

خلد کی راحت کا قائل ہوں، مگر میں کیا کروں؟
اُس کو کیا نسبت تمہارے سایۂ دیوار سے؟

اُس کے پلّے پر خدا ہے، اُس کے پلّے پر رسولؐ
کون جیتے گا گدائے احمدِ مختار سے؟

ہائے! منزل آشنا ہیں ہم، نہ کامل تیز گام
کیا خبر؟ کب؟ اور کہاں پہنچیں گے اِس رفتار سے

مِری حدِّ نظر تک تو فقط نُورِ محمدؐ ہے
پھر اُس کے آگے کیا ہے؟ کیا کہوں؟ اَن حد ہی اَن حد ہے

نہ ٹوکو میرے سجدوں کو، یہاں سجدہ مؤکّد ہے
مرے پیشِ نظر محرابِ ابروئے محمدؐ ہے

غلط کہتا نہیں ہوں، پوچھ لیجے دیدہ باروں سے
نبیؐ کا سبز گنبد کعبۂ رُوحِ مجرّد ہے

اُتر آیا دِلوں میں نامِ پاک، اُن کا تو حیرت کیا
کہ قرآں تک میں دیکھو سورۂ نامِ محمدؐ ہے

کہاں کے سرو اور شمشاد؟ طوبیٰ تک نہیں ٹکتا
مِرے سرکارؐ کے آگے کہیں کوئی بھی قد ہے؟

شریعت سے اگر ہٹ جاؤ تو اِسلام بے معنیٰ
ہر اک منزل کا ہے اک اقتضا، اور اک نہ اک حد ہے

خُدا سے بڑھ کے مدّاحِ نبیؐ ہو ہی نہیں سکتا
مکمّل سی مکمّل نعت، خود نامِ محمدؐ ہے

بدل جاتے ہیں کتنے اعتبار و حکم دونوں بھی
اِسی پر غور کرنے کے لیے تو میمِ احمدؐ ہے

مُقیّد کی نظر مُطلق کو مُطلق پا نہیں سکتی
نگاہِ شوق کی تسکین کو رُوئے محمدؐ ہے
اِسی میں باہمہ اور بے ہمہ کا دَرس ہے کامل!
تجزّی چاہیے جس شے کی ہو حاصل اُس کا مفرد ہے

منقبتِ مولائے کائنات حضرت سیّدنا علیؓ

ہر اک مشکل میں کام آئی دُہائی میرے مولاؐ کی
عجب کچھ ڈھب کی ہے مشکل کشائی میرے مولاؐ کی
خرد نے سو طرح صورت دِکھائی میرے مولاؐ کی
سمجھ میں شان پھر بھی کچھ نہ آئی میرے مولاؐ کی
ہر اک حدِ تعین سے علیؑ کی شان اعلیٰ ہے
عیاں خود نام ہی سے ہے بڑائی میرے مولاؐ کی
نہ جانے عالمِ تکوین میں کس کس کو رشک آیا
محبت میرے حصے میں جب آئی میرے مولاؐ کی
یہ حق کے ساتھ رہتے ہیں حق اِن کے ساتھ رہتا ہے
نہیں ممکن کبھی حق سے جدائی میرے مولاؐ کی
اِمامِ دو جہاں ہیں مقتدائے جانِ پاکاں ہیں
مُبارک پاک بازو! پیشوائی میرے مولاؐ کی

محمدؐ جس کے مولا ہیں علیؑ بھی اُس کے مولاؐ ہیں
بتاؤ تو یہ عظمت کس نے پائی میرے مولاؐ کی
اِنھیں سے اہلِ عرفاں زندگی محسوس کرتے ہیں
دِلوں کی موت ہے دَم بھر جُدائی میرے مولاؐ کی
محی الدینؒ معین الدینؒ بہاء الدینؒ شہاب الدینؒ
کئی ناموں سے ہے جلوہ نمائی میرے مولاؐ کی
نگاہِ شوق نے کامل عبادت کے مزے لُوٹے
نظر کے سامنے صورت جب آئی میرے مولاؐ کی

مُبارک ہو علیؑ مرتضیٰ کی آمد آمد ہے
مرے مولیٰ مرے مشکل کشا کی آمد آمد ہے

تہور جس پہ ہے نازاں شجاعت جس پہ ہے قرباں
اُسی خیبر شکن شیرِ خدا کی آمد آمد ہے

سخا پیکر، کرم گستر، خدائی دین کا مظہر
مکمل جلوۂ شانِ عطا کی آمد آمد ہے

وہ، جس کی شان میں نازل ہوئی ہے سورۂ انساں
اُسی انسانیت کے رہنما کی آمد آمد ہے

بحق عامل، بحق مفتوں، بحق گویا، بحق معقول
ولیِ حق، حبیبِ مصطفیٰؐ کی آمد آمد ہے

وہی سج دھج، وہی سیرت، وہی رحمت، وہی طاقت
نہ جانے مصطفیٰؐ یا مرتضیٰؑ کی آمد آمد ہے

وفا نے جس کی آغوشِ نظر میں تربیت پائی
اُسی سر حلقۂ اہلِ وفا کی آمد آمد ہے

بمستانِ محبت مژدہ عیش و طرب بادا
سرورِ جانِ اربابِ ولا کی آمد آمد ہے

نگاہوں کا ہر اک سجدہ چلا ہے پیشوائی کو
سُنا ہے قبلۂ اہلِ صفا کی آمد آمد ہے

فضاؤں میں ہے کامل روشنی نورِ قدم کی سی
خبر تو لو! یہ کس شمعِ ہدیٰ کی آمد آمد ہے

سہارا بے سہاروں کا حمایت مرتضیٰؑ کی ہے
ہر آڑے وقت کام آنا، یہ عادت مرتضیٰؑ کی ہے

ولایت مرتضیٰؑ کی ہے، امامت مرتضیٰؑ کی ہے
خدا کے فضل سے ہر اک فضیلت مرتضیٰؑ کی ہے

پسندیدہ خدا کا کیوں نہ مقبولِ دو عالم ہو
دلیل اِس قول پر خود معنویت مرتضیٰؑ کی ہے

شبِ ہجرت وہ گہری نیند، پھر اعدا کے نرغے میں
یہ جرأت مرتضیٰؑ کی ہے، یہ ہمت مرتضیٰؑ کی ہے

گنہگارو! نہ گھبراؤ خیالِ روزِ محشر سے
شفاعت مصطفےٰؐ کی ہے حمایت مرتضیٰؑ کی ہے

شعورِ دید سے ہوتا ہے عرفانِ نظر پیدا
نہ جانے کتنے پردوں میں حقیقت مرتضیٰؑ کی ہے

علیؑ کو دیکھتا ہوں واجب و ممکن کے جلووں میں
ہر آئینہ مری نظروں میں صورت مرتضیٰؑ کی ہے

میں اُس منزل میں چل کر دیکھتا ہوں اپنے مولاؑ کو
جہاں مَن کُنتُ مَولاہُ سے نسبت مرتضیٰؑ کی ہے

دکھا دوں چیر کر دل اپنا، گر بس چل سکے میرا
اِس آئینے میں کتنی صاف صورت مرتضیٰؑ کی ہے

تولائے علیؑ سے ہے ہماری زندگی کامل
ہمارا سارا سرمایہ محبت مرتضیٰؑ کی ہے

منقبتِ حضرت سیّدنا امام حسن علیہ السلام

نبیؐ کی صورت، نبیؐ کی سیرت حسن علیہ السّلام کی ہے
یہی تو سب سے بڑی فضیلت حسن علیہ السّلام کی ہے

اِدھر خلافت اُدھر امامت حسن علیہ السّلام کی ہے
ہر اک بزرگی، ہر ایک عظمت حسن علیہ السّلام کی ہے

عطا کی شان ایسی بے مثالی، بنا تونگر ہر اک سوالی
جہاں میں مانی ہوئی سخاوت حسن علیہ السّلام کی ہے

حدیبیہ کے معاہدے کی، ملی روش صلح میں حسنؑ کی
نبیؐ کے نقشِ قدم سیاست حسن علیہ السّلام کی ہے

ابھی وہ مسجد میں معتکف ہیں، ابھی سفارش کو چل پڑے ہیں
کہ ہر نفس اک نئی عبادت حسن علیہ السّلام کی ہے

نہال ہوتے رہے کرم سے، خطائیں کر کے غلام اُن کے
یہ شانِ رحمت یہ شانِ رافت حسن علیہ السّلام کی ہے

جنابِ شبّرؑ سے ربط کامل ہے جتنا، ایمان بھی بس اُتنا
یہ سوچ لو کس قدر محبت حسن علیہ السلام کی ہے

سلام

نہیں بھرتا ہے جی دیدِ رُخِ شبیرؑ و شبّرؑ سے
رسول اللہ یاد آتے ہیں اُن کے روئے انور سے

محبت جزوِ ایماں ہے ہمیں آلِ پیمبرؐ سے
خدا کو ہم نے پہچانا انھیں کے جدِّ اطہر سے

غمِ سبطِ پیمبرؐ میں سلامی! دل جو بھر آیا
عقیدت نے کئے موتی نچھاور دیدۂ تر سے

شہادت نے قدم چومے ہیں اُس شاہِ شہیداں کے
ہوئی ہے دُور جس کی تشنگی صرفِ آبِ خنجر سے

شہِ کرب و بلا تا کے سہوں صدمے جدائی کے
درِ اقدس پہ سجدوں کے لیے کب تک جبیں ترسے

ترے دامن کے سائے میں رہیں گے تیرے دیوانے
ڈریں گے ڈرنے والے گرمیِ خورشیدِ محشر سے

گدا بن کر تو دیکھو آج بھی کس طرح ملتا ہے
رسول اللہ کا صدقہ درِ شبیرؑ و شبّرؑ سے

اُسی کا ہے لقب شیرِ خدا جس کو شبِ ہجرت
شجاعت کی ملی ہے داد ہر اک تارِ بستر سے

بڑے ہی تلخ ہیں یہ گھونٹ بھی جبرِ مشیت کے
کفن کس کو ملا ہے؟ کیا بتائیں؟ کس کی چادر سے؟

علیؑ مرتضیٰ کے فیض کا کیا پوچھنا کامل
ذرا نسبت تو ہو جائے مرے سرکار کے در سے

دھڑکتے دل کے نذرانے کئے تحفے دیدۂ تر کے
کسی قابل نہیں ہوتے غمِ سبطِ پیمبرؐ کے

گئے سرکار میرے بندگی کا حق ادا کر کے
وہ اُن کا ایک سجدہ اور سب سجدے جہاں بھر کے

خدا نے خاص بندوں کو عجب کچھ تول تولا ہے
کبھی سر تن سے اور سر کو کبھی تن سے جدا کر کے

کبھی کی تشنگی بھی اُن میں پائی ابنِ حیدرؑ نے
ملے تھے جس قدر میراث میں فاقے پیمبرؐ کے

جہاں سے چاہتے پانی تو پانی دودھ ابلواتے
نواسے ہی جو ٹھہرے مالکِ تسنیم و کوثر کے

کوئی شعلہ نہیں ایسا کہ جو قابو سے باہر ہو
مگر جس آگ کو دشمن ہوا دینے لگیں گھر کے؟

یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ ان کے نامِ نامی سے
کسی دل کے لیے مرہم، کسی دل کے لیے چرکے

شہیدوں ہی سے پائی زندگی کی بھیک دنیا نے
نہ جانے کتنی قومیں آج تک زندہ ہوئیں مر کے؟

ترے قربان اے تعبیرِ رویائے براہیمیؑ!
مثالیں پیش کر دیں کتنی ہی قربانیاں کر کے!

خبر تو لو! کہ آخر یہ کمی ہے کس حرارت کی؟
یہ کیوں بے جان نعرے بن گئے "اللہ اکبر" کے

کہاں خنجر چلایا؟ کس سے اُمیدِ شفاعت ہے؟
ارے یہ دل کے ٹکڑے ہیں شفیعِ روزِ محشر کے

کمالِ عبدیت ہے، اس زباں کا رزق لینا بھی
مگر ماحول سے ڈر کے نہیں، اللہ سے ڈر کے

ہماری زندگی کامل بہت مہنگی پڑی ہم کو
لگے ہیں کربلا میں اس پہ سرمائے بہتّر کے

ڈرتے نہیں دشمن کی حریفانہ ادا سے
ہے ربط جنھیں کچھ بھی شہِ کرب و بلا سے

موڑیں نہ کسی حال میں مُنہ حکمِ خدا سے
یہ درس ملا پیکرِ تسلیم و رضا سے

اللہ غنی! کون یہ رکھے گئے پیاسے
زہراؑ کے جگر گوشے، محمدؐ کے نواسے

کوفے کی طرف قافلہ یہ کس کا چلا ہے
کس کس کو پڑا سابقہ دُنیا کی دغا سے

جو ہو گئے قربان حسینؑ بن علیؑ پر
جنت کو گئے سیدھے وہ میدانِ وغا سے

انسان بہتّر تھے، درندے تھے ہزاروں
یہ تشنۂ آب، اور وہ سب خون کے پیاسے

جو چاہے وہ فتویٰ ہو مرے حق میں کسی کا
نسبت ہے جبیں کو ترے نقشِ کفِ پا سے

آنکھوں سے ہٹا حرؔ کے جو اک پردۂ غفلت
رُخ پھر نہ سکا قبلۂ اربابِ صفا سے
کاملؔ وہی قسمت کا دھنی دونوں جہاں میں
پہنچا ہے جسے فیض درِ شبیرِ خدا سے

زمانے کا تماشا ہی جُدا ہے
ہر اک جلوہ نیا حق مانگتا ہے
سلام اُس پر جو شاہِ کربلا ہے
حیات اپنی یہ جس کا خوں بہا ہے
سرِ تسلیم یونہی کب جھکا ہے
جہاں بے وجہ کب اُس پر فدا ہے
علیؑ میں جلوہ گر شانِ رسالت
علیؑ کی آن اُس میں دیکھتا ہے
جو ہے نورِ نظر شیرِ خدا کا
وہ خود بھی ثانیٔ شیرِ خدا ہے
ہے اُس کا کام بھی مشکل کشائی
اور اُس کا نام بھی مشکل کشا ہے
بُرا ہوتا ہے مارِ آستیں بھی
نہ جانے اِس نے کس کس کو ڈسا ہے
اِسی اژدر نے چابا تھا کلیجہ
جبھی سے خون مُنہ کو لگ گیا ہے
جمل صفین سب اِس کی بدولت
جہاں دیکھو اِسی کا شعبدا ہے
کہیں پانی میں اِس نے زہر اُگلا
کہیں مسموم خنجر بن گیا ہے
مگر حق کا ہُوا پھر بول بالا
ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے
کچھ اپنی زندگی کی قدر کیجے
کہ یہ سودا بہت مہنگا پڑا ہے
خطائیں بخش دے یارب! ہماری
تجھے سوگندِ شاہِ کربلا ہے
نگاہِ شہ کے صدقے جی رہا ہوں
یہی تو میرا کاملؔ آسرا ہے

مجھ کو دستِ قدرت نے دَر پہ شہ کے ڈالا ہے
آپ ہی سے نسبت تھی، ہوش جب سنبھالا ہے
گھر گھر آج روشن ہے، نورِ مصطفائی سے
کربلا کی مشعل کا ہر طرف اُجالا ہے
سوچیے جہاں تک بھی، غور کیجیے جتنا
آپ کا مقام اُتنا ہی بلند و بالا ہے
داغ آپ کے غم کا مُہر ہے غلامی کی
یہ نوشتۂ قسمت، خُلد کا قبالا ہے
ناز آپ ہی پر ہے، آپ کے غلاموں کا
آپ کے سوا اُن کی کون سُننے والا ہے؟
وہ جہاں خود آجائیں پھر وہاں کی مشکل کیا؟
صرف نام نے جن کے ہر بلا کو ٹالا ہے
ہر قدم پہ اِک تازہ پرسشِ عمل دیکھی
اے شعورِ غم! تو نے کس ڈگر پہ ڈالا ہے
ایک ہی زمیں پر ہیں شمر اور حُر لیکن
اک طرف اندھیرا ہے، اک طرف اُجالا ہے
کیا بتا سکوں کاملؔ، کون ہیں حسینؑ اپنے
کیا کروں؟ شریعت کا میرے مُنہ پہ تالا ہے

منقبت سرکارِ بغدادؒ

نظر میں جلوہ ذی شانِ غوثِ اعظمؒ ہے — نگاہِ شوق پہ احسانِ غوثِ اعظمؒ ہے
ہر ایک تابعِ فرمانِ غوثِ اعظمؒ ہے — قسم خدا کی! عجب شانِ غوثِ اعظمؒ ہے
نصیب اُس کے، دماغ اُس کا، زندگی اُس کی — کہ جس کے ہاتھ میں دامانِ غوثِ اعظمؒ ہے
خمیر میں ہے مرے عشقِ سرورِ بغداد — ازل سے دل مرا قربانِ غوثِ اعظمؒ ہے

اِسی کمال پہ اپنے ہے ناز کامل کو
کہ وہ غلامِ غلامانِ غوثِ اعظمؒ ہے

دولت ہے دل میں اُلفتِ پیرانِ پیرؒ کی — خالی کبھی رہی نہیں جھولی فقیر کی
یادش بخیر، یاد بھی پیروں کے پیرؒ کی — سیرت نبیؐ کی شکل جنابِ امیرؓ کی
ہے بندہ پروری کی یہاں شان ہی کچھ اور — آئی نہ یہ کسی میں ادا میرے پیرؒ کی
"اَلصَّالِحُوْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ" — یہ بات ہی الگ ہے مرے دستگیرؒ کی
سارق بھی در سے آپ کے ابدال بن گیا — یہ تھا کرم، یہ دین تھی پیروں کے پیرؒ کی
سر کیوں نہ میں جھکاؤں کہ نظروں کے سامنے — صورت ہے ایک مظہرِ ربِّ قدیر کی
میں اور عرضِ حال، پھر ایسی جناب میں — ہے بارگاہ یہ مرے روشن ضمیر کی
جرأت سے کہہ رہا ہوں، خدا بخش دے مجھے — ہمت ہے مجھ کو نسبتِ پیرانِ پیرؒ کی
سرکار! اپنے حسن کا صدقہ دلائیے — ہوتی ہے لاج اہلِ کرم کو فقیر کی
محشر کے روز آئینۂ دل میں اپنے ساتھ — تصویر لے کے جاؤں گا پیرانِ پیرؒ کی

کامل تو جس کا بندہ ہے بس اُس سے کام رکھ
چوکھٹ نہ چھوڑنا کبھی پیرانِ پیرؒ کی

تمھاری دید میں ہے وہ اثر یا غوثِ صمدانیؒ — نظر پر ناز کرتی ہے نظر یا غوثِ صمدانیؒ
پھریں گے پھرنے والے در بدر یا غوثِ صمدانیؒ — تمھارے در پہ ہے میری نظر یا غوثِ صمدانیؒ
تمھارے در کا بندہ ہوں تمھیں سے مجھ کو لینا ہے — تمھارا ہو کے میں جاؤں کدھر یا غوثِ صمدانیؒ
سرِ سودا زدہ میرا سلامت، تم سلامت ہو — نہ چھوٹے گا تمھارا سنگِ در یا غوثِ صمدانیؒ
یہ کیسی بندگی ہے، کیا تماشا ہے، خدا جانے — خدائی کی نظر ہے آپ پر یا غوثِ صمدانیؒ
ہزاروں دن فدا اُس رات پہ جس رات آپ آئیں — قیامت تک نہ ہو اُس کی سحر یا غوثِ صمدانیؒ
تمھارے دیکھنے کا حق ادا ہو جن نگاہوں سے — کہاں ہیں اور کہاں ایسی نظر یا غوثِ صمدانیؒ
"مریدی لاتخف" کہہ کر ہمیں بے فکر کر ڈالا — ہماری جان قرباں آپ پر یا غوثِ صمدانیؒ
کھلا ہے جامۂ محبوبیت کچھ اس طرح تم پر — تمھیں پر پڑتی ہے سب کی نظر یا غوثِ صمدانیؒ
مصیبت ہو کہ راحت ہو، مزے نسبت کے لیتا ہوں — تمھارے در پہ رہتا ہے یہ سر یا غوثِ صمدانیؒ
تمھارے دامنِ اقدس سے دامن باندھ بیٹھا ہوں — دو عالم میں مجھے اب کس کا ڈر یا غوثِ صمدانیؒ
کمالِ حسن کا صدقہ، ہماری لاج رکھ لینا — اِدھر بھی اک عنایت کی نظر یا غوثِ صمدانیؒ
تمھارا نام لے کر زندگی ہم نے گزاری ہے — مریں گے بھی تمھارے نام پر یا غوثِ صمدانیؒ

نہ بھولو اپنے کامل کو کہ تم پر جان دیتا ہے
یہ دیوانہ رہا ہے عمر بھر یا غوثِ صمدانیؒ

جمالِ روئے انور سے مرا دل شاد ہو جائے — انھیں دیکھوں تو دنیائے نظر آباد ہو جائے

عجب کیا ہے کہ بندہ حاضرِ بغداد ہو جائے — ابھی لگ جائیں پر، جیسے ہی اُن کی یاد ہو جائے

وہیں شاید سمجھ میں آسکیں محبوبِ سُبحانی — کہ جس منزل میں آکر صید خود صیّاد ہو جائے

کمی رہتی نہیں ہے حُسن کے بے قید جلووں کی — نگاہِ شوق جب ہر قید سے آزاد ہو جائے

محبت کی وہی منزل، مقامِ فکر ہوتی ہے — جہاں اُن کا کرم ہم صورتِ بیداد ہو جائے

تبسم سے زیادہ اور کیا شکوہ محبت کا — دہانِ زخم دل جب قابلِ فریاد ہو جائے

نہ چھوڑو دامنِ غوثُ الوریٰ، چاہے کوئی چھوٹے — اگر یہ چاہتے ہو، وقت پر امداد ہو جائے

جو کاملؔ اُن کی نسبت کا سہارا لے کے جیتا ہے
یہ پھر کس طرح ممکن ہے کہ وہ برباد ہو جائے

سرکار مرے ہو جائیں تو پھر، میرے لیے گویا سب کچھ ہے
محبوبِ خدا ہیں وہ بخدا! اک ان کا سہارا سب کچھ ہے

وہ خسروِ خوباں، تُرکِ مجسم، کونین میں جس کا سب کچھ ہے
دیوانہ ہے دل اُس کا لیکن، دیوانہ سمجھتا سب کچھ ہے

دیدارِ خُدا، دیدارِ نبیؐ، دیدارِ علیؓ، دیدارِ حسنؓ
قربان تمھاری سج دھج کے، اک جلوہ تمھارا سب کچھ ہے

جنت کی طلب، حوروں کی ہوس، توہین ہے تیرے بندوں کی
اے جانِ تمنائے عالم! اک تیری تمنا سب کچھ ہے

جب اپنا ارادہ کچھ نہ رہا، جب اپنی تمنا کچھ نہ رہی
یہ راز کہیں تب فاش ہُوا، کونین میں اپنا سب کچھ ہے

ہر درد میں اک لذت آئے، تکلیف بھی راحت بن جائے
اک بار جو تم ہو جاؤ مرے، پھر مجھ کو گوارا سب کچھ ہے

کیا درس دیا ہے عالم کو، سمجھے کوئی عبدالقادرؒ کو
اللہ کے بندے بن جاؤ، اللہ کا بندہ سب کچھ ہے

ہے سب سے بڑی قدرت کی عطا، صرف اُن کی خوشی، صرف اُن کی رضا
اصحابِ ہوس کا کچھ بھی نہیں، اربابِ وفا کا سب کچھ ہے

جب تک ہے نوازش پردوں کی، بہتات ہے اُن کے جلووں کی
بے پردہ فقط اک حیرت ہے، پردہ ہی تو اُن کا سب کچھ ہے

کونین میں سارا راج اُس کا، ہر تخت اُس کا، ہر تاج اُس کا
آقا ہو تو ایسا آقا ہو، اک بندہ جس کا سب کچھ ہے

بربادِ محبت کا اپنے، کیا کوئی تماشا دیکھے گا
کیوں فکر ہو کاملؔ فردا کی، جب وقت پہ ہوتا سب کچھ ہے

پاس آتے ہیں مرے اور نہ بُلاتے ہیں مجھے
یہ بھی کیا کم ہے کہ وہ یاد تو آتے ہیں مجھے

دائم آباد رہے، یوں ہی بھری بزم اُن کی
بن کے خود شمع جو پروانہ بناتے ہیں مجھے

حُسنِ محبوبِ خدا پر جو نظر کرتا ہُوں
اُس کی قدرت کے تماشے نظر آتے ہیں مجھے

جانے؟ کیا بات ہے؟ کیوں لوگ مزے لیتے ہیں؟

نام لے کر ترا دیوانہ بناتے ہیں مجھے
صدقہ حُسنِ نظر ہے مری مستی ساری
اُن کے قربان جو آنکھوں سے پلاتے ہیں مجھے
زندگانی ہے درِ غوثؓ کے ٹکڑوں پہ مری
چھین کیا لیں گے وہ مجھ سے، جو ڈراتے ہیں مجھے
میری کیا بُود ہے، سب اُن کا وجود، اُن کی نمود
کیسے نادان ہیں جو سامنے لاتے ہیں مجھے
جانتے ہیں کہ نہیں اُن کے سوا میرا کوئی
کچھ سمجھ کر ہی وہ دامن میں چھپاتے ہیں مجھے
سر کے بل جاؤں، اگر پر ہوں تو اُڑ کر پہنچوں
کوئی کہہ دے جو مرے پیر بُلاتے ہیں مجھے
کہئے! کس خسروِ خوباں کی ہے آمد کامل
رُونمائی میں دو عالم نظر آتے ہیں مجھے

ازل سے دل ہے پابندِ وفائے شاہِ جیلانیؓ
مری قسمت کا حصہ ہے ولائے شاہِ جیلانیؓ
نظر کیا پا سکے گی ماورائے شاہِ جیلانیؓ
وہاں تو نورِ مطلق ہے بجائے شاہِ جیلانی

علی الاطلاق جلووں میں تو کچھ پتے نہیں پڑتا
کہوں تو کیا کہوں رنگِ فنائے شاہِ جیلانیؓ
اگر تشبیہ میں آؤں تو شاید کہہ سکوں اتنا
لقائے مصطفائیؐ ہے لقائے شاہِ جیلانیؓ
بہانہ چاہئے محشر میں بخشش کے لیئے کوئی
یہی بس ہے کہ ہم بھی ہیں گدائے شاہِ جیلانیؓ
وہاں نظریں رُکیں میری مقامِ مصطفائیؐ پر
جہاں محسوس کی حدِ ثنائے شاہِ جیلانیؓ
خدا کا ہر مکاں اُن کا کہ محبوبِ خدا ہیں وہ
دلِ مومن وہی جس میں ہو جائے شاہِ جیلانیؓ
یہاں بھی زیرِ سایہ ہیں، اگر اللہ نے چاہا
وہاں بھی ہوں گے ہم زیرِ لوائے شاہِ جیلانیؓ
محمد سب کو یاد آئے، کہ اُن کی زندگانی میں
کچھ ایسے ڈوب کر تشریف لائے شاہِ جیلانیؓ
خیالِ غیر کی آمد کے سارے راستے روکے
تری نسبت نے وہ پہرے بٹھائے شاہِ جیلانیؓ
وہ عشق و محبت میں ہے کامل بدعوتِ سجدہ
ہمارے حق میں ہر اک نقشِ پائے شاہِ جیلانیؓ

منقبت حضرت خواجہ غریب نوازؒ

بہر صورت نگاہوں میں ہے صورت میرے خواجہؒ کی
نظر سے پھر بھی اوجھل ہے حقیقت میرے خواجہؒ کی

رسولؐ اللہ کی تصویر پھر جاتی ہے آنکھوں میں
تصوّر میں جب آجاتی ہے صورت میرے خواجہؒ کی

مِرا جی چاہتا ہے اُس پہ بھی قربان ہو جاؤں
نظر آتی ہے جس میں بھی شباہت میرے خواجہؒ کی

قرارِ جانِ مُشتاقاں، سرورِ دیدۂ پاکاں
علی الاطلاق ہوتی ہے جو رُویت میرے خواجہؒ کی

دل و جاں کو عوض اُس کا سمجھنا کم نگاہی ہے
نہیں ہے اس قدر سستی محبت میرے خواجہؒ کی

ابھی مشہود ہو جائے، مقامِ قربِ "اَوْ اَدنیٰ"
ذرا بس ہو ہی جاتا ہے عنایت میرے خواجہؒ کی

معین الدینؒ سے لے کر مقامِ مصطفائیؐ تک
نہ جانے کتنے پردوں میں ہے صورت میرے خواجہؒ کی

جہاں جاؤں جہان بیٹھوں، وہ میرے ساتھ ہیں کاملؔ
مکمّل سی مکمّل ہے معیّت میرے خواجہؒ کی

منقبت حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمۃ

یہ بارگاہِ خواجہ بندہ نوازؒ ہے
اِس دَر پہ جس کا سر ہے وہی سرفراز ہے

دیکھے کوئی اگر نگہِ امتیاز ہے
کس شان کا یہ سیّدِ گیسو درازؒ ہے

ہر دل پہ کچھ نہ کچھ کرمِ چشمِ ناز ہے
اُن کا ہر ایک تیرِ نظر دل نواز ہے

پروازِ عقل کا ہے تصوّر وہاں غلط
جس عالمِ بلند کا وہ شاہباز ہے

دیکھو وہ محوِ خواب ہے پھولوں کی سیج پر
نسبت پہ جس کی آج ہزاروں کو ناز ہے

اُن کی عنایتوں سے ہمیں کیا نہیں ملا
پیہم اک اضطراب ہے، سوز و گداز ہے

جب تک ہے راز، رازِ حقیقت کی ہے دلیل
آئینہ بن گیا تو سمجھ لو مجاز ہے

توہینِ اعتماد ہے، فکرِ مآلِ کار
بے فکر بیٹھ جاؤ خدا کارساز ہے

کیا کیجیے گا ؟ کر کے حقیقت کو بے نقاب
ہر اعتبارِ جلوہ بشکلِ مجاز ہے

وہ کیوں نیاز مند ہو، نازِ طبیب کا
کاملؔ جسے نصیب غمِ چارہ ساز ہے

منقبت

حضرت مولیٰنا حافظ میر شجاع الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ

کیا کہوں؟ حافظ شجاع الدّین کی کیا شان ہے
ان کی ساری زندگی قرآن ہی قرآن ہے

کیا بتاؤں؟ ان میں کس کس کی ادائیں آگئیں
کچھ تو ہے، جو ان پہ ہر اہلِ نظر قربان ہے

"رحمۃ اللہی"[عہ۲] فضا ہے، اور "رفیعی"[عہ] جھلکیاں
اُس شجاعی آستانے کی نرالی شان ہے"

دولتِ دارین ہے اک دامن غوث الوریٰ
قادریت بھی خدا کا مستقل احسان ہے

عشق کی منزل میں کوئی لُٹ کے بیٹھے تو سہی
بے سروسامانیِ غم بھی بڑا سامان ہے

مصطفےٰ کی بندگی سے ابنِ آدم کا شرف
جو غلامِ مصطفےٰ ہے، بس وہی انسان ہے

کھینچ سکتے ہیں کرنٹ اُتنا ہی. برقی قمقمے
جس میں جتنا حوصلہ ہے، جس میں جتنی جان ہے

بس وہی سمجھیں گے مردانِ خدا کا مرتبہ
جن کو حاصل اولیاء اللہ کا عرفان ہے

اِتباعِ سنّتِ خیر البشر کیا پوچھنا؟
یہ وہی تو برکتیں ہیں، یہ وہی فیضان ہے

عہ مولینا شاہ رفیع الدین قندھاری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت کے مرشد تھے۔
عہ۲ حضرت شاہ رحمۃ اللہ نائب رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے مرشد کے مرشد ہوتے ہیں۔

دیکھ لو "کشف الخلاصہ"[عہ۱] کو اُٹھا کر دیکھ لو!
ایک کوزے میں سمندر، کیا خدا کی شان ہے

غور کرنا ہے تو کیجے کاملؔ اپنے آپ پر
اپنی ہستی ہی کا عرفاں معرفت کی جان ہے

غزل

مرا سر اور تیرا آستاں ہے — تو پھر میرا امکاں بھی لامکاں ہے
چکائے کون جھگڑے غیریت کے — تصوّر سے ترے فرصت کہاں ہے
یگانہ بھی کہیں بیگانہ ہوگا — یہ کیسا وہم ہے؟ کیسا گماں ہے
وہی ہم ہیں، وہی آہیں، وہی سوز — یہ کیسی آگ ہے؟ کیسا دھواں ہے
نہ پوچھو زندگی اہلِ وفا کی — زمیں بھی اُن کے حق میں آسماں ہے
یہ پہلو تو نظر آتا ہے خالی — خدا جانے، ہمارا دل کہاں ہے؟
کسی اک قوم کا ورثہ نہ سمجھو — متاعِ مشترک اُردو زباں ہے
بھروسہ کیا ہے دو دن کی ہوا کا — وفائے دہر جھوٹی داستاں ہے
ہماری خوش خیالی کچھ نہ پوچھو — ہوا پر آج کل اپنا مکاں ہے

کوئی کاملؔ انھیں اپنا کے دیکھے
جدھر وہ ہیں اُدھر سارا جہاں ہے

عہ۱ آپ کے منظوم فقہی رسالے کی طرف اشارہ ہے جو مقبول عام ہے۔

آنکھیں ہیں اشکبار تو دل بے قرار ہے ہر ایک پر جُدا کرمِ ہجرِ یار ہے
جیتا ہوں کے نق کو اللہ کیا کروں؟ میں بے قرار ہوں تو کوئی بے قرار ہے
کب عشق غیرِ حسن ہے، کب حسن غیرِ عشق ناموں کا اعتبار بھی کچھ اعتبار ہے
مل جائے گا کنارہ بحرِ حوادثات بیڑا اک بن کے ڈوب، جو ڈوبا وہ پار ہے
ہے مرگ و زیست اک حرکت اور سکوں کا نام وجہِ حیاتِ عشق دلِ بے قرار ہے
ہے شکوہ سنجِ ستم شدتِ ظہور آنکھوں کو میری یا ہوسِ انتظار ہے
اپنی نماز ایک بہانہ ہے دید کا مُنہ سوئے قبلہ اور نظر سوئے یار ہے
ہے آپ کے کرم کی ضرورت جنابِ غوث محتاجِ یک نگاہ مرا حالِ زار ہے

کامل کے دل سے پوچھئے سجدوں کی لذتیں
وہ ہے سرِ نیاز ہے اور پائے یار ہے

کہیں سے سلام و پیام آ رہا ہے مرا دردِ دل آج کام آ رہا ہے
کوئی شوخ محشر خرام آ رہا ہے نظر دل کا برہم نظام آ رہا ہے
زمین آسماں بننے والی ہے شاید مرے گھر وہ ماہِ تمام آ رہا ہے
مصیبت میں ہر ایک نے ساتھ چھوڑا بس اک دردِ دل ہے جو کام آ رہا ہے
بصد فخر و نازش بطوقِ غلامی عجب دھج سے تیرا غلام آ رہا ہے
درِ یار کا تذکرہ کس نے چھیڑا؟ مجھے یاد اپنا مقام آ رہا ہے
رہے ہم تو رسوا بھی ہو کر مزے میں ترے نام کے ساتھ نام آ رہا ہے

اُٹھا شور محشر میں کامل جب آیا
غلامِ شفیع الانام آ رہا ہے

یوں یار سے تعلق ہم اپنا جوڑ بیٹھے دُنیا کی کیا حقیقت، عقبیٰ بھی چھوڑ بیٹھے
تھی ماسوا کی اُلفت سو بیڑیوں کی بیڑی جوشِ جنوں کے ہاتھوں ہم وہ بھی توڑ بیٹھے
تیرے سوا کسی سے اب کیا کوئی علاقہ اے یار! تیری خاطر ہم سب کو چھوڑ بیٹھے
موضوعِ گفتگو ہی میرے تمہارے قصے دو چار جس جگہ بھی سر اپنے جوڑ بیٹھے
جب تم کو دے دیا ہے پھر ہم سے کچھ نہ پوچھو اُس دل کا تذکرہ کیا؟ جس دل کو چھوڑ بیٹھے
دیوانگی کی آخر ہم وجہ کیا بتائیں؟ دیوار تیری دیکھی، سر اپنا پھوڑ بیٹھے

ہم جی رہے ہیں کامل سب سے نچنت ہو کر
دل جب سے اُن پہ آیا مُنہ سب سے موڑ بیٹھے

"مرتا ہے کوئی آپ پہ مرجانے دیجیئے" صدقہ اُتر رہا ہے، اُتر جانے دیجیئے
جھگڑے چکائے کون فراق و وصال کے؟ اِن سب سے آگے مجھ کو گزر جانے دیجیئے
رُکتا نہیں ہے، گریۂ بے اختیارِ غم سیلاب آ چکا ہے، گزر جانے دیجیئے
ہے عہد سے عزیز ادائے شکستِ عہد قول و قسم سے اُن کو مُکر جانے دیجیئے
روتا نہ چھوڑ جائیے بیمارِ عشق کو دریا چڑھاؤ پر ہے اُتر جانے دیجیئے
زاہد غرورِ حسنِ عمل سے تباہ ہے اُس کو کبھی گناہ بھی کر جانے دیجیئے
محفوظ کر رہا ہوں نگاہیں حضور کی اِن ناوکوں کو دل میں اُتر جانے دیجیئے
اب تک تو دیدِ حسن کی خاطر ہے خراب اب ہم کو حسنِ دید پہ مر جانے دیجیئے
تکمیلِ زندگی کے لیے مر رہا ہوں میں جی جاؤں گا ذرا مجھے مر جانے دیجیئے

کامل کو چھوڑ دیجیئے اب اُس کے حال پر
جیسی گزر رہی ہے گزر جانے دیجیئے

تخصیصِ تجلّی میں پھنس کر دیدار کو رُسوا کون کرے؟
دامانِ نگہ کی تنگی پر سر پیٹ کے رویا کون کرے؟
جینے کا سہارا جب نہ رہے، جینے کی تمنّا کون کرے؟
یہ تہمتِ ہستی کس سے اُٹھے؟ یہ ظلم گوارا کون کرے؟
سامانِ سکوں اب میرے لیے گلشن میں مہیّا کون کرے؟
خود کردۂ ذوقِ وحشت کو بیگانۂ صحرا کون کرے؟
دُنیائے خیالی پر اپنی تعمیرِ تمنّا کون کرے؟
پہلو میں مچلنے والے کی مشکل میں اضافہ کون کرے؟
مرضی یہ تری جینا مرنا، ہر حکم ترا پورا کرنا
مجبورِ محبت ہوں ورنہ اپنے کو پرایا کون کرے؟
ہوں غیر کبھی میں غیروں میں، اپنا ہوں کبھی میں اپنوں میں
گُم ہو کے تمھارے جلووں میں، تفریقِ تماشا کون کرے؟
مشہودِ مرا مستور بھی ہے، نزدیک بھی ہے اور دُور بھی ہے
بے عشق سمجھ میں کیا آئے؟ اضداد کو یک جا کون کرے؟
لب اپنے ہمیں سی لینا ہے، تسلیم کی مے پی لینا ہے
جس طرح بنے جی لینا ہے، پھر عرضِ تمنّا کون کرے؟
آسایشِ گیتی کی خاطر، انساں کرے کیا کیا آخر؟
اپنوں سے تلطّف ہو نہ سکا، دشمن سے مدارا کون کرے؟

اک نزع کا عالم ہر دم ہے، مرنے سے یہ جینا کب کم ہے؟
فانی کو فنا مستلزم ہے، جینے کی تمنّا کون کرے؟
اے جانِ تمنّائے کامل! شیرازہ کُنِ سیپارۂ دل
جب تیری معیّت ہے حاصل، اندیشۂ فردا کون کرے؟

سو بار ہوئی دل کی بُری طرح تباہی — معصوم ہے پھر بھی تری دُزدیدہ نگاہی
تو خانہ برانداز بنے یا مرا دم ساز — ہے تیری حکومت، ترا سکّہ، تری شاہی
تُو نے بھی اگر پھیر لی چشمِ کرم اپنی — ہم جیسے گنہ گار کہاں جائیں الٰہی
احساس کی دُنیا میں تمنّائیں جو بھر آئے — دیکھی نہیں جاتی ترے بے دل کی تباہی
تقدیرِ محبت بھی کہاں جا کے لڑی ہے؟ — میں بندۂ پُرعیب، وہ محبوبِ الٰہی
یوں ڈھل گئی مرضی مری منشا پہ کسی کے — جو بات مرے دل میں تھی اُس نے وہ چاہی
ڈرتا ہوں میں جب نہ یہ کرتا ہے کوئی ناز — لُٹیا نہ ڈبو دے کہیں نا کردہ گناہی
ساقی! تری یاد آتے ہی کھو دیتی ہے مجھ کو — مستانہ روش، مست ادا، مست نگاہی

یہ عشق کی منزل ہے قدم پھونک کے رکھیے
کامل ہے یہاں ایک تباہی سی تباہی

کیا کیا نہ اُٹھائے دُکھ ہم نے، اِس دل کی بدولت کیا کہیے؟
آغاز میں جب یہ عالم ہے، انجامِ محبت کیا کہیے؟
اِن حُسن کی دُنیا والوں سے بے ربطیِ غم کا شاکی ہے
احساسِ محبت کی دل میں دَر پردہ شرارت کیا کہیے؟

ہر ایک توانائی اُس میں مرکوز و منحصر ہے لیکن
انسان اگر انسان بنے، انسان کی قوت کیا کہیئے؟

ماضی کے لیئے روتے ہیں مگر فردا کی طرف سے صرفِ نظر
ہے حال ہمارا یوں ہی اگر، فردا کی مصیبت کیا کہیئے؟

آنکھوں کی نمی اور دل کی تڑپ ان دو کو سنبھالے بیٹھا ہے
مایوسِ تمنائے غم کا احساسِ قناعت کیا کہیئے؟

ہر آن ہیں اُس کے جلوؤں کے انداز نئے اور رُوپ نئے
کس کس کے لیئے برباد رہے، یارانِ طریقت کیا کہیئے؟

جب کوئی کسی کا ہو جائے، یہ بات سمجھ میں تب آئے
بیگانۂ نسبت کے آگے کیا چیز ہے نسبت کیا کہیئے؟

جینا ہے اُسی کی مرضی پر، مرنا ہے اُسی کی مرضی پر
کس طرح کھلونا بنتا ہے مجبورِ محبت کیا کہیئے؟

ہے تیری عنایت، تیرا کرم، کامل ہے جو یوں آوارۂ غم
کس حال میں ہے، کس رنگ میں ہے، بربادِ محبت کیا کہیئے

بیٹھے ہیں دل میں درد کی دُنیا لیئے ہوئے
مرتے ہیں زندگی کا سہارا لیئے ہوئے

وہ دن بھی یاد کیجیے صاحبِ اختلاط
سرکار بھی تھے کوئی تمنا لیئے ہوئے

خالی نہیں پھریں گے تری جلوہ گاہ سے
جائیں گے ایک حُسنِ تماشا لیئے ہوئے

نظروں میں ہیں تمھاری اداؤں کی کروٹیں
چھپتے ہو کیا صفات کا پردا لیئے ہوئے؟

رہتی ہے بس جنون کی بازی ہمارے ہاتھ
جاتے ہیں جس جگہ ترا سودا لیئے ہوئے

میرے مذاقِ دید کی خاطر تو دیکھیے
پھرتا ہے کعبہ دیر و کلیسا لیئے ہوئے

ہے سرسری نگاہ بھی اُس مستِ ناز کی
اک حُسنِ التفات کی دُنیا لیئے ہوئے

ہم کو حقیر جان کے دھوکے میں ہے جہاں
قطرہ بھی اپنے ساتھ ہے دریا لیئے ہوئے

کامل کو اپنے در سے خدا را نہ دُور کر
یہ جی رہا ہے تیرا سہارا لیئے ہوئے

جلوۂ یار نے کچھ ایسی ادا پائی ہے
ہر جھلک ایک نیا دعویٔ یکتائی ہے

مر مٹے ہم وہ ابھی محوِ خود آرائی ہے
اُس کے قربان جو خاموش تماشائی ہے

زخمِ دل ہو گئے پھر اُن کی عنایت سے ہرے
میرے گلشن میں پھر اک تازہ بہار آئی ہے

مے ٹپکتی ہے نگاہوں سے مرے ساقی کی
چشمِ بد دُور عجب مست نظر آئی ہے

بڑھ گئی چینِ جبیں سے مرے دل کی دھڑکن
اُن کی خفگی میں بھی اندازِ مسیحائی ہے

لوگ مُنہ مانگی مُرادوں کی دعا کرتے ہیں
ہم نے ہر چیز طلب سے بھی سوا پائی ہے

مٹ بھی جائے یہ کہیں طالب و مطلوب کا فرق
اِس کے آگے نہ تمنا نہ تمنائی ہے

آپ کے جتنے گلے ہیں مرے سر آنکھوں پر
بات پر بات مجھے بھی کوئی یاد آئی ہے

تیری خاطر کہوں، یا پاسِ ادب سے میں نے
عمر بھر تہمتِ ہستی کی سزا پائی ہے

عشق میں چل نہیں سکتی ہے سمجھ بوجھ کی بات
تیرے دیوانے کو اب اتنی سمجھ آئی ہے

آپ کے حُسن کی ہر وقت نئی شان کھلی
جب کبھی دل نے کوئی چوٹ نئی کھائی ہے

آپ سے مجھ کو اگر ربط نہیں ہے کوئی
یہ کشش کیا ہے یہاں تک جو مجھے لائی ہے

دو حیاتوں کے ہے مابین اجل کا وقفہ　　موت ستائی ہوئی زیست کی انگڑائی ہے

اپنے قدموں سے جدا کر کے تماشا نہ بنا
تیرا کامل ترا بندہ ترا شیدائی ہے

دو دو عدم ہیں ایک مری ذات کے لئے　　گویا کہ نفیٔ نفی ہے اثبات کے لئے
تم جس کو چاہو چن لو عنایات کے لئے　　ہم بھی کہیں گے اب نہ کسی بات کے لئے
مل جائے ساقیا جو ترے میکدے کی خاک　　سب کچھ ہے ایک رندِ خرابات کے لئے
خالی گئی زباں نہ فقیروں کی آپ کے　　اک بار آ گئے جو کسی بات کے لئے
ہر انقلاب کھیل ہے تیری نگاہ کا　　کیا دیر ہے تغیرِ حالات کے لئے
ٹوٹے نہ سلسلہ تو جفا بھی قبول ہے　　تیار ہو تو جاؤ کسی بات کے لئے
برباد کر کے ہم کو وہ مائل بہ لطف ہیں　　بے چین ہیں تلافیٔ مافات کے لئے
یوں اشتیاقِ عرضِ تمنا نے کھو دیا　　کرتا ہوں ان سے بات تعطلات کے لئے

جانا ہے ایک دن تمھیں سرکارِ حسن میں
کامل یہ دل کے داغ ہیں سوغات کے لئے

دل میں دھڑکن ہے نہ آنکھوں میں نظر باقی ہے
پھر بھی سب کچھ ہے غمِ یار اگر باقی ہے،
اور کچھ لوٹ لے افتادِ محبت کے مزے
کچھ تماشا جو ابھی شعبدہ گر باقی ہے

ہم کسی اور کی دہلیز پہ سر کیوں پھوڑیں
سرِ سودا زدہ باقی ترا در باقی ہے
قوتِ عشق پہ تکیہ بھی ہے توہینِ نیاز
کیوں ابھی تک مری آہوں میں اثر باقی ہے
جتنے در بند ہیں اللہ کرے بند رہیں
تیرے بندوں کے لیے جب ترا در باقی ہے
اور کچھ حقِ جنوں ہے تو ادا کر دیں گے
ایک بھی تار گریباں میں اگر باقی ہے
پستیٔ عقل ہے تاریکیٔ قسمت کا سوال
شب یہ کہتی ہے کہ ہنگامِ سحر باقی ہے
عیب کو عیب سمجھنا تو نئی بات نہیں
عیب یہ بھی ہے کہ احساسِ ہنر باقی ہے
بیڑیاں کٹ گئیں ہر پا ہے نگہ کی کامل
اب تو بے قید بس اک ذوقِ نظر باقی ہے

کیسی پناہ اک نگہِ بے پناہ سے　　ہر دل ہے چور آپ کی برقِ نگاہ سے
نسبت رہی ہمیشہ گداؤں کو شاہ سے　　رکھتے ہیں ربط ہم بھی کسی کج کلاہ سے
مجبورِ عشق اور پھر اک آہ بھی، خطا　　دامن کوئی بچائے گا کس کس گناہ سے
جینا بھی ہے وہیں، ہمیں مرنا بھی ہے وہیں　　نسبت ازل سے ہے ہمیں جس بارگاہ سے

خدمت ادب کی وجہِ معیشت نہیں مجھے   دامن بچا ہُوا ہے مرا اِس گناہ سے

کامل! ہر ایک حال میں اپنی روش چلو
دیکھو کہیں قدم نہ ہٹیں اپنی راہ سے

جو یار کا منشا ہے، شایانِ اطاعت ہے
اپنا یہی مذہب ہے، اپنی یہی ملّت ہے

اللہ میں بندے میں، تمیز ہی نسبت ہے
سمجھو تو یہی دُوری، دُوری نہیں قربت ہے

مطلوب ہو یا طالب، تفریق کی صورت ہے
اِس فرق کا اُٹھنا ہی تکمیل محبت ہے

دونوں میں برابر کا احساسِ محبت ہے
جو عشق کی صورت ہے، وہ حُسن کی صورت ہے

اُن سے مجھے نسبت ہے، مجھ سے انھیں نسبت ہے
قربان محبت کے، کیا شانِ محبت ہے

ہر وقت نئی صورت، ہر لحظہ نئی کروٹ
پہلو ہی بدلنے کی کچھ درد کو عادت ہے

اک ہوک سی اُٹھتی ہے، رہ رہ کے کلیجے میں
یہ اُن کی نوازش ہے، یہ اُن کی عنایت ہے

جو دل سے اُتر جائے، وہ نقشِ ہوسناکی
جو دل میں اُتر جائے، پیکانِ محبت ہے

انسان کے دل سے یہ مٹ جائے تو کیا کہنا
احساسِ مصیبت ہی دراصل مصیبت ہے

برباد جو ہوتا ہے، بنتا ہے وہی کامل
ہر بے سروسامانی، سامانِ محبت ہے

غمِ حیات سے فرصت ہمیں کبھی نہ ہوئی   بلائے جاں ہوئی اپنی تو زندگی نہ ہوئی

جُدائی ایک نفس بھی کسی گھڑی نہ ہوئی   ترے بغیر ہماری تو زندگی نہ ہوئی

خوشی تو یہ ہے غمِ یار میں کمی نہ ہوئی   ہماری عید ہی کتنی؟ ہوئی ہوئی نہ ہوئی

کمی شعور کی تھی، شکوہ کم نگاہی کا   خطا یہ بارِ دگر ہم سے پھر کبھی نہ ہوئی

قصور ہے تو ہمارا، ہماری کوتاہی   ترے کرم میں الٰہی کبھی کمی نہ ہوئی

شکستِ بدر کا اک اعتراف ہے یہ گہن   تمھارے حُسن سے اُس کی برابری نہ ہوئی

تری نگاہ کا ہر تیر ہم نے جھیل لیا   خطا معاف، کہ ہم سے تو بے رُخی نہ ہوئی

تعینات میں اُلجھی ہوئی نگاہوں سے   ملے وہ یوں، کہ ملاقات بس ہوئی نہ ہوئی

بصیرتوں کو ہے غرّہ تمھارے جلووں کا   بصر کو ہے یہ شکایت کہ دید ہی نہ ہوئی

نگاہِ یار سے آنکھوں میں گفتگو کر لی   قسم زبان کی تھی، اُس سے بات بھی نہ ہوئی

حیات بھی ابدی، سوزِ عشق بھی ابدی   علاجِ دردِ جگر اپنی موت بھی نہ ہوئی

یہ پاسِ وضع بھی اللہ! کیا قیامت ہے   ملے بھی وہ تو کوئی بات کام کی نہ ہوئی

فریبِ غیر ہے، اک اعتمادِ سوئے نگاہ   بصر میں ہائے! بصیرت کی روشنی نہ ہوئی

کسی جزا کے تصور میں سر کبھی نہ جھکا   جبینِ شوق سے توہینِ بندگی نہ ہوئی

مرے خیال میں کامل وہ آدمی ہی نہیں
جسے نصیب محبت کی زندگی نہ ہوئی

رکھا نہ اب کہیں کا دلِ بے قرار نے — برباد کر دیا غمِ بے اختیار نے
دل تو کبھی کا نذر کیا جاں نثار نے — اک جاں ہے، وہ بھی آپ کا صدقہ اُتارنے
اُس فتنہ گر کو جیت لیا ہار مان کر — کیا کیا مزا دیا ہمیں اس جیت ہار نے
پہلو بدل بدل کے مزے درد کے لیئے — وہ کروٹیں دکھائیں دلِ بے قرار نے
اب خواب میں بھی دید کو آنکھیں ترس گئیں — بے خواب کر دیا غمِ شب زندہ دار نے
وہ فصلِ گُل میں دل کو جلا کر چلے گئے — اِس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے
خاموش بھی ہوں میں تو مجھے سُن رہے ہیں وہ — اتنا تو کر دیا مرے دل کی پکار نے
سو سو طرح کی موت سے پالا پڑا ہمیں — کیا کیا کرم کیا ہے ترے انتظار نے
دُنیائے نطق بہہ گئی سیلابِ اشک میں — پوچھا جو ہم سے حال کسی غمگسار نے
نادان! پکار اس کو جو سُنتا ہے تیری بات — تو اُس کو چھوڑ! کس کو چلا ہے پکارنے

کامل نگاہ اس کی جمی، جس پہ جم گئی
چاہا جسے پسند کیا چشمِ یار نے

مرضی ہے جو بھی اُن کی، مرضی وہی ہماری
وہ جس میں ہم سے خوش ہیں، اُس میں خوشی ہماری
اُن پر نثار ہونا مقصودِ زندگی ہے
کس کام کی ہے ورنہ یہ زندگی ہماری

دل ہے تو مِلک اُن کی، جاں ہے تو مِلک اُن کی
اب کیا دھرا ہے اپنا، کیا شئے رہی ہماری
سب کچھ تری مشیت، سب تیری حول و قوت
ہم اپنے بس میں کب ہیں، کب چل سکی ہماری
کچھ آرزوئے جنت، کچھ خوفِ نارِ دوزخ
توہینِ بندگی ہے، یہ بندگی ہماری
اب اُن کی قوتوں سے ہم کام لے رہے ہیں
دیکھو! ہے کس مزے کی اُفتادگی ہماری
بے چون و بے چگون کا آئینہ ہم ہیں کامل
بے صورتی کا پرتو صورت گری ہماری

میری آنکھوں میں اُس کی صورت ہے — جس کی رُویت خدا کی رویت ہے
دل کو دونوں جہاں سے فرصت ہے — آپ کا غم بھی کیسی نعمت ہے
ہم بھی تھے اہلِ دل کبھی لیکن — اب تو دل کی جگہ محبت ہے
لوگ جس زندگی پہ مرتے ہیں — وہ خود اک مستقل مصیبت ہے
آ گئی جان اُن کے آنے سے — یہ بھی کتنی بڑی کرامت ہے
ہم بھی ہوں گے وہیں جہاں وہ ہیں — اُن سے نسبت اگر سلامت ہے
سابقہ ہے پھر اُس سے محشر میں — ہر ادا جس کی اک قیامت ہے
کون ہے؟ کیا خبر سوا تیرے — تیرے جلووں سے کس کو فرصت ہے

پھوڑ لیں گے کہیں بھی سر اپنا — تیرا سودا اگر سلامت ہے
یا حسینؑ ابنِ حیدرِ کرّار! — آج پھر آپ کی ضرورت ہے
موت سے ڈر کے بھاگنے والے! — تیری دُنیا کو کیا ضرورت ہے؟
تکتے رہنا کسی کی صورت کو
یہ بھی کاملؔ بڑی عبادت ہے

خوفِ دوزخ ہے، نہ جنت چاہیئے — اپنے دلبر کی محبت چاہیئے
اُن کی صورت، اُن کی سیرت چاہیئے — وہ مکمل ربط و نسبت چاہیئے
پاک بازانِ محبت کی قسم! — صرف اک سوزِ محبت چاہیئے
عشق اور پھر پُر دلی، بے جوڑ بات — دل بقدرِ خونِ حسرت چاہیئے
ہے تقاضا حسرتِ دیدار کا — جی بہلنے کی بھی صورت چاہیئے
بے کسوں سے بے رُخی اچھی نہیں — کچھ تو احساسِ محبت چاہیئے
ہاں! ذرا اک بار پھر ٹھکرایئے — یوں بھی دل کی قدر و قیمت چاہیئے
میری مرضی آپ کی مرضی میں ہے — مجھ کو تکمیلِ مشیت چاہیئے
خام سودائی سے کچھ حاصل نہیں — دَرد کی خو، غم کی عادت چاہیئے
آپ کا بندہ ہے کاملؔ جاں نثار
بندہ پرور! پاسِ نسبت چاہیئے

بخشی ہے سوزِ عشق نے وہ زندگی مجھے — ہر ایک داغِ دل سے ملی روشنی مجھے
لُٹ جاؤں گا، اگر کبھی لغزش ہوئی مجھے — لے چل ذرا سنبھال کے اے بے خودی! مجھے

تو کس پہ ہائے! چھوڑ گئی بے خودی مجھے — کیا جان کا وبال بنی آگہی مجھے
میں اور عرضِ حال، بھلا میری کیا مجال — سرکار کے کرم سے یہ جرأت ہوئی مجھے
یارب! نہ ہو کہیں مرے قاتل کو انفعال — ہونے نہ پائے حشر میں شرمندگی مجھے
حسرت بھری خموش نگہ یاد کیجیے — شاید سنا ہو آپ نے یوں بھی کبھی مجھے
صرف اِس قصور پر کہ تمھیں چاہتا ہوں میں — بے چین زندگی کی سزا دے گئی مجھے
قدموں سے دُور رکھ کے تماشا نہ دیکھئے — بھولے سے یاد کیجیے صاحب کبھی مجھے
شاید کہ غیر کا بھی ہو وہمی کوئی وجود — لیکن ترے خیال نے فرصت نہ دی مجھے
کاملؔ! میں اپنے آپ سے واقف نہ ہو سکا
میں کیا ہوں، کون ہوں، نہ ہوئی آگہی مجھے

وہی ایک اپنی دُھن ہے، جو بس اک جنوں اثر ہے
وہی اپنا ذوقِ سجدہ، وہی اُن کا سنگِ در ہے
کہیں اور کوئی کعبہ، مجھے کیا خبر کدھر ہے؟
میں جدھر نظر اُٹھاؤں، بس اُنھیں کا ایک در ہے
وہ بگڑ بگڑ کے دیکھیں، کہ نگاہ پھیر ڈالیں
مری زندگی کا مقصد فقط اُن کی اک نظر ہے
مری لغزشیں مسلسل مری ٹھوکریں پیاپے
مگر اعتمادِ کلی مجھے دستگیر پر ہے

تِرے ناز کس سے اُٹھتے؟ تری بات کس نے رکھ لی؟
یہ ہمارا حوصلہ ہے، یہ ہمارا دل جگر ہے

کوئی ہے کسی پہ نازاں، کوئی ہے کسی پہ نازاں
یہ کرم ہے آپ ہی کا، مرا ناز آپ پر ہے

درِ یار پر پڑا ہُوں، مجھے کیا غرض کسی سے
مِری زندگی کا حاصل یہی کامِلؔ ایک دَر ہے

عشق کی بربادیوں کی پھر نئی تمہید ہے
زخمِ دل تازہ ہوئے ہیں میرے گھر میں عید ہے

دُور ہیں قدموں سے تیرے، تیرے قدموں کی قسم!
بے کسوں کی عید بھی کس بے کسی کی عید ہے؟

ڈھونڈھتا پھرتا ہے تجھ کو چاہنے والا ترا
بندہ پرور! کیا اِسی کا نام روزِ عید ہے؟

تیری صورت کے لیے آنکھیں ترس کر رہ گئیں
میرے گھر ماتم بپا ہے، سب کے گھر میں عید ہے

وہ بھی دن تھے ہم ترے ہم راز تھے دم ساز تھے
ایک وہ بھی عید تھی اور ایک یہ بھی عید ہے

حق تو یہ ہے، میرے حق میں عید کا چاند آپ ہیں
جس کسی دن آپ آئیں، بس اُسی دن عید ہے

مُسکرا کر تم نے دیکھا، دل اُچھلنے لگ گیا
مختصر سی زندگی ہے، مختصر سی عید ہے

اے مہِ شوال! کہہ ابروئے جاناں کی قسم!
وہ ہلالِ عید ہیں یا تُو ہلالِ عید ہے

کون منظورِ نظر ٹھیرا ہے کامِلؔ کیا خبر؟
یار کی چشمِ کرم جس پر ہے اس کی عید ہے

ہم وصل میں ایسے کھوئے گئے، فرقت کا زمانہ بھول گئے
ساحل کی خوشی میں موجوں کا طوفان اُٹھانا بھول گئے

آنکھوں میں جو صورت تھی اُن کی، غیروں سے چھپانا بھول گئے
پھولوں کی محبت میں دامن کانٹوں سے بچانا بھول گئے

دل رکھ تو لیا وعدہ کر کے، اور وعدے پہ آنا بھول گئے
راتوں کا جگانا یاد رہا، قسمت کا جگانا بھول گئے

کیوں آج مجھے روتا چھوڑا، سینے سے لگانا بھول گئے
یا یہ کہ محبت وہ نہ رہی، یا ناز اُٹھانا بھول گئے

بیتابیِ دل کے ہاتھوں سے توہینِ محبت ہو نہ سکی
اچھا ہی ہُوا جب وہ آئے، ہم حال سُنانا بھول گئے

جب چاہنے والے ختم ہوئے، اُس وقت اُنھیں احساس ہُوا
اب یاد میں اُن کی روتے ہیں، ہنس ہنس کے رُلانا بھول گئے

جینا ہے ترے ہی قدموں میں، مرنا ہے ترے ہی قدموں میں
کیا خوب ہُوا ہم در سے ترے، سر اپنا اُٹھانا بھول گئے

کیوں نیچی نگاہوں سے مجھ کو پیمانہ دِکھا کر ہنستے ہو
آنکھیں تو مِلا کر بات کرو، نظروں سے پِلانا بھول گئے

یا تُو نے نظر خیرہ کر دی، اے برقِ تجلّی! یا ہم ہی
دیدار میں اپنی آنکھوں کا احسان اُٹھانا بھول گئے

خود آپ نے اپنے کاملؔ کو دیوانہ بنا کر چھوڑا ہے
اب ہوش اُڑے کیوں جاتے ہیں کیا ہوش اُڑانا بھول گئے

مِل جائے جہاں ناوکِ ترکانہ اُٹھا لے — جو کچھ بھی ہو، نازِ غمِ جانانہ اُٹھا لے
ساغر نہیں، مے خانے کا میخانہ اُٹھا لے — ہے پیرِ مغاں جس کا وہ کیا کیا نہ اُٹھا لے
رِندوں کی خوشی چاہیے، ساقی کی خوشی میں — حصّے میں جو آ جائے وہ پیمانہ اُٹھا لے
جو کوئی کڑی عشق کی ہو، اے غمِ جاناں — تو چاہے تو ہر اک ترا دیوانہ اُٹھا لے
شاہد ہو ترا کوئی بھی، نسبت کے مزے لے — بے کیف نہ جی، بادہ و پیمانہ اُٹھا لے
مِل جائیں گے شاید مرے اوراق پریشاں — جو ہاتھ لگے عشق کا افسانہ اُٹھا لے
ہر عرضِ تمنّا پہ کہا ہنس کے کسی نے — کعبے سے مرے اپنا صنم خانہ اُٹھا لے
کہتی ہیں کسی شوخ کی بدمست نگاہیں — مستانہ ادا سے کوئی پیمانہ اُٹھا لے
اے شمع! کہوں تجھ سے جو انجامِ محبت — رو رو کے ابھی تو پرِ پروانہ اُٹھا لے
پھر وحشتِ دل سلسلہ جنبانِ جنوں ہے — پھر جھاڑ کے دامن ترا دیوانہ اُٹھا لے

بکھری ہوئی زلفیں ہیں کہ ساون کی گھٹائیں — ممکن ہے کوئی دوش پہ میخانہ اُٹھا لے
زاہد بھی جو دیکھے مرے ساقی کی نظر کو — ہاتھوں سے نہیں، آنکھوں سے پیمانہ اُٹھا لے
ہر وقت وہ تیرے لیے مائل بہ کرم ہے — تو بھی تو کبھی حالِ گدایانہ اُٹھا لے
آ جاتی ہے اُس بندے کی مٹھی میں خدائی — تھوڑی سی جو خاکِ درِ جانانہ اُٹھا لے

کاملؔ کو ذرا اپنے ہی دامن سے لگا رکھ!
دیوانہ ہے، سر پہ کہیں صحرا نہ اُٹھا لے

میکدے سے ربط و نسبت یہ ہمارا کام ہے
اتنا ہو جائے تو مے اپنی ہے اپنا جام ہے

طائرِ دل کے لیے ہر آرزو اک دام ہے
غور کرتے جائیے یہ دام کتنا عام ہے

وہ اگر سہ لیں تو سہہ لیں ناز برداروں کے ناز
ورنہ ان کی ناز برداری ہمارا کام ہے

موت کیا ہے؟ ایک تمہیدِ حیاتِ جاوداں
زندگی کیا ہے؟ یہ اپنی موت کا پیغام ہے

زندگی ہی زندگی ہے مرنے والے کے لیے
موت خود بھی اک مکمل زندگی کا نام ہے

چھوٹنے پائے نہ کاملؔ دامنِ پیرِ مغاں
رندِ پختہ کار کا یہ سب سے پہلا کام ہے

وہ جب سے خرمنِ مسرتوں کا جلا گئے۔ بجلیاں گرا کے
سنبھالے بیٹھا ہُوں خاک دل کی ہزاروں چنگاریاں دبا کے

بڑے مزے سے گزر رہی تھی یہ کیا کیا دیدہ و ربنا کے
اِدھر تو آؤ بلائیں لے لوں کہاں چلے خاک میں ملا کے

تمام عزت ہے آپ ہی کی یہ چھیڑ اپنے گدا سے کیسی؟
نہ دیکھئے یوں مرا تماشا حضور اب ٹھوکریں کھلا کے

جنابِ زاہد یہ مے کدہ ہے اِدھر کا رُخ تم نے کیوں لیا ہے
نہ جانے کتنوں نے ہار مانی نگاہِ ساقی کی شہ میں آ کے

خبر تو لو کس کی ہے یہ شوخی، کہ ایک بجلی سی دل میں چمکی
نفس کی راہوں سے چل دیا ہے، ابھی کوئی میرے گدگدا کے

سُبک نگاہی کے داغ سے تو، یہ حسرتِ دید ہی بھلی ہے
ہم اپنا خود اعتبار کھوتے، کسی کے آگے نظر اُٹھا کے

کسی کی محفل میں کیا بتائیں، دماغ اپنا کہاں تھا آخر
ہماری دُنیا ہی اور کچھ تھی، جو اس نے دیکھا تھا مُسکرا کے

عجب نہیں ہے یہی ادائیں جُنوں کے پھر حوصلے بڑھائیں
ذرا سا دامن کو چھُو لیا تھا، جھٹک دیا تم نے اد بدا کے

سمٹ کے سب آگئی ہے یارب کہاں سے یہ کائنات مجھ میں
کہاں کہاں سے گزر رہا ہُوں نظر سے اُن کی نظر ملا کے

اگر تمھیں یار مل چکا ہے تو پھر حرم ہے نہ بُت کدہ ہے
غلاف کعبہ پہ جا کے ڈالو بُتوں کو رکھو کہیں اُٹھا کے

نہ جانے کامل کو کیا ہُوا ہے تمھارے قدموں پہ لوٹتا ہے
بڑا ہی گُستاخ کر دیا ہے حضور نے اِس کو مُنہ لگا کے

فل ہیں سوا تیرے سب سے، غفلت بھی مزے کی طاری ہے
جو کھوئے ہوئے ہیں دھن میں تری، قلب اُن کا برابر جاری ہے

سرکار! تمھارے بندے کا، ہر ایک عمل سرکاری ہے
تکتا ہے تمھاری نظروں کو، مجبور کی یہ مختاری ہے

ہوتی ہے شفا اب بھی اُس سے، ارواح کی جو بیماری ہے
اے شاہِ ولایت! در سے ترے، فیضانِ نبوّت جاری ہے

تم نے جو کبھی یہ چاہا تھا، ہو چاہنے والا کوئی مرا
پیدا ہو کہیں بھی آتشِ غم، بُنیاد وہی چنگاری ہے

اِس راہ کے ہیں آداب یہی، جو اُس کی خوشی وہ اپنی خوشی
ہم چاہیں اگر اپنی مرضی، وہ عشق نہیں بیماری ہے

اِس خانہ برانداز کی تری، اے یار! کہیں حد بھی کوئی
ہر آن انوکھے تیور ہیں، ہر وقت نئی تیاری ہے

نغماتِ محبت سُنتا ہُوں، اِس سازِ نفس کے تاروں پر
یہ راز کہیں اب فاش ہُوا، یہ سانس مجھے کیوں پیاری ہے

وہ آئے ہے میری بالیں پر، یا ہے یہ فریبِ فکر و نظر
للہ بتادے کوئی مجھے، یہ خواب ہے یا بیداری ہے

محبوب و محب ہر دو کامل ہیں تیغِ محبت کے گھائل
چلتی ہے برابر دونوں پر، یہ تیغ بھی کیا دودھاری ہے

کیا چیز ہے نسبت؟ کوئی پوچھے مرے جی سے
مرتا ہوں اسی کے لیئے جیتا ہوں اسی سے

اک بار گزر جاؤں جو میں اپنی خودی سے
ہمہ دید کا شکوہ ترے جلووں کو مجھی سے

بڑھتی ہی چلی جاتی ہے وارفتگیٔ دل
ہو جاتی ہے اک بار محبت جو کسی سے

سو بار وہ ملتے ہیں، مگر پھر نہیں ملتے
نکلی نہیں ملنے کی تمنا مرے جی سے

پانی کی حرارت کا ذرا شعبدہ دیکھو
دل اُن کا پسیجا مری آنکھوں کی نمی سے

وہ جس کو بناتے ہیں بگڑنے نہیں دیتے
بے فکر ہوں اندیشۂ بے راہ روی سے

وہ تھام رہے ہیں مجھے ہر لغزشِ پا پر
وابستہ تو رکھا مری لغزش نے کسی سے

سرتا بقدم آئینۂ یار ہوں کامل
کونین میں ہر جلوہ نمایاں ہے مجھی سے

نہ جانے کہہ گئی چپکے سے کیا عمرِ رواں میری
کسی کا نام لے کر بند ہوتی ہے زباں میری

بُرا کیا تھا گھڑی بھر سن تو لیتے داستاں میری
پھر اس کے بعد سنتے یا نہ سنتے مہرباں! میری

ہمیشہ سے ہے مجھ کو اعترافِ جرمِ حق گوئی
کروں کیا؟ ساتھ رہتی ہے مرے دل کے زباں میری

کبھی میں اُن کا طالب ہوں کبھی وہ میرے طالب ہیں
کبھی کچھ داستاں اُن کی کبھی کچھ داستاں میری

مری نظروں سے وہ سب دل کی حالت جان لیتے ہیں
سمجھتا ہوں کہ آنکھیں بن گئیں شاید زباں میری

علاجِ دردِ دل سے چارہ گر معذور رکھ مجھ کو
کمائی عمر بھر کی ہو نہ جائے رائگاں میری

نہیں اب موت کا کھٹکا کہ اُن پر مر کے جیتا ہوں
رہینِ منتِ غم ہے حیاتِ جاوداں میری

مسرت کی مسرت ہے نہ غم کا غم مجھے کوئی
کہانی ہیں کہانی داستاں ہیں داستاں میری

اُڑا کر حرفِ مطلب کیا سناؤں سرگزشت اپنی
سمجھ جاتے ہیں وہ، جس وقت رُکتی ہے زباں میری

مزے لے لے کے سُنتے ہیں وہ قصے میری وحشت کے
جُنوں نے کس قدر دلچسپ کر دی داستاں میری

کسی کے فضل پر جیتا ہُوں میرا کیا بگڑنا ہے
بُرائی پر کمر باندھے اگر سارا جہاں میری

بڑا احساں کیا ہے جس نے کانٹوں میں گھسیٹا ہے
مصائب میں ہوئی ہے جرأت و ہمّت جواں میری

مصیبت چاہے دشمن کی سہی دیکھی نہیں جاتی
محبّت ہی محبّت بن گئی ہے داستاں میری

وجودِ غیر کا احساس بھی اک شرکِ اخفیٰ ہے
میں بدظن اپنی ہستی سے نہ فطرت بدگماں میری

عجب صورت گری ہے واجب و ممکن کے جلووں کی
کہیں پرچھائیاں اُن کی کہیں پرچھائیاں میری

اِدھر تو دیکھ تجھ کو دیکھتا ہُوں کن نگاہوں سے
ہر اک تارِ نظر ہے اک مکمّل داستاں میری

مری فطرت میں ہے کامل! مقام اونچا نظر اونچی
غلط سمجھے زمیں والے کہ حد ہے آسماں میری

تماشا بن گیا ہُوں جلوہ ہائے نامکرر سے
کہیں آنکھوں سے سجدے کر رہا ہُوں اور کہیں سر سے

مجھے رہ رہ کے یہ کھٹکا لگا ہے قلبِ مضطر سے
کہیں اس کا تڑپنا کھل نہ جائے دیدۂ تر سے

نگاہِ یار کو تخصیص کیا اپنے پرائے کی
ہوئے گھائل نہ جانے کتنے اِس تیغِ دو پیکر سے

ہمارا سب سے دل ٹوٹا، ہمارا سب سے جی اُترا
نہیں ٹوٹا، نہیں اُترا تو اک سرکار کے در سے

کسی کے سبزۂ خط نے عجب تاریخ دُہرا دی
کبھی قرآں پڑھا کرتے تھے ہم طاؤس کے پَر سے

بڑی اُلجھن میں رکھا مدتوں بُعدِ خیالی نے
کہ تجھ کو پاس رکھتے پھر بھی ہم تیرے لیے ترسے

کبھی دیوانگی میں اک مقام ایسا بھی آتا ہے
جہاں سب پاؤں سے چلتے ہیں، چلتا ہے کوئی سر سے

تلاشِ منزلِ مقصود سے کیا واسطہ مجھ کو
یہ ساری دوڑ دھوپ اُس کو، جو اُٹھ جائے ترے در سے

مجھے پاسِ ادب نے کامل اس نوبت کو پہنچایا
دُعا تک مانگنی چھوڑی لبِ فریاد کے ڈر سے

ہر جھلک حسن کی اک فتنہ اثر ہوتی ہے
جو تجلّی ہے باندازِ دگر ہوتی ہے

اب تو ہر سانس تری دھن میں بسر ہوتی ہے
کیا خبر؟ صبح کدھر، شام کدھر ہوتی ہے

خود کہے دیتی ہیں آنکھیں دمِ نظارۂ دوست
نہیں چھپتی جو محبت کی نظر ہوتی ہے

شب کے پردوں میں اُلٹتی ہے نقابِ رُخِ یار
صبح ہو جاتی ہے اپنی، جو سحر ہوتی ہے

بندہ تکرارِ تجلّی کا نہیں ہے قائل
جو نظر ڈال لے، پہلی ہی نظر ہوتی ہے

مو بہ مو کہتے ہیں گویا یہ مرے ہوئے سفید
شامِ ہستی کی بتدریج سحر ہوتی ہے

دل کو یاد آتا ہے رہ رہ کے کسی کا احساں
جب نوازش تری آ دردِ جگر ہوتی ہے

لغزشِ پا نے گرایا ہے ترے قدموں پر
عیب کی بات بھی قسمت سے ہنر ہوتی ہے

لذّتِ خاک نشینی کوئی اس سے پوچھے
عمر جس کی ترے کوچے میں بسر ہوتی ہے

آپ کامل سے کہاں جا کے چھپیں گے صاحب!
آنکھ ہی میں نہیں، دل میں بھی نظر ہوتی ہے

ترکِ غم گوارا ہے اور نہ غم کا یارا ہے
اب تو دل کی ہر دھڑکن عالم آشکارا ہے

ہم سے بے سہاروں کو آپ کا سہارا ہے
آپ ہی کو دکھ سکھ میں عمر بھر پکارا ہے

موج خود سفینہ ہے بحر خود کنارا ہے
ناخدا سے کیا مطلب جب خدا ہمارا ہے

ہو چلا یقیں جب سے وہ حسیں ہمارا ہے
یہ خوشِ اعتمادی بھی اک بڑا سہارا ہے

یہ تو کہئے کیا اُس کو آپ چھوڑ سکتے ہیں
جس نے مرتے مرتے بھی آپ کو پکارا ہے

لطفِ بندگی تم سے میری زندگی تم سے
تم نہیں تو پھر کس کو زندگی گوارا ہے

کس خطا پہ جھونکی ہے خاک میری آنکھوں میں
کیا مقام تھا میرا اور کہاں اُتارا ہے

حاصل مُرادِ دل، چشمِ التفات اُس کی
ساری کائنات اپنی، وہ اگر ہمارا ہے

پھر اُسی پہ مرنے کو جی اُٹھوں گا محشر میں
پھر وہی جِلائے گا، جس نے مجھ کو مارا ہے

بچ کے سب کی نظروں سے، ہم نے آنکھوں آنکھوں میں
اپنے یار کا صدقہ بارہا اُتارا ہے

یہ تو صاف ظاہر ہے، ہم اُسی کے بندے ہیں
کوئی اُس سے جا پوچھے، وہ بھی کیا ہمارا ہے؟

جو نہ دیکھ سکتا ہو، چاک دامنی میری
چاکِ پردۂ عصیاں کب سے گوارا ہے!

ہم سے پوچھئے صاحب، انتظار کی گھڑیاں
ہم نے رات کاٹی ہے، ہم نے دن گزارا ہے

اک طرف تمنّائیں، اک طرف خوشی ان کی
ہائے! کس دوراہے پر کشمکش نے مارا ہے

بے ہنر سہی لیکن، بے وفا نہیں کامل
یہ تمہارا بندہ ہے، اور فقط تمہارا ہے

ہے کدھر قبلہ بتاؤ؟ کس طرف سر خم رہے؟
میری نظروں میں تو ہر سو قبلۂ عالم رہے

زندگی جیسی بھی کچھ ہو، جو بھی کچھ عالم رہے
دم بھرے جائیں گے تیرا، دم میں جب تک دم رہے

داغِ دل، زخمِ جگر سے اور کچھ مطلب نہیں
بات صرف اتنی ہے، کوئی یادگارِ غم رہے

کس نے محسوسات کی دُنیا کو بخشی آگہی؟
چاہنے والوں میں پہلے تم رہے یا ہم رہے

دیدۂ تر اک علامت ہے حیاتِ عشق کی
دل میں خود دھڑکن رہے گی، چشم جب تک نم رہے

اس حسین اُلجھن سے سو سو حُسن پیدا کیوں نہ ہوں
زُلف کی ہر برہمی پر جب کوئی برہم رہے

عزم و استقلال ہے شرطِ مقدم عشق میں
کوئی جادہ کیوں نہ ہو انسان اُس پر جم رہے

دُور جانا ہے تجھے، اک بات سُن لے دُور کی
خوش مسافر آں کہ می دارد دلِ غربت ہمرہے

بن گئیں خود آفتِ جاں اپنی گونا گونیاں
عشق ہو یا حُسن، ہر پردے کے پیچھے ہم رہے

میری پہلی پرورش تقدیس کی آغوش میں
قدسیوں کے سر بھی کامل میرے آگے خم رہے

تمھارے جلوے چھُپے ہیں کہیں چھپانے سے
جھلک رہی ہے حقیقت ہر اک فسانے سے

میں تم کو دیکھ کے جیتا ہوں اک زمانے سے
مجھے نہ دُور کرو، اپنے آستانے سے

یہ کس نے میرے نشیمن میں بجلیاں بھر دیں
چمن کو آگ نہ لگ جائے آشیانے سے

زباں رُکے گی مگر چشمِ تر کو کیا کیجے
چھُپا ہے سوزِ محبت کہیں چھپانے سے

بجھے گی تجھ سے نہ اے چارہ گر! لگی دل کی
یہ آگ اور بھڑک جائے گی بجھانے سے

یہ نشّہ وہ ہے جو اُترا ہے اور نہ اُترے گا
چلے ہیں پی کے ہم اک ایسے بادہ خانے سے

کسی کو دیر، کسی کو حرم مبارک ہو
مجھے تو کام ہے بس تیرے آستانے سے

مجھے بھی بھیک نگاہِ کرم کی مل جائے
پڑا ہوں در پہ ترے میں بھی اک زمانے سے

تمھارے در پہ مروں، مر کے خاک ہو جاؤں
خدا کرے، مری مٹی لگے ٹھکانے سے

جو میرے ساتھ ہے کامل! یہ کیا تماشا ہے؟
اُسی سے ملنے کی حسرت ہے اک زمانے سے

دل سکوں نا آشنا ہے اور پھر بھی شاد ہے
اِس کو بس تیری محبت میں تڑپنا یاد ہے

یہ ادائے حُسن ہے یا عشق کی ایجاد ہے
ملکِ دل ویران اور دُنیائے غم آباد ہے

درسِ عرفانِ جنوں بس ہم کو اتنا یاد ہے
زندگی تکمیلِ عشقِ خانماں برباد ہے

ہم ازل ہی سے ہیں مستِ بادۂ بے رنگ و بُو
چشمِ ساقی پر ہمارا سب سے پہلا صاد ہے

کب گیا؟ کیوں کر گیا؟ کچھ بھی خبر ہوتی نہیں
دِل اُڑانے کا تمھیں ایسا سلیقہ یاد ہے

آپ ہی سمجھیں تو سمجھیں اپنے دیوانے کی بات
ہر تبسم اک انوکھی حسرتِ فریاد ہے

تیری مرضی کے سوا کچھ بھی نہیں پیشِ نظر
اس لیئے میرا وظیفہ "ہرچہ بادا باد" ہے

جب سے نظریں آپ پر اور آپ کے منشا پہ ہیں
جو زباں پر ہے مری وہ آپ کا ارشاد ہے

حُسن اور پھر حُسن کے بے قید جلووں کی قسم
اب تو کامل کی نظر ہر قید سے آزاد ہے

دل کو جو اک لگاؤ ترے آستاں سے ہے
آزاد ہر تصورِ سود و زیاں سے ہے

جس دن سے دل کو ربطِ غمِ جاوداں سے ہے
اک بے تعلقی سی مجھے دو جہاں سے ہے

ناگفتنی نہیں ہے، مرے دل کا مسئلہ
ہاں، یہ ضرور ہے کہ وہ باہر بیاں سے ہے

عمرِ رواں کی تیز روی بے سبب نہیں
بچھڑی ہوئی نہ جانے یہ کس کارواں سے ہے؟

"مقصود ماز دیر و حرم جز حبیب نیست"
ہم کو تو کام صرف اُسی جانِ جاں سے ہے

جس سلسلے کی ایک کڑی ہے مرا وجود
میں کیا بتاؤں؟ اس کا تعلق کہاں سے ہے

یہ جانے کس کا ہاتھ ہے؟ کامل بتائیں کیا؟
سارا فریب اپنے ہی نام و نشاں سے ہے

دِل کے داغوں کو فروزاں دیکھئے
آپ آتے اور چراغاں دیکھئے

ہم نے سب سے اپنی نظریں پھیر لیں
تجھ سے ہٹ کر کس کو اے جاں دیکھئے

تم نمک پاشی سے کیوں باز آ گئے
ہر دہانِ زخم خنداں دیکھئے

عمر ساری کٹ گئی، جی بھر گیا
دل کو ارمانوں کا زنداں دیکھئے

ہر تمنا میری واضح تھی اگر
آپ اپنے دل کا ارماں دیکھئے

تا بکے روتے دلِ برباد کو
زندگی میں کتنے طوفاں دیکھئے؟

مانع سجدہ ہُوا جن کا غرور
وہ کبھی تاریخِ شیطاں دیکھئے

منکرینِ مصحفِ رُخ آپ کے
میری آنکھوں سے یہ قرآں دیکھئے

آپ آتے سبزِ گلشن کے لیئے
ہم گلستاں میں گلستاں دیکھئے

کاش! وہ جو خندہ زن کامل پہ ہیں
تجھ کو اے غارت گرِ جاں! دیکھئے

مدتوں بعد کہیں رازِ غمِ دل سمجھے
ہم تری چشمِ عنایت کو بمشکل سمجھے

خود پہ بیتی تو زبانِ دلِ بسمل سمجھے
اُن کا انجام بھی جو اُس کو قاتل سمجھے

ہائے تخصیصِ تجلّی نے دیا ہم کو فریب
وہ بھی جلوہ تھا جسے پردۂ حائل سمجھے

پختہ کارانِ محبت کی نظر کیا کہنا!
دونوں عالم میں تمھیں پیار کے قابل سمجھے

کیا بتائیں؟ کہ وہی دشمنِ جاں ٹھہرا ہے
ہائے! کم بخت جسے چارہ گرِ دل سمجھے

لغزشِ عشق تو مسئول نہ ہو گی کوئی — آپ جب حسنِ کرم سے مجھے سائل سمجھے
ایسے گم ہو گئے بہتات میں جلووں کی ترے — ہم تو جس بزم میں بیٹھے تری محفل سمجھے
کھو گیا میں جو تری دُھن میں تو کچھ دیوانے — چشمِ ظاہر میں تری یاد سے غافل سمجھے
دل کو اپنا کے بھی سرکار نے اپنا نہ لیا — یہ گِلہ ہے کہ اُسے پھر بھی مرا دل سمجھے
اپنے دامن سے مرے خون کے دھبے دھو لو — دُور رہا ہوں کہ مبادا۔ کوئی قاتل سمجھے

اپنے ہر جلوے کا آئینہ بنا کر کامل
مجھ سے ناچیز کو وہ مدِ مقابل سمجھے

یہی ہے جرم یہ کب سے وفا، کہو تو سہی! — حضور! ہم سے ہماری خطا، کہو تو سہی!
دوا بھی ہے کہ نہیں، میرے درد کی آخر؟ — مرے مسیح بنے ہو ذرا، کہو تو سہی!
تمھارے پاس اگر قدر ہے محبت کی — تڑپتے کیوں ہیں یہ اہلِ وفا، کہو تو سہی!
ہمارا نام یہ کیوں فاتحہ میں آتا ہے — مرے جو تم پہ، بُرا کیا کیا، کہو تو سہی!
بس اک تڑپ میں گزرتی ہے زندگی ہماری — یہ کس قصور میں دی ہے سزا، کہو تو سہی!
بُرے ہیں نام تو سو بار لے سکو گے مرا — بُرا بھی دیکھ سکو گے؟ بھلا، کہو تو سہی!
ابھی کی بات ہے، دل تھا مرا بھلا چنگا — نگاہِ ناز نے کیا کر دیا؟ کہو تو سہی!
تڑپ تڑپ کے تمھارے لیئے کوئی مر جائے — اسی کا نام محبت ہے کیا؟ کہو تو سہی!

کہاں چلے ہو لیئے آرزوئے دل کامل!
وہ کیا ہوا دلِ بے مدعا؟ کہو تو سہی!

مجالِ نالہ نہ رخصت ہے مسکرانے کی — بتاؤ! کس کو تمنا ہے دل لگانے کی؟

علامتیں ہیں پھر اک انقلاب آنے کی — بتا رہی ہیں یہ نبضیں مجھے زمانے کی
ہر ایک باب میں ہے اک نئی روا داری — یہی ہے تلخ حقیقت مرے فسانے کی
نکل چکا ہے جنازہ شعورِ ملّت کا — مجھے رُلاتی ہیں خوش فہمیاں زمانے کی
لگی ہے آگ گلستاں کے گوشے گوشے میں — غلط ہے فکر، فقط اپنے آشیانے کی
خبر ہے کس نے مرے ساتھ دشمنی کی ہے — مگر یہ بات نہیں میرے لب تک آنے کی
ابھی تو سر بہ گریباں ہیں، دیکھیے کیا ہو؟ — اگر کبھی ہمیں فرصت ہو سر اُٹھانے کی
ذرا کہو تو سہی! کس نے مجھ کو لُوٹ لیا؟ — تمھیں تو خو ہے کرم کر کے بھول جانے کی
کسی کے خاک نشینوں کا پوچھنا کیا ہے؟ — اُنھیں کے ہاتھ میں باگیں ہیں زمانے کی
کوئی غلط نہ سمجھ لے مرے تبسم کو — کہ زخم کھا کے بھی عادت ہے مسکرانے کی
جہاں میں یوں تو ہزاروں ہی آستانے ہیں — مگر وہ بات کہاں اُن کے آستانے کی

میں اُس مقام سے پاتا ہوں زندگی کامل!
جہاں پہ ختم حدیں ہوتی ہیں زمانے کی

جنوں میں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں مقامِ حیرت کی گفتگو ہے
خبر نہیں کس کو دیکھتا ہوں؟ پتہ نہیں کون رُوبرو ہے؟
یہ خود بھی اک تفرقہ ہے کہنا جو تو ہے میں ہوں، جو میں نہیں تو تُو ہے
ترے سوا دوسرا نہیں ہے، کہ تو ہی خود تیرے رُوبرو ہے
کھُلی جو مجھ پہ مری حقیقت، تو سب اضافی تھی میری نسبت
جب اِن نگاہوں سے دیکھتا ہوں، کہاں کا میں صرف تو ہی تو ہے

چمن کی ساری بہار تجھ سے، گلوں کا سارا نکھار تجھ سے
تری اداؤں کی فتنہ پرورا کسی میں خو ہے کسی میں بو ہے
کسی نے دامن میں لے لیے ہیں، ڈھلے ہوئے آنسوؤں کے موتی
جو میری آنکھوں سے گر چکے ہیں، ابھی تک ان کی یہ آبرو ہے
زمانہ کروٹ بدل رہا ہے، نئی نئی چال چل رہا ہے
"سحر نہ ہو جائے زندگی کی، اگر یہی شامِ آرزو ہے"
وہ بخش دے مجھ کو یا نہ بخشے، میں اُس کا بندہ وہ میرا مولیٰ
میں اس مسرت سے مطمئن ہوں، کہ اُس سے اک روز دُو بدُو ہے
ہمارا جی بار بار تم پر درود پڑھنے کو چاہتا ہے
کہ رُخ جو "وَالشَّمس" ہو بہو ہے، تو زلف "وَاللَّیل" مُو بمُو ہے
تمھارے ہاتھوں پہ بک چکے ہیں، تمھاری چوکھٹ پہ ٹک چکے ہیں
تمھاری نسبت سے ہے یہ صاحب! ہماری جو کچھ بھی آبرو ہے
بتاؤں کیا؟ ہے یہ کیا تماشا؟ فراق کیسا؟ وصال کس کا؟
جو ساتھ ہر دم ہے میرے کامل! اُسی سے ملنے کی آرزو ہے

یاد ہے شیوۂ عشقِ ستم ایجاد مجھے / آپ یاد آئے تو پھر کچھ نہ رہا یاد مجھے
رہ گئی صرف یہی ایک دعا یاد مجھے / وہ سلامت رہے جس نے کیا برباد مجھے
التفاتِ نگہِ یار تو یوں بھی ٹھہرا / ہے بہر حال کرم حاصلِ بیداد مجھے
رات دن ایک نیا کھیل نظر آتا ہے / سینما گھر ہے یہ سب عالمِ ایجاد مجھے

ایک مجبورِ محبت کی زباں کیا کھلتی؟ / شرم رکھ لی جو نہ دی رخصتِ فریاد مجھے
یاد آ آ کے ستانے سے بھلا کیا حاصل / کیا یہ ممکن نہیں فرمائیں کبھی یاد مجھے
میرے صیاد نے رکھا ہے اسیرِ احساں / اور پابند کیا چھوڑ کے آزاد مجھے
چاند وہ چاند کہ جس چاند سے قسمت چمکے / عید اُسی دن مری جس دن وہ کریں یاد مجھے

ناز ہے جس کی غلامی پہ ازل سے کامل
وہ تو ہونے نہیں دے گا کبھی برباد مجھے

آپ کا دردِ محبت کتنا عالم گیر ہے! / جس کسی دل میں ٹٹولا، آپ کی تصویر ہے
زندگی کے خواب کی جب موت ہی تعبیر ہے / دم تمھیں پر کیوں نہ دوں، مرنا ہی تقدیر ہے
جانے کیا جادو ہے! کیا ٹونا ہے؟ کیا تسخیر ہے؟ / ہے وہی مرہم مجھے، جو سب کے حق میں تیر ہے
دنگ ہو کر رہ گئے ہیں مانی و بہزاد سب / دیکھنا! کتنی مکمل؟ حسن کی تصویر ہے!
عشق کی کوتاہیوں کو حسن کے سر کیوں منڈھیں / دردِ دل میں جان ہے تو آہ میں تاثیر ہے
لگ گیا اُن کا ہی منصوبہ بساطِ عشق پر / ساری چالیں بند ہیں اور دل کا فرزیں اسیر ہے
بات کوئی جب کبھی بگڑی، بگڑ کر بن گئی / میری ہر تخریب میں مضمر نئی تعمیر ہے
اہلِ دل، اہلِ نظر سب اُس کے سودائی بنے / جتنے دیوانے ہیں سب کی ایک ہی زنجیر ہے
آ نہیں سکتی کسی میں جلنے بھنتے دل کی بات / یہ خود اک حُب کا عمل ہے، یہ خود اک تسخیر ہے
اک تبسم ہو عیاں اُس سے کہ اک چینِ جبیں / حُسن کی تصویر پھر بھی حُسن کی تصویر ہے
سوچتا ہوں آپ کی محفل سے جب اٹھتا ہوں میں / پاؤں بوجھل ہو گئے ہیں یا کوئی زنجیر ہے
حُسن کی پہلی نظر جھجکی ہوئی سہمی ہوئی / خود بتاتی ہے کہ اک نا آزمودہ تیر ہے

ہر نگاہِ یار پر کاملؔ جھکا جاتا ہے دل
جو نظر ہے، اک نئے انداز کی تسخیر ہے

میٹ کر خود کو نیا شعبدہ کرنا ہے مجھے
یار کا نقشِ قدم بن کے اُبھرنا ہے مجھے

آہِ سوزاں نہ سہی، اک نفسِ سرد سہی
دَم کسی طرح تری یاد میں بھرنا ہے مجھے

جو گماں آپ کی نسبت ہو، وہی ہوتا ہے
آپ سے خوف نہیں، آپ سے ڈرنا ہے مجھے

مرگِ ناکامِ محبت کا تصور ہی نہیں
جب یہ طے کر ہی لیا، آپ پہ مرنا ہے مجھے

آگ چلمن کو لگا دوں تو کوئی بات نہیں
اعتبارات کی منزل سے گزرنا ہے مجھے

کیا غرض مجھ کو بھلا اپنی تمناؤں سے
آپ کی جس میں خوشی ہو، وہی کرنا ہے مجھے

اُن پہ مرجاؤں جو کاملؔ! تو چھٹوں جھگڑوں سے
کل بھی مرنا ہے مجھے، آج بھی مرنا ہے مجھے

نظر بازوں سے چھپ سکتے ہو کتنا؟ ہم بھی دیکھیں گے
قسم ہی تم نے کھالی ہے تو اچھا ہم بھی دیکھیں گے

یہ دھڑکن زندگی کی ہے کہ اک حرکت ہے مذبوحی
تڑپتا ہے دلِ مجروح کتنا؟ ہم بھی دیکھیں گے

تمھاری منصفی جب خود تمھارے ہاتھ میں ہوگی
کرے گا کون دعویٰ خونِ دل کا؟ ہم بھی دیکھیں گے

زمانے نے ہمیشہ انقلابی کروٹیں لی ہیں
یہ دَورِ ظلم بھی کب تک رہے گا؟ ہم بھی دیکھیں گے

جو قیدی آج بے بس ہیں اُنھیں آزاد ہونے دو
شرافت کا ہے جوہر کس میں کتنا؟ ہم بھی دیکھیں گے

سکونِ مستقل دل کے لیئے تو موت ہے کاملؔ!
سکوں پا کر یہ کیا زندہ رہے گا؟ ہم بھی دیکھیں گے

تمنا دو دلوں کی ایک ہی معلوم ہوتی ہے
اب اُن کی ہر خوشی اپنی خوشی معلوم ہوتی ہے

دلوں پر سب کے اک افسردگی معلوم ہوتی ہے
تری محفل میں یہ کس کی کمی معلوم ہوتی ہے

سمجھ کی چال چل جاتا ہے دیوانہ محبت کا
بظاہر وہ بھی اک دیوانگی معلوم ہوتی ہے

بجا ہنستا ہے، گر ہنستا ہے کوئی میرے جینے پر
مجھے خود زندگی اپنی ہنسی معلوم ہوتی ہے

جہاں قدرت کسی سے پھیر لیتی ہے نظر اپنی
وہیں انسان کی بے مائگی معلوم ہوتی ہے

یقیں محکم، عزائم آہنی، سعی و عمل پیہم
انھیں سے آدمی کی زندگی معلوم ہوتی ہے

کمینے رُخ بدلتے ہیں ہوا پر تو، کمینے ہیں
شریفوں میں یہ کمزوری بُری معلوم ہوتی ہے

ذرا ٹھیرو، مرے آنسو تو پورے خشک ہونے دو
ابھی آنکھوں میں تھوڑی سی نمی معلوم ہوتی ہے

اِدھر تو آ، ذرا مُنہ چوم لوں، قربان ہو جاؤں
ادائے برہمی بھی کیا بھلی معلوم ہوتی ہے

یہی دل کی لگی کیا جانے؟ کیا کیا رنگ لائے گی؟
ابھی تو آپ کو اک دل لگی معلوم ہوتی ہے

کسی کا ہر تبسّم دل کے حق میں گھاؤ ہے تازہ
پُرانی چوٹ بھی اُبھری ہوئی معلوم ہوتی ہے

کھلونا ہے دلِ مجبورِ اُلفت اُن کے ہاتھوں کا
محبت کی اِسی سے سادگی معلوم ہوتی ہے

گھسیٹے جاتے ہیں کانٹوں میں اُن کے چاہنے والے
خُدا جانے، محبت کیوں بُری معلوم ہوتی ہے

جبینِ شوق کا جب رابطہ ہو اُن کے قدموں سے
اُنھیں سجدوں میں شانِ بندگی معلوم ہوتی ہے

تصرّف دید کے قابل ہے کاملؔ چشمِ ساقی کا
نظر ملتے ہی دُنیا دوسری معلوم ہوتی ہے

ہر ادائے حُسن کہتی ہے فدا ہو جائیے ۔۔۔ عشق کو اُتنی بقا، جتنا فنا ہو جائیے
مطلقاً بے قید جلوہ، برملا ہو جائیے ۔۔۔ بُت بنے رہنے سے کیا حاصل؟ خدا ہو جائیے

حُسنِ خود بیں کی خود اک رنگیں ادا ہو جائیے ۔۔۔ دل کے ہوتے بے نیازِ مدّعا ہو جائیے
شش جہت میں کیا کمی ہے جلوہ ہائے حُسن کی ۔۔۔ پہلے آدابِ نظر سے آشنا ہو جائیے
آپ ہی کی روشنی میں دیکھ لوں میں آپ کو ۔۔۔ آئیے، میری بصیرت کی ضیا ہو جائیے
یاد کرنے لگ گئے ہیں اب جو میری یاد گر ۔۔۔ آپ سے کس نے کہا تھا؟ ہم نوا ہو جائیے
آپ کی ہر اک ادا پر ہم تو مرتے ہی کو ہیں ۔۔۔ مسکرا کر دیکھ لیجے، یا خفا ہو جائیے
بے نیازی کی بھی آخر کوئی حد ہے یا نہیں؟ ۔۔۔ وقت ہے، اب بھی کسی کا آسرا ہو جائیے
ہر نفس کی آمد و شد آپ ہی کے دم سے ہے ۔۔۔ میں بھی دیکھوں، میرے دم تک تو جُدا ہو جائیے
روٹھنا بھی حُسن ہے، اور حُسن کی فطرت میں ہے ۔۔۔ یوں بھی قرباں ہوں، جو برہم سے ذرا ہو جائیے
بھیک مانگی تھی کہ حق مانگا تھا ہم نے آپ سے ۔۔۔ یہ طریقہ کیا؟ کہ سائل سے خفا ہو جائیے

آج بھی کاملؔ اُسی کا دم بھرے جاتے ہیں آپ
جائیے، ہمت سلامت، مُبتلا ہو جائیے

بات حُسن و عشق کی افسانہ در افسانہ ہے
ایک ہی مے ہے، مگر پیمانہ در پیمانہ ہے

یہ نیازِ عشق عکسِ نازِ معشوقانہ ہے
ہے پسِ پردہ حقیقت، سامنے افسانہ ہے

ہم تو صدقے جا رہے ہیں چشمِ مستِ یار کا
اپنی مستی بے نیازِ بادہ و پیمانہ ہے

دیکھتا ہوں اُن کے دیوانوں کی دُنیا ہی نئی
جس کو جتنی عقل ہے، اتنا ہی وہ دیوانہ ہے

دل اگر خالی نہیں اصنام غیر اللہ سے
جس کو تم کعبہ سمجھتے ہو وہی بت خانہ ہے

آپ کی چشمِ کرم کا کوئی شکوہ کیا کرے
جو ستم بھی ہے رہینِ غمزۂ ترکانہ ہے

اپنا دیوانہ بنا کر کر دیا ہر دل عزیز
اُس کے دیوانے ہیں سب، جو آپ کا دیوانہ ہے

ہے تو پروانہ بھی روشن اقتباسِ شمع سے
شمع پھر بھی شمع ہے، پروانہ پھر پروانہ ہے

زندگی کی دوڑ میں آئے نہ مفلوج العمل
یہ تو میداں اُس کا، جس میں ہمتِ مردانہ ہے

میکدہ سارا ہمارا، ہم ہی پھر محرومِ مے
کیا کسی کو انتظارِ جرأتِ رندانہ ہے؟

عشق ہے کامل! تو پھر اپنی خوشی کی بات کیا؟
حیف اُس پر جو مذاقِ عشق سے بیگانہ ہے

کس اختیار سے ہم ترکِ مدعا کرتے؟ — جو اپنے بس کی نہیں، ایسی بات کیا کرتے؟
ہماری چارہ گری چارہ ساز کیا کرتے؟ — وہ خود نہ مر گئے ہوتے، اگر دوا کرتے؟
زکاۃِ حسن جو دیتے تو کیا برا کرتے؟ — تم اپنے در کے فقیروں کا حق ادا کرتے
تمہارے علم سے خارج نہیں وجود مرا — مٹاتے کس کو ہو تم؟ کس کو ہو فنا کرتے

گناہ گار تو ہیں آپ کی محبت کے — جو یہ قصور نہ کرتے تو ہم خطا کرتے
فقط تمہاری خوشی مقصدِ حیات اپنا — تڑپ تڑپ کے نہ مرتے تو اور کیا کرتے؟
لبوں پہ مہر، نگاہوں پہ سیکڑوں پہرے — ہم ایسے حال میں کیا خاک التجا کرتے؟
حریمِ حسن میں گر باریاب بھی ہوتے — تو ہم نگاہ کی نامحرمی کو کیا کرتے؟
ہوا بھی تم ہی نہ دو آتشِ محبت کو؟ — پہل بھی تم سے ہوئی، تم ہی نباہ کرتے
قصور تیری محبت، خطا ہمارا وجود — ہم اور اس سے زیادہ گناہ کیا کرتے؟

دعا سے ہاتھ اُٹھا کر بھی دیکھئے کامل!
تمام عمر کٹی آج تک دعا کرتے

عطا فقط ترا عشقِ کرشمہ ساز کرے — وہ زندگی جو خدائی سے بے نیاز کرے
اگر بقدرِ گنہ سب کو سرفراز کرے — عجب نہیں تری رحمت مجھی پہ ناز کرے
مزے کی چیز ہے وارفتگی محبت کی — خدا یہ دولتِ غم سب کو سرفراز کرے
حدِ علاج سے آگے گزر گیا ہے کوئی — اب ایسے وقت میں کیا خاک چارہ ساز کرے
نتیجہ قیدِ تعین ہے اور کچھ بھی نہیں — اگر کوئی ترے جلووں میں امتیاز کرے
مقامِ جمع میں جب فرق بن نہیں پڑتا — فریبِ فہم سے انسان احتراز کرے
خدا خدا ہے بہر حال بندہ بندہ ہے — نہ پاؤں حد سے زیادہ کوئی دراز کرے
نگاہِ شوق پہ الزام کا اُسے کیا حق؟ — جو اپنے حسن کو خود ہی نظر نواز کرے
کرم کو اُس کے بھلا کون روک سکتا ہے — وہ جس کو چاہے دو عالم میں سرفراز کرے
بڑا مقام ہے اُس کا خدا پرستوں میں — جو تم کو رکھ کے نظر میں ادا نماز کرے

کسی کے درِ محبت سے ربط ہو تو گیا
دعا یہ ہے کہ خدا عمرِ غم دراز کرے
ازل سے تیرے ہی در کا فقیر ہے کامل
اُسے تو حق ہے وہ جتنا بھی تجھ پہ ناز کرے

موت سے بڑھ کے نہیں زیست کا پُرساں کوئی
کیا اجل سے بھی زیادہ ہے نگہباں کوئی

سازِ ہستی کے ہے پردوں میں غزل خواں کوئی
میری ہر سانس میں ہے سلسلہ جُنباں کوئی

کیوں نہ پھر اُس کی اداؤں پہ ہو قرباں کوئی؟
دُشمنِ جاں کوئی، غارت گرِ ایماں کوئی

شوخیٔ حُسن تو دیکھو کہ نقیضین ہیں جمع
دور رہے، رہ کے بھی نزدیک رگِ جاں کوئی

نا سمجھ! دردِ محبت کا مداوا ہے محال
چارہ گر! ڈھونڈھ اِسی درد میں درماں کوئی

اہلِ گلشن کے مقدّر کا تماشا دیکھو
گُل بہ داماں ہے کوئی، خار بہ داماں کوئی

موت عزّت کی ہے منظور کہ ذلّت کی حیات؟
چُن لے اب اِن میں سے اپنے لیئے عنواں کوئی

میرے ناصح کو نصیحت کی جزا مل جاتی
کاش ملتا اُسے اک فتنۂ دوراں کوئی

زندگی ہے تو اُسی سے ہے ہماری ساری
دل میں بیٹھا ہے جو اک صورتِ ارماں کوئی

کیا نہ اِس وقت بھی آؤ گے عیادت کے لیئے
چند سانسوں کا بس اب رہ گیا مہماں کوئی

اپنی صورت پہ بنا کر مری صورت کامل
ہو گیا اپنی خوشی آپ نمایاں کوئی

کُشتۂ چشمِ یار ہوں مجھ کو اُسی سے کام ہے
اُس کے بغیر ہر نظر میرے لیئے حرام ہے

تیرا مقامِ بندگی سب سے بڑا مقام ہے
دیکھ! قدم جما کے چل، لغزشِ پا حرام ہے

ہے شب و روز دربغل آئینۂ جمالِ دوست
صبح، ہماری صبح ہے، شام، ہماری شام ہے

پیرِ مغاں کے فیض سے، ہے درِ مے کدہ کھلا
بادہ پرست بن کے دیکھ! اب بھی صلائے عام ہے

ہم سے زیادہ کس کا دل ناوکِ ناز کے لیئے
اُس کو وہیں بٹھائیے، جس کا جہاں مقام ہے

ڈھونڈھیئے کامل آپ تو گوشۂ چشمِ التفات
فضلِ خدا کہیں جسے، اُن کی نظر کا نام ہے

یہ ناممکن ہے، دل سے یادِ اُس کی دُور ہو جائے
محبت پر کسی سے جب کوئی مجبور ہو جائے

انانیت نہ ہو تو کس نے حق گوئی سے روکا ہے؟
مبادا، کوئی نعرہ، نعرۂ منصور ہو جائے

جب اک پروانہ لو لیتا ہے اک شمعِ مجازی سے
عجب کیا، گر کوئی تجھ سے سراپا نور ہو جائے

پسند آتی ہے جب تجھ کو شکستہ خاطری میری
تو پھر سو بار میرا شیشۂ دل چور ہو جائے

جلالِ حُسن کے غمزے نہ کیوں مسئول ہوں حتیٰ!
پرستش پر بتوں کی جب کوئی مامور ہو جائے

یہی بس مختصر تعریف ہے ربطِ محبت کی
کوئی مختار ہو جائے، کوئی مجبور ہو جائے

محبت کا جو دَم بھرتے ہیں، خالی ہیں محبت سے
کھنکتا ہی نہیں وہ ظرف، جو بھرپور ہو جائے

مذاقِ عاشقی اُونچا، نظر اُونچی، دماغ اُونچا
تمہارا چاہنے والا نہ کیوں مغرور ہو جائے

بشرطِ مزد طاعت کرنے والے سے یہ کہہ دیجے
وہ ایسی بندگی کو چھوڑ دے، مزدور ہو جائے

وہیں معراج سی معراج ہے کامل محبت کی
جہاں ہر داغِ دل اک مستقل ناسور ہو جائے

نالوں میں اثر، آہ میں تاثیر نہیں ہے
اے خوابِ محبت! تری تعبیر نہیں ہے

ہر شخص جُدا ربطِ محبت پہ ہے نازاں
زنجیر سے ملتی ہوئی زنجیر نہیں ہے

قیمت ہی نہیں ہے کوئی اُس دیدۂ دل کی
جس دیدہ و دل میں تری تصویر نہیں ہے

خط پڑھ کے ترا خون کے آنسو نکل آئے
یہ کیا ہے؟ اگر شوخیِ تحریر نہیں ہے

آدابِ محبت میں خموشی بھی ہے داخل
میرے لیے آزادیِ تقریر نہیں ہے

کافی ہے مجھے آپ کی اک چشمِ عنایت
مجبورِ محبت کے لیے تیر نہیں ہے

دل توڑ کے میرا پھر اُسے جوڑنے والے!
شاید کہ وہ اب قابلِ تعمیر نہیں ہے

رخصت تو نہیں ہو گیا بیمارِ محبت؟
مدت ہوئی وہ نالۂ شب گیر نہیں ہے

نسبت ہے تو خاکِ درِ جاناں سے بھی کچھ
اِس خاک سے بڑھ کر کوئی اکسیر نہیں ہے

کامل ہے فدائی جو ترے حُسنِ ستم کا
اب اُس کی وفا قابلِ تسخیر نہیں ہے

اپنی ساری زندگی کا ہے یہی حاصل مجھے
اُس کے ہیں قربان بخشا جس نے دردِ دل مجھے

لے کے دل آساں نہ سمجھو چھوڑنا بسمل مجھے
تم کو دینے ہی پڑیں گے، دل کے بدلے دل مجھے

دینے والے نے دیا ہے اک تڑپتا دل مجھے
یہ بھی کیا کم ہے، کہ سمجھا تو کسی قابل مجھے

کیا خبر؟ کس کی کمی پاتا ہوں تیری بزم میں
اب نظر آتی نہیں وہ گرمیِ محفل مجھے

ہے نویدِ کامرانی، رخصتِ تاب و تواں
کھینچتی ہے اپنی جانب خود مری منزل مجھے

پھر کبھی آنے کا وعدہ کر کے دل رکھ لے مرا
جا، خدا حافظ، مگر دے جا دوائے دل مجھے

چارہ سازو! کس کو جینے کی تمنا ہے یہاں
غم تو اس کا ہے کہ مرنا ہو گیا مشکل مجھے

دل تو ڈوبا جا رہا ہے، جی کے اب کیا فائدہ؟
ناخدا! رہنے بھی دے للہ! بے ساحل مجھے

اے زہے قسمت! اک ہوں آئینہ اُس کے حُسن کا
یہ عنایت ہے کہ سمجھا دید کے قابل مجھے

پاتے پاتے، پا لیا کچھ میں نے منشا یار کا
ہوتے ہوتے ہو گئی آسان ہر مشکل مجھے

میں نے اپنی ہار مانی، اب تو خوش ہو جایئے
آپ کی ہٹ دھرمیوں نے کر دیا قائل مجھے

بدگماں اتنا بنایا انتہائے رشک نے
ہیں مرے اجزائے ہستی غیر کی محفل مجھے

زندگی کیا ہے فقط طوفان ہی طوفان ہے
موت کی دعوت ہے گویا رحمتِ ساحل مجھے

حُسن کے جلووں میں گم ہو کر بسر کرتا ہوں میں
ڈھونڈھتے کیا ہو بقیدِ جادہ و منزل مجھے

کچھ نہیں معلوم، قسامِ ازل نے کیوں دیا؟
آپ کی ہر اک ادا پر مرنے والا دل مجھے

نزع کا عالم سہی، کچھ ہچکیاں آتی تو ہیں
شکر ہے، سمجھا کسی نے یاد کے قابل مجھے

مسکرا کر کوئی دیکھے یا نگاہیں پھیر لے
چاہیئے ہر حال میں اک نسبتِ کامل مجھے

کسی کے در پہ سبھی کچھ ہمیں لٹانا ہے
ہماری جیت تو اپنا بھی ہار جانا ہے

غرورِ حُسن سے بے بہرہ اک زمانا ہے
ابھی تو اُن کا بہت کچھ مزاج پانا ہے

نہ مجھ کو حال تہی دامنی سنانا ہے
نہ تیری شانِ کریمی پہ حرف لانا ہے

تمھیں پہ ناز ہے، ہر چیز تم سے پانا ہے
نہیں تو کیا مجھے کعبہ الگ بنانا ہے

تمھارے غیر کو اب تک کہیں نہیں دیکھا
مجاز بھی تو حقیقت کا شاخسانا ہے

دوا کریں گے بھلا اُس کی چارہ گر کیا خاک
کسی سے عشق کا ناسور تو پُرانا ہے

یقین کر دو کہ وسواس دلیلِ ایماں ہیں
وہیں تو آئے گا سارق جہاں خزانا ہے

کڑی جہاں سے حقیقت کی تم کو مل جائے
یقین کر دو کہ وہیں تک مرا فسانا ہے

صفات و ذات کا آئینہ بن کے آیا ہوں
بتاؤں کیا؟ مجھے کس کس کا منہ دکھانا ہے؟

کہاں نہیں ہیں سراجِ منیر کی شمعیں
کسی بھی شمع سے ہو، صرف لو لگانا ہے

اُسی مقام سے معراج ہے جنوں کے لیئے
جہاں خرد کی حقیقت فقط فسانا ہے

فریبِ نسبتِ تملیک، اے معاذ اللہ!
خبر نہیں مجھے، کب تک فریب کھانا ہے؟

دلِ غریب کی خاطر بھی زحمتِ جلوہ
حضور کے لیئے یہ بھی غریب خانا ہے

تلاشِ منزلِ مقصود سے مجھے کیا کام!
تمھارے کوچے سے کس کو قدم اُٹھانا ہے؟

مذاقِ دید کوئی بے شعور کیا جانے؟
نگاہِ شوق کو پہلے شعور پانا ہے

خوشی جب اُس کی یہی ہے دوائے غم کیسی!
مجھے تو آج دعا سے بھی ہاتھ اُٹھانا ہے

ہر ایک فکر سے میں بے نیاز ہوں کامل
سرِ نیاز ہے اور اُن کا آستانا ہے

سب پہ جادو ترا اے یار نظر آتا ہے
جس کو دیکھوں ترا بیمار نظر آتا ہے

کھیل دیکھو تو محبت کی نظر بندی کا
دل ستاں بھی مجھے دلدار نظر آتا ہے

جو کوئی تیری محبت میں ہوا دیوانہ
مجھ کو سب میں وہی ہشیار نظر آتا ہے

ہر فدا کار ترا کیف محبت کی قسم!
بادۂ عشق میں سرشار نظر آتا ہے

جو مریضانِ محبت میں نہیں ہیں شامل
دل اُنھیں کا مجھے بیمار نظر آتا ہے

ہے کدھر قبلہ؟ بتاؤ تو سہی قبلہ! مجھے
ہر طرف جلوۂ دلدار نظر آتا ہے

آنکھ ہی چاہیے بس دیکھنے والے کے لیے
سو طرح سے وہ طرح دار نظر آتا ہے

کفرِ اُلفت کی قسم! کاکلِ پیچاں کی قسم
عشق وابستۂ زنّار نظر آتا ہے

حُسنِ مغرور بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ!
کوئی مستِ مئے پندار نظر آتا ہے

آنکھیں سوتی ہیں، مگر دل نہیں سوتا شاید
خواب میں بھی کوئی بیدار نظر آتا ہے

آئیے، آئیے، باقی ہے ابھی وقتِ کرم
زندگی سے کوئی بیزار نظر آتا ہے

عشق سچا ہو تو آتا ہے اک ایسا بھی مقام
جس میں مطلوب طلبگار نظر آتا ہے

حُسنِ پُرکار! ترے فیضِ ملاحت کی قسم!
دل کا ہر زخم نمک خوار نظر آتا ہے

خواجگی کا بھی گزرتا ہے اُسی پر تو گماں
جو کوئی بندۂ سرکار نظر آتا ہے

دلِ مجبور کو جو چاہیں سزا دیں سرکار
یہ محبت کا گنہ گار نظر آتا ہے

کھیل اس جبرِ محبت کے ہزاروں دیکھے
اک نئے ڈھب سے یہ ہر بار نظر آتا ہے

تیرے کامل کو کسی سے بھی سروکار نہیں
یہ فقط تیرا پرستار نظر آتا ہے

عشق میں جان پر بن آئی ہے
حُسنِ خودسر! تری دُہائی ہے

چوٹ نظروں کی دل نے کھائی ہے
بات بڑھ کر کہاں تک آئی ہے

میں نے اُن سے شکست کھائی ہے
اپنے دل کی مُراد پائی ہے

بندگی جس کو راس آئی ہے
وہ جدھر ہے، اُدھر خدائی ہے

اُن کے نقشِ قدم جہاں بھی ملیں
بس وہیں لطفِ جبہ سائی ہے

جی رہا ہوں کسی کے منشا پر
کیا مُبارک شکستہ پائی ہے

کر دیا مست عمر بھر کے لیے
ایسی کچھ اُس نے مے پلائی ہے

اُس کی آنکھیں تو چھپ نہیں سکتیں
جس نے تم سے نظر ملائی ہے

شمعِ اُمید کیوں نہ روشن ہو
آپ سے ہم نے لو لگائی ہے

اِس پہیلی کو آپ ہی بوجھیں
دل گیا، اور طبیعت آئی ہے

بُت نہ بن جائیے خُدا کے لیے
بات کرنے میں کیا بُرائی ہے

میری رُسوائیوں سے کیا حاصل؟
اس میں تیری ہی جگ ہنسائی ہے

دل کی باتیں زباں پہ کیا لاؤں
"مُنہ سے نکلی ہوئی پرائی ہے"

ہائے! کس مُنہ سے بےوفا کہہ دوں
کیا کروں؟ اُس سے آشنائی ہے

دل لگی سے کسی کو دیکھا تھا
کیا خبر تھی کہ موت آئی ہے

بڑھ کے آتے ہیں خود وہ میری طرف
نارسائی مری، رسائی ہے

وہ سلامت رہے کہ جس نے مری
زندگی خاک میں ملائی ہے

داغِ دل ہو رہے ہیں روز افزوں
میرے گھر میں بہار آئی ہے

چشمِ نم اور اک دھڑکتا دل
اپنی کامل یہی کمائی ہے

اک پردہ دارِ حوصلۂ غم حجاب ہے
بے پردہ اُس کو دیکھ سکیں، کس میں تاب ہے؟

آنکھوں میں ایک جلوۂ حُسنِ شباب ہے
شاید مری حیاتِ نظر کامیاب ہے

اُس کو کسی سے حق ہی گلے کا نہیں کوئی
پہلو میں جس کے خود دلِ خانہ خراب ہے

بھرپور وار چلتے ہیں تیغِ نگاہ کے
اُن کے غرورِ حُسن کا پورا شباب ہے

اک بار جس نے آپ کی مرضی کو پالیا
موت و حیات اُس کی بڑی کامیاب ہے

گنتی نہیں ہے میری خطاؤں کی اے کریم!
ایسے گناہ گار سے پھر کیا حساب ہے؟

ہر چند ہوں کسی کی معیت کا معترف
پھر بھی یہ بات کیا ہے کہ اک اضطراب ہے؟

کندن اِسی سے بنتی ہے انساں کی زندگی
اکسیر ہے تو خاکِ درِ بُو تراب ہے

بربادیوں سے عشق کی بنتا ہے آدمی
اتنا نہ ہو شعور تو مٹی خراب ہے

اثباتِ عشق، نفیِ تمنا ہے سربسر
اُن کی "نہیں" سوالِ غلط کا جواب ہے

کامل کسی کے ہوش ہی رہتے نہیں بجا
مستی نگاہِ یار کی، ایسی شراب ہے

ہم تڑپتے ہیں ترے ناوکِ مژگاں کے لیے
ایک نشتر کی ضرورت ہے رگِ جاں کے لیے

ہے سلامت جو ترا داغِ محبت دل میں
شمع کافی ہے یہی گورِ غریباں کے لیے

آنکھیں وہ کیا ہیں؟ جو شائستۂ دیدار نہ ہوں
وہ نظر کیا؟ جو نہ ہو جلوۂ جاناں کے لیے

چاہیئے فکر و نظر اور اک احساسِ لطیف
اتنا ہو جائے تو کیا کچھ نہیں انساں کے لیے

نظر انداز ہوں فطرت کے تقاضے کب تک
دل تو بختا ہی گیا حسرت و ارماں کے لیے

عشق! کیا کیا نہ کیے تُو نے تماشے ورنہ
حُسن مجبور نہ تھا رونقِ زنداں کے لیے

جانے کیا بات ہے کامل جو مرے جاتے ہیں؟
ایک غارت گرِ جان و دل و ایماں کے لیے

ٹھان لی مرنے کی، تجھ پر ترے شیدائی نے
پھر جو زندہ بھی کیا تیری مسیحائی نے

خوگرِ دردِ محبت کوئی اتنا بھی نہ ہو
مجھ کو تڑپا دیا احساسِ شکیبائی نے

دیدۂ شوق کو پابندِ نظر کر ہی لیا
حُسن کی ساری حدوں میں تری انگڑائی نے

غیر کا کوئی تصور ہی نہیں آسکتا
راستے روک دیئے آپ کی یکتائی نے

کام آنکھوں سے زباں کا کبھی لیتے ہی بنی
مان لی ہار جہاں قوتِ گویائی نے

جان کے ساتھ رہی آپ کی دُھن آپ کی یاد
مجھ کو تنہا تو نہ رکھا شبِ تنہائی نے

رنگ کیا کیا نہ بھرے، دیکھ تو اے جانِ بہار!
قلبِ حساس میں احساس کی انگڑائی نے

اصل میں دردِ محبت ہے مری رُوحِ حیات
زندہ رکھا تری ناکردہ مسیحائی نے

رُونمائی میں ہے مصروف ہر اک شے کامل
حُسن خود بیں ہے سلامت تو ہزار آئینے

اپنی رحمت پہ نظر وقتِ مکافات رہے
میں گنہ گار ہوں، اللہ! مری بات رہے

پرسشِ عاشقِ دل گیر کو آنے والے!
یہ بھی آنا ہے کوئی، چند گھڑی رات رہے

ہائے! کیا کیا نہ ملے تہمتِ ہستی کے مزے
عمر بھر ہم ترے ممنونِ عنایات رہے

آنکھیں رہ جائیں اک آئینۂ حیرت بن کر
جلوۂ حُسن کی اتنی بھی نہ بہتات رہے

اُس سے اونچی نہ ہوئی فکر و نظر کی پرواز
جس کسی سطح پہ انساں کے خیالات رہے

عزتیں جتنی اضافی ہیں، ہماری کب ہیں
اک مفکر تو نہ مسحورِ اضافات رہے

پرتوِ حُسن کی لہریں تو نمایاں ہوں گی
چاہے جس پردے میں پوشیدہ تری ذات رہے

میرے اللہ! اگر صبحِ تمنا ہے یہی
سب کی قسمت میں سحر، میرے لیے رات رہے

کیا بھروسہ ہے کسی حُسنِ عمل کا کاملؔ
ساتھ کچھ اشکِ ندامت کی بھی سوغات رہے

تقدیر میں تا عمر تڑپنا تو نہیں ہے؟
یوں ہی مرا مرنا ترا منشا تو نہیں ہے؟

اے چارہ گرِ غم! تجھے سودا تو نہیں ہے؟
اچھا مرا ہونا، کوئی اچھا تو نہیں ہے

یہ دل میں جو اک آرزوئے ترکِ تمنا
یہ خود بھی کوئی حُسنِ تمنا تو نہیں ہے؟

ہر اوٹ سے ہیں حُسن کے آثار ہویدا
یہ پردہ نظر کا کہیں دھوکا تو نہیں ہے؟

کھویا ہے عجب پرسشِ احوال نے مجھ کو
اس سوچ میں ہوں، کچھ مجھے کہنا تو نہیں ہے؟

ہر منزلِ عرفاں پہ اسی فکر میں گم ہوں
کچھ اور ابھی مجھ کو سمجھنا تو نہیں ہے؟

کیا ہوگا بھلا، اک غلط اندازِ نظر سے؟
یہ دردِ محبت کا مداوا تو نہیں ہے؟

کرتا ہوں یہی غور ہر افتاد پہ اپنی
یہ بھی تری مرضی کا تقاضا تو نہیں ہے؟

اعزازِ محبت میں ہے انگشت نمائی
آوارۂ غم آپ کا رسوا تو نہیں ہے

سرکار نے خود مجھ کو خریدا ہے خوشی سے
یہ کوئی مرے ہاتھ کا سودا تو نہیں ہے

کاملؔ کو محبت تری خاطر ہے سبھی سے
لیکن وہ کسی اور کا بندا تو نہیں ہے

وقت پر اُن کے سوا کام نہ آیا کوئی
وہ نہ ہوتے تو نہ تھا پوچھنے والا کوئی

مجھ کو انجامِ محبت سے ڈراتے کیا ہو
فکر جینے کی جو ہوتی تو نہ مرتا کوئی

آپ کے حُسنِ تغافل پہ فدا ہو جاؤں
غور تو کیجئے، کس حال میں ہوگا کوئی

خونِ حسرت ہی جو ٹھیرا ہے تو کچھ اور سہی
دل میں رہ جائے نہ سرکار! تمنا کوئی

آپ ہی آپ ہیں جب دل کے ہر اک گوشے میں
رکھ سکے آپ سے کس بات کا پردا کوئی؟

میرے اللہ! یہ کیا دیکھ رہا ہوں آخر
کیا غریبوں کا نہیں پوچھنے والا کوئی؟

نہ ارادہ ہی مرا اور نہ مرضی میری
یہی دُنیا ہے تو لے لے مری دُنیا کوئی

اک تماشا ہی مری کشمکشِ موت و حیات
وقت پر آ جو گیا بن کے مسیحا کوئی

اس لیے گم ہیں فضاؤں میں نگاہیں میری
عید کا چاند بھی بن کر نہیں آیا کوئی

اُن کے دیوانے کا جب نام کوئی لیتا ہے
کس تجاہل سے وہ کہتے ہیں کہ "ہوگا کوئی"

مضطرب حال بھی رہتے ہوئے کاملؔ خوش ہو
دیکھ سکتا ہے اگر میرا تڑپنا کوئی

ہاں! اعتبارِ غم! نہ غمِ اعتبار دے!
تو جس میں خوش ہو، وہ مرے پروردگار! دے

صدقے میں کچھ نہیں بھی تو اے حُسنِ یار دے
دُنیا اُجڑ گئی ہے ہماری سنوار دے!

کچھ دن مصیبتوں کے ہیں یوں بھی گزار دے
منزل ہے تیرے سامنے ہمت نہ ہار دے!

اُن کی نوازشیں کبھی بھولی نہ جائیں گی
وہ داغ کیا مٹے جسے فطرت اُبھار دے

اے تہمتِ حیات! مرا جا رہا ہوں میں
اک بوجھ ہے خُدا اسے سر سے اتار دے

اپنے ستم کی ایسی بھی عادت نہ ڈالئے
جو رنگِ احترام کرم ہی اُتار دے

لب سی بھی لے تو ہائے وہ نظروں کو کیا کرے؟
غم آپ کا جسے نگہِ سوگوار دے

شمعِ وفا وہ کیا جو کبھی جھلملا بھی جائے
وہ داغ، داغ ہے جو ہمیشہ بہار دے

میں چاہتا ہوں دردِ محبت کی زندگی
سب کو سکون، مجھ کو دلِ بے قرار دے

سب کو جلاؤں تیری محبت کی آگ میں
اللہ سوزِ غم پہ اگر اختیار دے

کامل نے اس خیال سے تسبیح توڑ دی
کیوں گن کے اُس کا نام لیں جو بے شمار ہے

کتنی حقیقتوں کا یہ آئینہ دار ہے ؛
جس اعتبار میں بھی مرا اعتبار ہے

آنکھیں ہیں اشکبار، تو دل بے قرار ہے
ہر ایک پر جدا اکرمِ ہجرِ یار ہے

رنگِ بہار میں ہیں خزاں کے تصرفات
جس کو بلا شعور اُسی کی بہار ہے

انسانیت ہے سامنے، دم توڑتی ہوئی
اپنا سلام ہے، جو یہی اقتدار ہے

ہر ایک کوہ دل میں ہے لاوا پکا ہوا
فرمانِ وقت ہی کا فقط انتظار ہے

کہہ دو اگر ملے کوئی گاہک ضمیر کا
رزاق تو نہیں مرا پروردگار ہے

دشمن کے دل میں گر کدورت نہیں نہیں
سر پیٹیئے کہ دوست کے دل میں غبار ہے

اندیشۂ خزاں مرے دشمن کیا کریں
وہ میرے ساتھ ہیں تو خزاں بھی بہار ہے

نسبت اگر ہماری سلامت رہی تو بس
ہم بھی وہیں ہیں گے جہاں اپنا یار ہے

تاریکیِ لحد سے ہمیں واسطہ ہی کیا
دل کا ہر ایک داغ چراغِ مزار ہے

اپنی نماز ایک بہانہ ہے دید کا
منہ سوئے قبلہ اور نظر سوئے یار ہے

کیا ڈر ہے ہم کو گرمیِ خورشید حشر کا ؟
کامل جو سر پہ سایۂ دامانِ یار ہے

نظر بھر جس کی صورت دیکھ لینا بھی عبادت ہے
نگاہِ لطف اُس کی میری معراجِ محبت ہے

کوئی افسانہ ہو مفہوم مضمر اک حقیقت ہے
نظر بازوں سے پوچھو، کس میں کتنی معنویت ہے

نہیں ہے کوئے جاناں بلکہ میدانِ قیامت ہے
نمٹ لے کوئی گر اس سے، تو پھر جنت ہی جنت ہے

نظامِ دہر سارا رابطہ باہم کی بدولت ہے
جہاں تک غور کرتے جائیے جو کچھ ہے نسبت ہے

کسی کے امتثالِ امر ہی میں سر جھکاتا ہوں
تصور بھی جزا کا ایک توہینِ عبادت ہے

خوشی جب دل کی ڈھلتی ہے تری مرضی کے سانچوں میں
سمجھتا ہوں کہ ہر خواہش بعنوانِ مشیت ہے

نہ جا ظاہر پہ میرے اے دلوں کے دیکھنے والے!
خطا کا کیا تصور ہے جہاں تک حسنِ نیت ہے

کسی کے جلوہ ہائے شوخ کو کیا کہہ سکے کوئی
ذرا سے لب جو ہل جائیں تو پھر رائی کا پربت ہے

عجب کیا دوستی میں جان اگر چھڑکے کوئی اپنی
زمانہ دشمنی کا اصل معیارِ شرافت ہے

دبی تھیں عشق کی چنگاریاں حسنِ ازل ہی میں
لگا لی آگ کس نے ؟ کس پہ الزامِ محبت ہے ؟

محبّت جس سے جتنی، اُس سے اُتنی بدگمانی بھی
کسی کا سُوئے ظن، خود ہی دلیلِ حُسنِ نیّت ہے
نگاہِ یار چاہے جس کو جس معیار پر ڈھالے
حقیقت بھی فسانہ ہے، فسانہ بھی حقیقت ہے
عُلوِّ مرتبت پر نام خود شاہد بنا جس کا
اُسی شیرِ خدا کے در سے کامل! مجھ کو نسبت ہے

فائے دہر سر بسر فریبِ وہم آب ہے — جدھر نظر اُٹھائیے سراب ہی سراب ہے
سے کہیں نہ بھولئے، جو سر پہ انقلاب ہے — یہ وقفہ و سکوں فقط مثالِ یک حباب ہے
یاز ہو کہ ناز ہو، ہر ایک انتخاب ہے — نہ عشق کی نظیر ہے، نہ حُسن کا جواب ہے
کا ہے جس کے ہاتھ پر اُسی سے انتساب ہے — یہ دل ازل سے بندۂ جنابِ بوتراب ہے
ہ مطلق اور مطلقاً ہمیشہ بے نقاب ہے — مگر اسیرِ کیف و کم نظر ہی خود حجاب ہے
ہ بے نقاب ہو کے بھی نقاب در نقاب ہے — نیا نیا شباب ہے، نیا نیا حجاب ہے
ہر اک بہار اُسی سے ہے، جواں اُسی سے سوزِ غم — ہمیشہ جس کے حُسن کا شباب ہی شباب ہے
بت اُس سے جرم ہے، تو جرم ہی ہوا کرے — بفیضِ حُسنِ معصیت، یہی خطا صواب ہے
ل سے مرتے آئے ہیں، مریں گے تا ابد یونہی — در اصل مرگِ عاشقی حیاتِ کامیاب ہے
مارے دل میں بیٹھ کر مسل رہا نہ ہو کوئی — یہ کیسی بے قراریاں؟ یہ کیسا اضطراب ہے؟
ہیں جبرِ عشق کے عمل کا پوچھنا ہی کیا؟ — حضور! کچھ تو سوچئے، یہ کس کا احتساب ہے؟
وں پہ مہرِ مستقل، ادائے پرسشِ جنوں — کرم بھی لاجواب ہے، زباں بھی لاجواب ہے

ہے ترکِ آرزو کی دُھن بھی مستقل اک آرزو — نہ جانے کس قصور میں یہ جان کا عذاب ہے؟
رواقِ چشمِ شوق میں، ہوا تھا جلوہ گر کوئی — مگر یہ بھولتا ہوں میں، نہ جانے کب کا خواب ہے

یہ کس کی چشمِ مست پر نظر ہے کامل آپ کی؟
بہک نہ جائیے کہیں، نگاہ کی شراب ہے!

پڑا ہے سابقہ اک رہزنِ دیں، دُشمنِ جاں سے
یہی بس ہے، جو کچھ رہ جائے باقی دین و ایماں سے

جُنوں کی اُلجھنیں بھی کس قدر دل چسپ ہوتی ہیں؟
اُلجھتا ہوں میں اپنے ہی خیالاتِ پریشاں سے

خدا رسی کی ہو یا نا خدا ترسی کی منزل ہو
کوئی آگے بڑھا ہے اور نہ بڑھ سکتا ہے انساں سے

سبھی کچھ ہے مگر پھر بھی اُداسی سی اُداسی ہے
خدا معلوم، کس نے چھین لی رونق گلستاں سے؟

توضیح کیا کروں دستِ جُنوں کی؟ فصلِ گُل آئی
تبرّک بھی بمشکل مل سکے گا جیب و داماں سے

اِدھر تو آئیے! اک بار پھر قربان ہو جاؤں
مجھے کچھ استفادہ کرنے دیجے عیدِ قرباں سے

رُخِ زیبا کسی کا سامنے ہو تو ملے کامل کے
جہاں مطلوب ہو قرآن کی تفسیر قرآں سے

بھڑک اُٹھی ہے جو آتشِ غم، کہیں سے لائی ہوئی نہیں ہے
تجھی سے پیدا ہے مجھ میں سب کچھ، کوئی اثر خارجی نہیں ہے

وہ جانے کیا لطفِ سوزِ اُلفت؟ یہ آگ جس کے لگی نہیں ہے
تمھیں خبر کیا کسی کے دل کی؟ کبھی محبت تو کی نہیں ہے

کسی پہ ہر طرح مر کے جینا، یہ کچھ ہنسی دل لگی نہیں ہے
ہر ایک منزل پکارتی ہے کہ "عشق کی حد کوئی نہیں ہے

جب اس سے فرصت ملی تو ہم بھی تلاشِ حق میں نکل پڑیں گے
ابھی ہمیں اپنے آپ ہی کی تلاش ہے آگہی نہیں ہے

مقامِ ہوش وخرد سے دیکھو! بہت پرے ہے جنوں کی منزل
جہاں تک احساسِ بےخودی ہے کمال دیوانگی نہیں ہے

نگاہِ پُرکار پر کسی کی، ادائے معصوم کا تصوّر
فریب کاری ہے حسنِ ظن کی، یہ حسن کی سادگی نہیں ہے

کھلے ہیں کچھ پھول چیدہ چیدہ، بہار بھی ہے خزاں رسیدہ
بتا رہی ہے یہ نبضِ گلشن کہ مجھ میں اب زندگی نہیں ہے

گھٹائیں رحمت کی چھا رہی ہیں، کھلے ہوئے ہیں شراب خانے
نگاہِ ساقی رہے سلامت، مجھے تو مے کی کمی نہیں ہے

حضور! ہیں ہم تو غم کے مارے، الست ہی سے فقط تمھارے
بہت پرانی ہے چوٹ دل کی، یہ بات کچھ آج کی نہیں ہے

تمھیں سے اک ربط ہے دوامی، تمھیں سے ہے نسبتِ غلامی
ہماری گردن بجز تمھارے، کسی کے آگے جھکی نہیں ہے

اِدھر تو آؤ، نظر ملاؤ، پھر اک ذرا ہوش اُڑاتے جاؤ!
بہت دنوں سے حضور! ہم نے، شرابِ آنکھوں کی پی نہیں ہے

جنوں سے بر وقت کام لینا، کسی کے دامن کو تھام لینا
نہ کیجے دیوانگی کو رسوا، جب اتنی توفیق بھی نہیں ہے

مقام آتے ہیں بندگی میں، کچھ اختیاری، کچھ اضطراری
ہر ایک منزل میں بےبسی ہی، حقیقتِ واقعی نہیں ہے

کسی پہ سب کچھ نثار کرنا ہی مقصدِ زندگی ہے اپنا
وہ نامرادِ حیات جس کی، لٹی ہوئی زندگی نہیں ہے

نگاہِ کامل ہے بہکی بہکی، وہ آج کچھ کھوئے کھوئے سے ہیں
یہ روگ کیا ہے خدا ہی جانے، کہیں نظر تو لڑی نہیں ہے

وہی سجدہ ہے سجدہ، جس سے دل میں روشنی آئے
ترے جلوے نہ ہوں تو خاک لطفِ بندگی آئے

وہ دیوانہ ہے جس کو اعتبارِ زندگی آئے
ارے! وہ چھاؤں بھی کچھ چھاؤں، جو ڈھلتی ہوئی آئے

ترا سودا زدہ وہ جس کو یہ دیوانگی آئے
ابھی آنکھوں میں آنسو اور ابھی لب پر ہنسی آئے

وفورِ شوق سے قیدِ زمانی اُٹھ گئی شاید
وہ جتنی دیر بھی بیٹھیں، سمجھتا ہوں ابھی آئے

مریضِ غم کی بالیں آپ کے جلووں سے خالی ہے
خدائی ساری آئی، یہ تو کہئے! آپ بھی آئے؟

تہی دستی نے ساقی! بات رکھ لی بادہ خواروں میں
کہ جتنے ہاتھ خالی تھے، تری آنکھوں سے پی آئے

سراسر بے ارادہ زندگی قسمت نے بخشی ہے
اب ایسی زندگی پر کیوں نہ پھر مجھ کو ہنسی آئے؟

کسی کی جلوہ گاہِ ناز میں کچھ حالِ دل ہم بھی
سُنانے کو گئے تھے، اور لبوں کو اپنے سی آئے

کہوں کیا؟ آج تک کس طرح کاٹیں ہجر کی گھڑیاں
نہ مجھ کو موت ہی آئی، نہ سرکار! آپ ہی آئے

محبّت کا تعلق دل سے ہے، معیار کیا کہئے؟
وہی محبوب ہے کاملؔ کہ جس پر اپنا جی آئے

فراق میں اس ادائے وصال کے صدقے — تمہاری یاد تمہارے خیال کے صدقے
خطا معاف کرو مجرمِ محبت ہُوں — تمہارے رنج تمہارے ملال کے صدقے
ہمارا کام بہر حال تم پہ مرنا ہے — تمہاری شانِ جمال و جلال کے صدقے
نصیب جاگ اُٹھے جب سے تم پہ دل آیا — ہم اپنے طالعِ فرخندہ فال کے صدقے

ز فرق تا بقدم اک بہارِ حُسن و شباب — دل و دو کون ترے خدّ و خال کے صدقے
نگاہِ یار سے ہر حال جس کو نسبت ہو — زمانہ ایسے عروج و زوال کے صدقے
اِسی نے سب سے ہمیں بے نیاز کر ڈالا — ہم اپنی دھن کے، ہم اپنے خیال کے صدقے
مری طلب سے زیادہ نوازنے والے! — ترے کرم ترے بذل و نوال کے صدقے
خبر بھی ہے تجھے گیسو سنوارنے والے! — کہ ہو رہا ہے کوئی بال بال کے صدقے

مِلا کے خاک میں کاملؔ کو اب جھکی ہے کہیں
نگاہِ یار ترے انفعال کے صدقے

ہم جو کسی کے ہو گئے، ہم جو کسی پہ مر گئے
اپنی تمام عمر میں کام یہی تو کر گئے

دل کے نصیب جاگ اُٹھے، تارِ نظر سنور گئے
آپ جہاں جہاں رہے، آپ جدھر جدھر گئے

حُسن کو جن پہ ناز تھا، جب سے وہ دیدہ ور گئے
کتنے ہی چہرے پھول سے زرد پڑے اُتر گئے

جب نہ ہو کوئی قدرداں، فصلِ بہار بھی خزاں
غنچے چٹک کے رہ گئے، پھول کھلے بکھر گئے

ڈھونڈھ رہی ہے بار بار، اُن کی نگاہِ سوگوار
اہلِ وفا وہ کیا ہوئے، اہلِ نظر کدھر گئے

حُسن وہی، ادا وہی، جلوہ وہی، فضا وہی
کس سے نظر کی داد لوں، ہائے وہ ہم نظر گئے

اک درِ یار کے سوا، کچھ نہیں سکوں ملا
جانے کہاں کہاں پھرے، جانے کدھر کدھر گئے

اپنی تو موت اور حیات، اُن کی بس اک نظر کی بات
ایک نظر میں جی اُٹھے، ایک نظر میں مر گئے

کاملؔ اُسی پہ چھوڑ دے، دستِ دعا کو توڑ دے
صبر سے اب بھی کام لے، نالے تو بے اثر گئے

زمیں کی بات ہے یا آسماں کی؟
جنوں میں جانے کہتا ہوں کہاں کی؟

بنیں گے خاک اُن کے آستاں کی
وہیں اچھی، یہ مٹی ہے جہاں کی

نہ کر بدخدمتی اُردو زباں کی
بڑی دولت ہے یہ ہندوستاں کی

اگر انسان بننا ہے کسی کو
ضرورت ہے بس اک سوزِ نہاں کی

جو تجھ پہ مر مٹا، اور گم ہے تجھ میں
اُسے حاجت نہیں نام و نشاں کی؟

میں بے بس ایک مجبورِ محبت
تمھیں سوجھی ہے کس کے امتحاں کی؟

وجود اپنا مجھے خود مشتبہ ہے
پڑی ہے چھاؤں یہ کس بدگماں کی؟

کسی ساتھی کے چھٹنے پر عجب کیا
رفاقت دیکھ لی عمرِ رواں کی

قصیدہ خواں ہی ٹھہرے ہم تو اُن کے
ہمارا کیا ہے؟ جو مرضی میاں کی

دلِ صیدِ نظر سے کوئی پوچھے
توانائی نگاہِ ناتواں کی

سرِ کاملؔ کہیں اب کیا جھکے گا؟
قسم کھائی ہے تیرے آستاں کی

حیاتِ عشق کا عنواں کوئی بدلتا ہے
اب آ بھی جائیے سرکار دم نکلتا ہے

نصیب اُس کے جو سایہ میں تیرے پلتا ہے
وہ اپنے ساتھ ہی منزل لگائے چلتا ہے

درونِ خانہ ہی سب کچھ ہے یہ دل کے لیے
غلط ہے، گھر سے جو باہر قدم نکلتا ہے

ادا شناس نگاہیں نہیں تو کچھ بھی نہیں
کہیں فریبِ محبت سے کام چلتا ہے؟

یہ ہم سے پوچھیے، ماحول ہم بناتے ہیں
وہ نا سمجھ ہے جو ماحول سے بدلتا ہے

میں پی بھی جاؤں اگر اشکِ غم تو کیا ہوگا
یہ رنگِ رُخ بھی تو کچھ دل کی بات اُگلتا ہے

سرِ نیاز ہے اک ایسے آستانے پر
جہاں نوشتۂ تقدیر بھی بدلتا ہے

نہ علم و فضل، نہ زہد و ورع، نہ حسنِ عمل
فقط تمھاری عنایت سے کام چلتا ہے

جہاں کے سارے حسینوں کی آبرو تم ہو
تمھارے سامنے کس کا چراغ جلتا ہے؟

خطوطِ عشق سے کاملؔ ہٹا نہ ہٹ سکتا
خود اعتماد ہے، اپنی ڈگر پہ چلتا ہے

وجودِ غیر فقط وہمِ اعتبار میں ہے
نہ جانے اُس کے سوا کون کس شمار میں ہے؟

یہ دل کشی نہ کسی گل، نہ گلعذار میں ہے
جمالِ یار کی خوبی، جمالِ یار میں ہے

ہر اک صفت ہے طلب گار تجھ سے اک حق کی
ہر اعتبار کی منزل، اک اعتبار میں ہے

یقین کیجیے اب کی بہار ہے اُس کی
خزاں کسی کی اگر آپ کی بہار میں ہے

یہ کس نے گنجِ شہیداں کا نام "دل" رکھا
ہر ایک خوں شدہ حسرت اسی مزار میں ہے

سمجھ تو لیتا ہوں، لیکن بتا نہیں سکتا
جو ایک لطفِ تخاطب نگاہِ یار میں ہے

مزاجِ دہر کو سمجھو! کچھ اس پہ غور کرو!
خزاں چمن میں نہیں، دامنِ بہار میں ہے

یہ ہار، ہار نہیں، ہار ماننے والے! — کہ تیری جیت اگر ہے تو اُس سے ہار میں ہے
بجا! درست! کہ مجبور ہی نہیں بندہ — مگر حضور! یہ دل کس کے اختیار میں ہے؟
نظر کی مے کو ضرورت ہے ظرف والے کی — یہ بات ہے تو فقط تیرے بادہ خوار میں ہے
ہزاروں مر گئے تخصیص تو کسی کی نہیں — یہ کس کا سوگ؟ تری چشم سوگوار میں ہے
تمھاری بھول کے قرباں! کبھی تو یاد کرو — کوئی غریب بلاوے کے انتظار میں ہے
اگر مذاقِ محبت درست ہو جائے — عتاب میں بھی مزا ہے وہی، جو پیار میں ہے
جگر کے زخم بھی ہیں اور دل کے داغ بھی ہیں — کمی تمھاری ہے اور کس بھری بہار میں ہے

وہی ہے مامن و مسکن حقیقتہً کامل!
سکون دل کے لیے ہے تو کوئے یار میں ہے

رازِ دل کسی عنواں لب پہ لا نہیں سکتے — آپ خود سمجھ لیجے، ہم بتا نہیں سکتے
آگ سی بھڑکتی ہے اور بجھا نہیں سکتے — دل کو روگ یہ کیا ہے کچھ بتا نہیں سکتے
جبر و ظلم سے دل تک بار پا نہیں سکتے — گردنیں جھکا لو گے، دل جھکا نہیں سکتے
زخمِ دل غریبوں کے کہہ رہے ہیں رس رس کر — مہربانیاں اُن کی ہم بھلا نہیں سکتے
کچھ تو کھل کے رونے دو، کس لیے ہمیں چھیڑا — جب کسی کے رونے کی تاب لا نہیں سکتے
ہے ہماری نظروں میں زندگی گلستاں کی — اب تو ان بہاروں سے دل لگا نہیں سکتے
کیا بتائیں بات اپنے بس کی اپنی مرضی کی — نالہ کر نہیں پاتے، مسکرا نہیں سکتے
دفن بھی وہیں ہوں گے زندگی جہاں کاٹی — مر کے بھی ترے در سے ہم تو جا نہیں سکتے
وہ قدم ہی کیوں رکھیں منزلِ محبت میں — آپ کے ستم جن کو راس آ نہیں سکتے

سامنے نہ ہو جب تک اک تجلّیِ مسجود — ہم کسی بھی قیمت پر سر جھکا نہیں سکتے

سازِ زندگی جب تک بے صدا نہ ہو کامل
اُن سے ہٹ کے ہم کوئی گیت گا نہیں سکتے

قدم قدم پہ نئی روشنی نظر آئی — مَرے جو تم پہ تو اک زندگی نظر آئی
خطا سے پاک جہاں زندگی نظر آئی — وہیں تو عشق کی تصویر بھی نظر آئی
نگاہِ یار جو بدلی ہوئی نظر آئی — نظامِ دہر میں اک برہمی نظر آئی
اسی کا نام ہے جینا تو جی رہا ہوں میں — یہ زندگی بھی عجب زندگی نظر آئی
بندھی اک آس اندھیرے میں سر چھپانے کی — کہیں جو دور سے کچھ روشنی نظر آئی
ہزار بار مرا ایسی بندگی کو سلام — جو بندگی مجھے شرمندگی نظر آئی
قبول ہو گئی شاید کسی کے دل کی دعا — ستم کی ناؤ مجھے ڈوبتی نظر آئی
قصور وار ہے، لاریب تیرا دیوانہ — سمجھ کی بات اگر ایک بھی نظر آئی
نگاہ شرکِ تجلّی سے پاک ہے اپنی — گناہ گار ہے جس کو دوئی نظر آئی
اُداس دن ہے، الٰہی جنوں کی عمر دراز — تمام رات بھی ویران سی نظر آئی
خبر نہ لی کبھی اپنی نظر کے تیروں کی — تمھیں تو بس مری دیوانگی نظر آئی

کسی کی ایک نظر ہی میں لُٹ گئے کامل
نگاہ ملتے ہی دنیا نئی نظر آئی

سابقہ پڑا اب تک جتنے کج کلاہوں سے
دادِ حُسن اُن سب میں تم نے لی نگاہوں سے

کیوں پکڑتے ہو زباں عشق کے مجبوروں کی
یہ تو اپنے سے کسی وقت بھی گویا نہ ہوئے

جب سے خو ہوگئی جینے کی تری مرضی پر
ہم دل آزردۂ احساسِ تمنّا نہ ہوئے

پردہ پوشی نے تری، شرم ہماری رکھ لی
ہم سے عاصی بھی کرم سے ترے رسوا نہ ہوئے

جستجو میں تری ہر قیدِ نظر سے گزرے
تیرے آوارہ گرفتار کسی جا نہ ہوئے

میرے ساقی نے پلائی ہے جنھیں آنکھوں سے
وہ رہینِ کرمِ ساغر و مینا نہ ہوئے

ہے بہر حال جب اک ربط انھیں سے کامل
ہم یہ کیوں سوچیں، ہمارے وہ ہوئے یا نہ ہوئے

انھیں جب سے ملی ہے دولتِ عظمیٰ ترے غم کی
نظر ہے چاہنے والوں پہ تیرے سارے عالم کی

محبّت کی جگر کاوی، ترادش اشکِ پیہم کی
بتاؤں کیا؟ نوازش ہے یہ کس آشوبِ عالم کی

نہیں ہے فہم کچھ آساں، مزاجِ حسنِ برہم کی
ضرورت پر کیا کرتے ہیں غم سے بھی دوا غم کی

آپ کی محبّت نے بارہا گزارا ہے
کفر اور ایماں کے سیکڑوں دوراہوں سے

خسروِ گدا پرور! میرے معدلت گستر
بے نیازیاں کب تک، اپنے دادخواہوں سے

جس پہ جان دیتے ہیں، ڈھونڈھیے خوشی اس کی
کیا اثر ہے نالوں میں، کیا نتیجہ آہوں سے

ہر حجاب، ہر پردہ مستقل خود اک جلوہ
یہ سبق ملا ہم کو تیری جلوہ گاہوں سے

اوڑھنا بچھونا ہے خاکِ کوچۂ جاناں
زندگی فقیروں کی مطمئن ہے شاہوں سے

عمر بھر کا وہ کامل بہترین سرمایہ
رحمتوں کو آجائے جوش جن گناہوں سے

رونقِ کعبہ بنے، زینتِ بت خانہ ہوئے
ان کی کیا بات، کہاں کیا نہ بنے، کیا نہ ہوئے

ہر تیقّن پہ وہ اس ڈھب سے قسم کھاتے ہیں
جیسے ہم مطمئنِ وعدۂ فردا نہ ہوئے

قبلہ و کعبہ ہمیں کہتے ہیں مردانِ خدا
جب سے اک بت کے لیے ساکنِ بتخانہ ہوئے

مداوا کر دیا تیری نظر نے نقصِ فطرت کا
کمی محسوس ہوتی تھی ہمیشہ دردِ پیہم کی

محبّت ہے تو سب کچھ ہے، محبت ہی تو سب کچھ ہے
مسرّت سی مسرّت، زندگی سی زندگی غم کی

جہاں بھی آپ کے بندوں نے بنیادِ وفا رکھی
وہیں سے پڑ گئی اک طرحِ نو تعمیرِ عالم کی

نمایاں حسنِ رنگیں کی ہر اک پردے سے ہیں لہریں
ہماری زندگی کیا ؟ ساری رونق آپ کے دم کی

جہاں کُل ہے، وہاں جز ہے، جہاں جز ہے وہاں کُل ہے
تجزی چاہیے، جتنی کیجئے اجزائے عالم کی

نہ ہو فکر و نظر اونچی، تو پھر پہچان مشکل ہے
عنایت ہائے در پردہ، نوازش ہائے مبہم کی

کسی کی مست آنکھیں یاد کر کے جھوم جاتا ہوں
رہا کرتی ہے، پہروں دل پہ حالت رقصِ پیہم کی

عطا محدود معنوں میں تھی اب تک علمِ سطحی سے
مگر تیرے کرم نے کھول دیں آنکھیں دو عالم کی

فنا جب تک نہ ہو کامل! بقا کیا معتبر ہو گی ؟
ہوئی ہے موت کی آغوش ہی میں پرورش غم کی

فسانۂ زندگی ہیں ساری حقیقتِ مستعار تم سے
نگاہِ خود بیں میں معتبر ہے، ہمارا ہر اعتبار تم سے

یہ حسنِ خود سر کی تمکنت سب حضورِ عالی وقار تم سے
چمن کی زینت، گلوں کی نکہت، تمام باغ و بہار تم سے

ہُوا ہے غافل نہ ہو سکے گا، کبھی کوئی یاد خوار تم سے
نگاہ بہکی ہوئی ہے جس کی وہی ہے کچھ ہوشیار تم سے

تمام عالم کی رُوح تم ہو، جہاں کی ساری بہار تم سے
نظر نے جس سمت بھی ٹٹولا، ہوئیں نگاہیں دو چار تم سے

نہ شب میں کچھ ہے قسم بزلفت، نہ دن میں کچھ ہے قسم بروئت
مگر سہانے بنے ہوئے ہیں یہ سارے لیل و نہار تم سے

تمھیں سے ہر ایک سانس جاری، تمھیں سے ہے روح تن میں ساری
ازل سے آئے ہیں ساتھ لے کر، تعلقِ خوش گوار تم سے

تمھارے ہی حسن کا اُتارا، تمھارے ہی نور کا ہے صدقہ
یہ مہرِ تاباں، یہ ماہ و انجم، سبھی تو ہیں جلوہ بار تم سے

تمھیں سے تابندگی جہاں کی، نہیں تو، پھر زندگی کہاں کی
ہم اور ہماری بساط ہی کیا، بڑے بڑوں کی بہار تم سے

کہاں کی مے، کیسی مے پرستی، تمھیں تو ہو جانِ کیفِ مستی
نفس نفس پر تمھارا احساں، نظر نظر مے گسار تم سے

کہاں گلستاں کی لن ترانی، کہاں تمھاری بھری جوانی
قسم خدا کی پنپ رہی ہے، یہ بے بضاعت بہار تم سے

بس اتنا کہہ دو، تمھارے صدقے، پلے ہوئے ہیں ہمارے در کے
ہماری نسبت کبھی جو پوچھے، جہاں کا پروردگار تم سے

قبولِ خاطر تمھاری مرضی، مگر ذرا سُن تو لو کسی کی
مُرادِ **کامل** تو صرف یوں ہی، مخاطبت بار بار تم سے

تلاشِ یار میں گزرا ہوں اک ایسی بھی منزل سے
ہنسی آتی رہی ہے ہر قدم تحصیلِ حاصل سے

نگاہوں کا تصادم لے چلا ہوں اُن کی محفل سے
یہ شاید بات تھی دل کی، کہ دل کو لگ گئی دل سے

اِسی سے کُشتگانِ ناز کا رُتبہ سمجھ لیجے
کہ جو گھائل نہیں ہیں وہ بھی بن جاتے ہیں گھائل سے

غرورِ حُسن کے قرباں! ہماری بات بھی سُن لو
خُدا پالا نہ ڈالے عشق کے جذباتِ کامل سے

یہاں کا زخمِ دل صرف ایک تجدیدِ محبت ہے
قسم روزِ ازل کی! ہم تو کُشتے ہیں اوائل سے

جس اونچی سطح پر بھی ہو، کسی کے حُسن کا جلوہ
کوئی منظر نہیں باہر حدودِ دیدۂ دل سے

شعاعِ مہر سے ذرّے بھی **کامل** جگمگاتے ہیں
ہر اک محمل کو اک نسبت ہے، اُس لیلائے محمل سے

جہاں حضور کی محسوس کی کمی میں نے
وہاں نہ پائی فضاؤں میں روشنی میں نے

خرد کو سونپ کے احساسِ کمتری میں نے
خود اپنی راہ نکالی کبھی کبھی میں نے

ترے کرم کے مزے خوب خوب لوٹے ہیں
تڑپ تڑپ کے گزاری ہے زندگی میں نے

نہ جیتنے کی تمنّا، نہ ہار کی پروا
خلوصِ عشق کی بازی لگا تو دی میں نے

کسی پہ مرنے سے اتنا تو فائدہ پہنچا
نہ جانے کتنوں کو بخشی ہے زندگی میں نے

تری نگاہ میں میرا مقام کچھ بھی سہی
جنوں کی شرم بہرحال رکھ تو لی میں نے

سرِ نیاز رہا، ان کے پائے ناز رہے
بڑے مزے سے گزاری ہے زندگی میں نے

یہ کیا کمال نہیں جراتِ محبت کا
مزاجِ حُسن کو بخشی ہے برہمی میں نے

زبانِ خلق سے قاصد کا کام لینا تھا
جو دل کی بات ہزاروں میں ڈال دی میں نے

وہ اک نگاہ کہ سب کچھ ہی جس نے لوٹ لیا
اُسی نگاہ سے پائی ہے زندگی میں نے

کمالِ بادہ کشی ہو، کہ زہدِ **کامل** ہو
نگاہِ یار کی اکثر شراب پی میں نے

نظر نواز جھلک حُسن کی نظر آئی
نگاہِ شوق! مبارک! مُراد بر آئی

جما تھا جس پہ بہت معصیت کا گرد و غبار
بفیضِ عشق وہی زندگی نکھر آئی

جہاں کہیں مرے سجدوں کے کچھ نشان ملیں
وہیں یقین کرو! اُن کی رہ گزر آئی

میں دل کے چور کو اپنے پکڑ کے بتلا دوں
مگر یہ فال کہیں تیرے نام پر آئی؟

بچا نہ دستِ جنوں سے تو اُن کا دامن بھی / کہاں کہاں مری وحشت کمال کر آئی؟
یہ ایک ربطِ محبت نہیں تو پھر کیا ہے؟ / بس اُن کا نام لیا اور آنکھ بھر آئی
ہزار طنز سہی، اُن کے اک تبسم میں / یہ بس نہیں کہ ہنسی میرے حال پر آئی؟

تڑپ میں دل کی نئی جان پڑ گئی کامل
وہ یاد آئے تو اک زندگی نظر آئی

خود آگہی سے چلا، اور خود آگہی نہ رہی / بفیضِ عشق یہ منزل مجھے کڑی نہ رہی
ترے کرم کی کسی وقت بھی کمی نہ رہی / ستم کی اب کوئی صورت سہی، نئی نہ رہی
ہنسی کی بات ہمارے لیے کوئی نہ رہی / برائے طنز بھی ہونٹوں پہ اب ہنسی نہ رہی
فریبِ زیست نہیں ہے تو اور پھر کیا ہے / وہ زندگی جو بہ مفہوم زندگی نہ رہی
بنے ہیں جب سے کھلونا کسی کے ہاتھوں کا / غمی غمی نہ رہی، اور خوشی خوشی نہ رہی
دہانِ زخم کو جب رخصتِ تبسم ہے / تو ان لبوں کی ہنسی کیا؟ رہی رہی نہ رہی
یہ مُردہ دل ہیں حقیقت میں مقبرے دل کے / وہ دل کی نعش ہے، جس دل میں زندگی نہ رہی
سکونِ دل کا وہاں تذکرہ ہی بے جا ہے / جہاں تمھاری محبت کی بے کلی نہ رہی
وہ بار بار تمھیں یاد بھی نہ آسکتے / محبت اُن کو اگر تم سے واقعی نہ رہی
اب اور اس سے زیادہ وہ مہرباں کیا ہوں / یہ بس نہیں؟ کہ وہ پہلی سی برہمی نہ رہی
غلط ہے، ماتمِ فکر و نگاہِ حق آگاہ / حق آگہی نہ رہی؟ یا خود آگہی نہ رہی؟
وصال جس کے لیے مژدۂ حیات بنا / پھر اُس کی لاش پہ بھی کوئی مُردنی نہ رہی
شرافت آج وہاں کیا ملے گی دشمن میں؟ / جہاں کبھی کی شریفانہ دوستی نہ رہی

تمھارا ذکر بھی ہوتا ہے سارے عالم میں / جنوں کی بات، جنوں ہی کے منہ لگی نہ رہی
خوشی حضور کی، جو چاہیں تو چھپا لیں آپ / مجھے تو اب کوئی صورت بھی اجنبی نہ رہی
نمودِ عشق ہے اک اقتضائے نازشِ حسن / اگر یہ سچ ہے، تو پھر خود بخود دوئی نہ رہی
وہاں نگاہ کے سجدوں سے کام لیتا ہوں / جہاں جبینِ مری شایانِ بندگی نہ رہی

نگاہ جلوہ بداماں ہو کس طرح کامل
نظر میں آج بصیرت کی روشنی نہ رہی

تم اپنے کو خود اپنے ہی جلووں میں چھپا کے / دیکھو نہ تماشا، مجھے دیوانہ بنا کے
محرومِ کرم ہو گئے کیوں ہوش میں آ کے؟ / بھولے تھے ابھی ہم، ترے دامن کی ہوا کے
تابِ نگہِ شوق کی خاطر ہو جو پردہ / فرمائیے! دیکھوں کسے پھر اُس کو ہٹا کے
ناقابلِ ترمیم ہے دستورِ محبت / احکام بدلتے نہیں قانونِ وفا کے
کھلنا ہے بس پردۂ حقیقت کو بھی اک دن / کھیلو گے کہاں تک مجھے افسانہ بنا کے؟
مجنوں ہی کے جلووں کا تماشا نظر آیا / دیکھا جو نقابِ رخِ لیلا کو ہٹا کے
کم ظرف نہیں ہوں کہ بہک جاؤں نظر سے / اک تجربہ کر لیجیے، یہ مے بھی پلا کے
ہر چند ہے داغوں سے گلستاں مرا سینہ / تم پھر بھی تو معصوم ہو گل اتنے کھلا کے
ہیں میری نگاہوں پہ ہزاروں کی نگاہیں / دیکھوں تمھیں کس کس کی نگاہوں سے بچا کے؟

ہر جبرِ مشیت کا نشانہ ہیں وہ کامل
سختی سے جو پابند ہیں آدابِ وفا کے

ایک ہی طرح پہ ہر شخص کی قسمت نہ ہوئی / سب کے حصے کی ترے غم کی مسرت نہ ہوئی

وہ محبت تری، جس پر مرا سب کچھ بھی نثار
وہ مرا دل ہے کہ جس کی کوئی قیمت نہ ہوئی

ایسا بیگانۂ غم، لذتِ غم کیا جانے
جس کو تا عمر کسی سے بھی محبت نہ ہوئی

ہائے کم بخت، نصیبہ ترے مہجوروں کا
عید کے دن بھی انھیں کوئی مسرت نہ ہوئی

وقت پر داغِ محبت ہی مرے کام آیا
مجھ سے پرسش کی نکیرین کو جرأت نہ ہوئی

چشمِ حق بیں میں نہیں کوئی بجز جلوۂ دوست
دیدۂ شوق کو اس سے کبھی فرصت نہ ہوئی

آپ کے پردے نے جب آپ کی صورت لے لی
یوں بھی کیا فاش پسِ پردہ حقیقت نہ ہوئی؟

دیکھنا! شوخیٔ تہمت کہ وہ فرماتے ہیں
کیا خموشی بھی تری حسن شکایت نہ ہوئی؟

کل کا غم کیوں ہو؟ کہ ہوں آپ کا پامالِ خرام
کیا مرے سامنے سو بار قیامت نہ ہوئی

بے کسی! تیرے سوا کس نے مرا ساتھ دیا؟
کوئی ڈھارس بھی شریکِ غمِ غربت نہ ہوئی

آگیا کام، کسی وقت کا مرنا کامل
مجھ تک آنے کی مری موت کو زحمت نہ ہوئی

بے فکر جی رہا ہوں ہر اک اعتبار سے
نسبت بھی کیسی چیز ہے دامانِ یار سے

وعدوں سے واسطہ، نہ غرض انتظار سے
اک زندگی تو ہے غمِ شب زندہ دار سے

وہ حسن حادثہ تھا، تصادم نگاہ کا
تا عمر سابقہ ہے دلِ بے قرار سے

دامن رفو کروں، کہ گریباں رفو کروں
جوشِ جنوں میں کس کو سیئوں کس کے تار سے؟

معراجِ بندگی کا وہی تو مقام ہے
ہو رابطہ جبیں کو جہاں پائے یار سے

کانٹے بھی گُل کے ساتھ اگر ہیں تو کیا عجب
آخر تو رابطہ ہے خزاں کو بہار سے

دُنیا سمجھ رہی ہے کہ ہم پیر ہو گئے
خم ہو گئی کمر جو گناہوں کے بار سے

کس کس کے آج پھول سے چہرے اُتر گئے
کتنوں کی تھی بہار، ہماری بہار سے

اے بندۂ خدا! ترا ماحول کچھ بھی ہو
مایوس کیوں ہے رحمتِ پروردگار سے

ہاں! ہم بھی بادہ خوار ہیں، لیکن وہ بادہ خوار
پینے کو مل رہی ہو جسے چشمِ یار سے

یہ عشق دردِ سر سہی پر ہائے! کیا کروں؟
حاصل ہو جب کسی کی نظر کے خمار سے

مختار ہو، جو چاہو وہ الزام دو مجھے
اک سانس بھی جو لی ہو کبھی اختیار سے

اپنی خوشی سے ترکِ تمنا بھی کیا کروں
ٹکراؤ چاہتا نہیں منشائے یار سے

کامل سکون موت ہے، کیوں موت مانگئے
اپنی تو زندگی ہے دلِ بے قرار سے

نظارہ ہائے حسنِ فراواں سے کام ہے
مجھ کو فضائے جلوہ بہ داماں سے کام ہے

شوخی کو تیری اور بھی عنواں سے کام ہے
یا صرف رخنہائے دل و جاں سے کام ہے

خالِ سیاہ و عارضِ تاباں سے کام ہے
قرآں سے اور حافظِ قرآں سے کام ہے

اب ماسوا کا اُس کی نظر میں کہاں مقام
جس کو فقط تصورِ جاناں سے کام ہے

گلشن سے واسطہ، نہ علاقہ بہار سے
جانِ بہار و جانِ گلستاں سے کام ہے

کوئی فرشتہ ہے تو مجھے اُس سے کیا غرض؟
انساں ہوں میں مجھے فقط انساں سے کام ہے

تا چند ابھی نصیب میں ہے تہمتِ حیات
کب تک نہ جانے عمرِ گریزاں سے کام ہے

بے ربطیٔ بیانِ جنوں پر نہ جائیے
کچھ دیر بس تخاطبِ جاناں سے کام ہے

چسکا جو لگ گیا ترے حسنِ ملیح کا
تا عمر زخمِ دل کو نمکداں سے کام ہے

ڈالا ہے دل نے ہائے غضب! کس سے سابقہ
اللہ! کیسے دشمنِ ایماں سے کام ہے

کس پر نہیں نگاہِ کرم میرے یار کی　　اُس کو تو کائنات پہ احساں سے کام ہے
روشن ہے داغِ دل، نہ سہی شمعِ آرزو　　ہم کو تو صرف بزمِ چراغاں سے کام ہے
اپنی خوشی کا نام ہے توہینِ بندگی
کامل ہمیں تو مرضیِ جاناں سے کام ہے

اُنھیں کی مرضی پہ چل رہا ہوں، اُنھیں کی مرضی تو چل رہی ہے
یہ زندگی تو فقط اُنھیں کی خوشی کے سانچوں میں ڈھل رہی ہے
نہ دم ہی پورا نکل رہا ہے، نہ آرزو ہی نکل رہی ہے
نہ جانے کب سے تری تمنّا، ہماری گودی میں پل رہی ہے
اسے تو محسوس کر سکے گی، فقط کوئی چشمِ بادہ کش ہی
کسی کی آنکھوں سے کیا بتاؤں؟ شراب کتنی ابل رہی ہے
اُنھیں کی چشمِ کرم کا صدقہ، اُنھیں کے یہ دم قدم کا صدقہ
اُنھیں سے نسبت کی آڑ لے کر، ہماری ہر بات چل رہی ہے
قفس سے آزاد ہونے والے! نگاہِ تقیید کھونے والے!
مبارک! اب زندگی کی صورت کچھ اور عنواں بدل رہی ہے
بلا تعین جہاں ہوں جلوے، وہاں ترے کیا پڑے گا پتّے
نظر حدِ اعتبار سے کیوں قدم بڑھا کر نکل رہی ہے
وہ اعتبارِ نظر سے اونچے، وہ فکر و فہمِ بشر سے اونچے
میں جتنی قربت بڑھا رہا ہوں، وہ دوریوں سے بدل رہی ہے

رہے سلامت وہ آنے والا، مریضِ غم نے لیا سنبھالا
ذرا ذرا ہوش آ رہا ہے، ذرا طبیعت سنبھل رہی ہے
لگا جہاں دل پہ داغ کامل چراغ روشن مراد حاصل
ہماری مرقد پہ آ کے دیکھو! ابھی تو اک شمع جل رہی ہے

رکھا ہے دل کو داغوں سے سجا کے　　تماشا دیکھیے تشریف لا کے
لگا ہے دل تمھارے در پہ آ کے　　یہیں بیٹھیں گے اب دھونی رما کے
بتاؤ تو یہ کیا شوخی تھی آخر؟　　مجھے کیوں کھو دیا جلوہ دکھا کے
نہ رونا میرے بس میں ہے نہ ہنسنا　　عجب بے بس ہوا ہوں دل لگا کے
مری آنکھوں میں ہے تصویر تیری　　رکھوں کس کس کی نظروں سے بچا کے
بنائیں سجدہ گاہیں عاشقوں کی　　ترے نقشِ قدم پر سر جھکا کے
شرابِ شوق پیتا ہوں نظر سے　　تری آنکھوں کو پیمانہ بنا کے
مری دیوانگی پہ ہنسنے والو!　　مجھے دیکھو مری منزل میں آ کے
مزے کی زندگی ہوتی ہے کامل
محبّت میں جیو سب کچھ لٹا کے

دل کا ہر ایک زخمِ محبّت ہرا رہے　　اُس کی عطا جو درد ہے وہ لادوا رہے
سو بار کیوں نہ دل کو مسوسا کریں مرے　　یہ کیا کرم نہیں ہے کہ وہ خود سے آ رہے
قربان جاؤں میں ترے اے مرکزِ خیال!　　خوش بخت وہ جو گرد ترے گھومتا رہے
مقصد ہے دل کی قاش فروشی سے بس یہی　　شاید کسی سے ربط کا تسمہ لگا رہے

ہر ایک ملکِ دل پہ ہے کامل انہیں کا راج
سرکار میرے کس پہ نہ فرماں روا رہے

نگاہِ سطح بیں اک حد سے آگے جا نہیں سکتی
انھیں پاکر بھی ان کو فی الحقیقۃ پا نہیں سکتی

تڑپ جو دل کی ہے، وہ برق میں بھی آ نہیں سکتی
یہ تڑپاتی ہے سب کو، اور وہ تڑپا نہیں سکتی

ہر اک مغرور انساں اپنے بل پر آپ گرتا ہے
رعونت تو کسی کی بھی خدا کو بھا نہیں سکتی

ادائے حسن میں داخل ہیں کچھ نیچی نگاہیں بھی
نہ ہو جب تک یہ صورت دل فریبی آ نہیں سکتی

ہر اک ارمان میرا آپ کے منشا کے تابع ہے
خوشی سے آپ کی میری خوشی ٹکرا نہیں سکتی

خرد میں روشنی آتی ہے تیرے در کے سجدوں سے
اسی منزل میں آکر عقل ٹھوکر کھا نہیں سکتی

ہزاروں اعتبار ایسے ہیں جن کو عقلِ انسانی
سمجھ لیتی تو ہے سب کچھ، مگر سمجھا نہیں سکتی

اجل کی بات اک نقلِ مقامی کے سوا کیا ہے؟
جو تم پر مر مٹا پھر موت اس کو آ نہیں سکتی

یہ کیا کچھ کم ہے احسان و کرم تیری محبت کا
کہیں جاؤں، کہیں بیٹھوں تری دھن جا نہیں سکتی

شراب تیز و تند و تلخ سب کہنے کی باتیں ہیں
نگاہِ یار کی مستی کسی میں آ نہیں سکتی

دو عالم میں فقط اک آستانِ یار ہے کامل
طبیعت جس جگہ سے عمر بھر اکتا نہیں سکتی

تری نگاہِ کرم کے قرباں، اب اور میری مراد کیا ہے
یہ دیدۂ نم بھی تیرا احساں، یہ سوزِ دل بھی تری عطا ہے

وہ خود ہی دیوانہ ہے جو اس کو خرد سے عاری سمجھ رہا ہے
نگاہ اس کی، شعور اس کا، جو تیری الفت میں کھو گیا ہے

حسین جلووں کی شوخیوں کا قسم خدا کی جواب کیا ہے؟
حقیقتوں کا ہر ایک پردہ نیا فسانہ بنا ہوا ہے

اگر نہیں ہیں وہ ساتھ میرے تو میرا دل کیوں دھڑک رہا ہے؟
اسی کا ہے نام ربط شاید جو ایک کھٹکا لگا ہوا ہے

مزے تڑپنے کے لے رہا ہوں، دعائیں ہر حال دے رہا ہوں
تری ادائے ستمگری پر خبر نہیں کیوں دل آ گیا ہے

تری عنایت پہ جینے والا لئے ہوئے ہے بڑا سہارا
بگاڑ کیا لے گا اس کا کوئی؟ جو تیرے در کا بنا ہوا ہے

کبھی میں بُعدِ خیال میں ہُوں، کبھی تعین کی جال میں ہُوں
کچھ اعتبارات مختلف ہیں، نہ میں جُدا ہُوں نہ وہ جُدا ہے

فَعَبْدُ عَبْدٌ وَاِنْ تَرَقّٰی = وَ رَبٌّ رَبٌّ وَ اِنْ تَنَزَّلَ
نہ پاؤں پھیلائے حد سے کوئی، کہ بندہ بندہ خُدا خُدا ہے

رہِ محبت میں استقامت ہزار دولت کی ایک دولت
ہر ایک تیرِ نگاہ اُن کا، وفا کا اک مُستقل صِلا ہے

ملی اگر معصیت کی فرصت، یہ خود ہے اک انتقامِ فطرت
کسی کو بے راہ چھوڑ دینا بھی سو سزاؤں کی اک سزا ہے

اب اُس کی عزّت نہ اُس کی عزّت، اب اُس کی ذِلّت نہ اُس کی ذِلّت
ہے سب سے بے فکر تیرا کامل کہ تیرے ہاتھوں بِکا ہُوا ہے

اِس تناسب پہ نظر رکھتے ہیں انساں کتنے؟
زندگی کتنی لکھا لائے ہیں؟ ارماں کتنے؟

وحشتِ دل نے بسائے ہیں بیاباں کتنے؟
ہائے! اس عشق نے گھر کر دیئے ویراں کتنے؟

دیکھئے "چاہنے والے ہیں" مری جاں کتنے؟
کتنے ہیں رخنہ بجاں؟ چاک بداماں کتنے؟

وقت پر، وقت ہی یہ بات بتا سکتا ہے
آدمی کتنے نظر آتے ہیں؟ اِنساں کتنے؟

آتشِ عشق کو اللہ سلامت رکھے
دل میں روشن ہیں مرے سرو چراغاں کتنے؟

کیوں نہ دلچسپ ہو افسانۂ ہستی کامل؟
اس فسانے کے بدلتے گئے عنواں کتنے؟

جہاں تک حُسن کا پھیلاؤ ہے، جولاں گہِ غم ہے
محبت ہی محبت کارفرمائے دو عالم ہے

نہ دیکھا تھا ان آنکھوں نے کبھی قحط الرّجال ایسا
نہ جانے آج کل کیوں اِس قدر انسانیت کم ہے

ہزاروں طرح سے وہ جس کے چاہے عیب گنوا دے
فقط اپنے ہی عیبوں پر نظر انسان کی کم ہے

ہنسی آئے کہ رونا آئے؟ ہم کو اِس تناسب پر
تمنّائیں زیادہ سے زیادہ، زندگی کم ہے

ہمیشہ بس یہی معیار ہو پیشِ نظر کامل
جو ہم میں سب سے اتقیٰ ہے، وہی ہم سب سے اکرم ہے

مری تخلیق سے اُن کے ہُنر کی یاد آتی ہے
اِسی آئینے سے آئینہ گر کی یاد آتی ہے

دوا اُمّا چھوڑتا ہے ہر عمل پورا اثر اپنا
بُھلا کیا دوں کہ ہر اک خیر و شر کی یاد آتی ہے

شکستِ اعتمادِ ربطِ غم اپنی ارے توبہ!
کبھی کے نالہ ہائے بے اثر کی یاد آتی ہے

جبینِ شوق کو بے ساختہ سجدے مُبارک ہوں
کسی کے نقشِ پا و سنگِ در کی یاد آتی ہے

وہ اُن کا آستاں اور وہ سرِ سودا زدہ اپنا
اچانک دعوتِ دیوار و در کی یاد آتی ہے

کبھی کی بات ہے اُن کی اُچٹتی سی نظر بھر بھی
وہ اک احساسِ کیفِ مختصر کی یاد آتی ہے

وہ حُسنِ احتیاطِ دید میں منظر قیامت کا
نظر لگتی ہے جب ایسی نظر کی یاد آتی ہے

کبھی دیکھی جو تھی اُن کی تجلّی ذرّے ذرّے میں
اُن اجزائے جمالِ منتشر کی یاد آتی ہے

اک استہزا ہے کاملؔ زخمِ دل کے ہر تبسّم میں
کہ اک ناکام سعیِ چارہ گر کی یاد آتی ہے

سوچ کر آئیں مری راہ میں آنے والے
اُن کے جلوے ہیں یہاں ہوش اُڑانے والے

تیرے قربان حجابات میں آنے والے!
یہ تو پردے ہیں تجھے سامنے لانے والے

شدتِ جلوہ گری میں نہ چھپا منہ اپنا
بے حجابی کو خود اک پردہ بنانے والے!

کون رہتا ہے بجز جلوہ دمِ نظارہ
آپ کو پا نہ سکے آپ کو پانے والے

لے اُڑے آپ سے نسبت کی ہوا اپنے ہی
میری ہر بات کو افسانہ بنانے والے

تیرا ممنونِ عنایت ہے مرا ہر احساس
تیرے قربان مرے افکار پہ چھانے والے!

وہ کسی اور کو اب دل میں جگہ کیا دیں گے
آپ کے حُسن کو معیار بنانے والے

ایک دُھن، ایک تصوّر کا مزا کیا جانیں
سو طریقوں سے خیالات بٹانے والے

فضل کی بات الگ، فکر کا اسلوب جُدا
کیا کریں گے مری ترکیب اُڑانے والے

ظلم باقی نہ سہی، ظلم کی تاریخ تو ہے
مٹ کے خود وہ گئے دُنیا کو مٹانے والے

ہوں میں وہ نقش جو مٹنے سے اُبھر آتا ہو
میرے دشمن نہیں محسن ہیں مٹانے والے

کاملؔ! ایسے تو بہت کم نظر آئے ساقی
سب کہاں ہوتے ہیں آنکھوں سے پلانے والے

کبھی اُن کو اپنی نظر ہی کے ڈر سے
بچانا پڑا ہے خود اپنی نظر سے

حقیقت پرے ہے نگاہِ بشر سے
بہت دُور ہیں وہ حدودِ نظر سے

اک ایسی شرابِ نظر چاہتا ہوں
دوانا پیوں جس کو اپنی نظر سے

نگاہوں نے کیا جانے کیا کیا دکھایا
خدا ہی بچائے فریبِ نظر سے

فریبِ نظر کے نہ دھوکے میں آؤ
بدل کر اُسے اعتبارِ نظر سے

نظر باز بننا اگر چاہتے ہو
گزر جاؤ ہر ایک قیدِ نظر سے

نہ پوچھو! کہاں تک رسائی ہوئی ہے؟
نظر جب لڑی ہے کسی کی نظر سے

وہ کیا جانیں اُن کی نگاہوں کا منشا
جو واقف نہیں ہیں زبانِ نظر سے

خودی بھی ملے گی اِسی بے خودی میں
ذرا پی کے دیکھو! کسی کی نظر سے

نہیں تم کو زیبا "انا انت" کاملؔ
تمھیں کیا سروکار احولِ نظر سے؟

نگاہوں کو تنزیہہ سے ربط کیا ہے؟
فقط شانِ تشبیہ جلوہ نما ہے

جو ذاتِ رسالت میں جتنا فنا ہے
مقام اُس کا اتنا ہی اونچا ہوا ہے

عجب شے ہے نسبت بھی خیر الورا سے
کہ بندہ بھی اُن کا ورا الورا ہے

سلیقہ ہی آتا نہیں مانگنے کا
بزرگوں کے در سے تو سب کچھ ملا ہے

کسے "ماسوا اللہ" سمجھوں میں آخر
خدا کی قسم! کون اُس کے سوا ہے

ہر اک پردہ ہے اُس کا خود ایک جلوہ　　مگر عقل پر اپنی پردہ پڑا ہے
ادا کیجیے جلوۂ یار کا حق　　جہاں جس ادا سے وہ حق مانگتا ہے
فقط حُسن کا ایک بھرپور جلوہ　　ہمارا ہی جز اس کے ارماں ہی کیا ہے

اگر ہو وفا غیر ممنون کامل
تو پھر غیر ممنون اُس کی جزا ہے

سیکھ لی دل نے زباں جب سے نگاہِ ناز کی　　کیا کہوں؟ اُس پر کھلیں کیا کچھ نہ باتیں راز کی
لو بڑھا دی ہے جنوں نے شمعِ بزمِ ناز کی　　یہ شبِ معراج ہے، پروانۂ جانباز کی
روشنی سے تیز ہے، رفتار جس آواز کی　　اُس کو کہتے ہیں صدا ٹوٹے دلوں کے ساز کی
اُن کے آگے بات میں نے ختم کر دی تھی جہاں　　میری نظروں نے وہاں سے گفتگو آغاز کی
اُس کے آگے نقدِ ایماں بھی ہے اک ارزاں متاع　　میرے دل سے پوچھیے قیمت نگاہِ ناز کی
غم کی دنیا ہی بدل دی، التفاتِ یار نے　　کیا کرامت ہے مری ڈوبی ہوئی آواز کی
ماورائے درک بھی ہے ابنِ آدم کا مقام　　چاند تک پہنچا تو کیا حد ہو گئی پرواز کی؟

عشق کی کیا بود کامل اک اضافت کے سوا
یہ نوازش ہے فقط حُسنِ کرشمہ ساز کی

مسدس

سوانحِ دل

حضرتِ دل کے سوانح نظم کرنے کا خیال　　اک اہم تر مسئلہ ہے، اور اک مشکل سوال
میں کہوں یا کہلوا دوں، دل سے خود ہی اُس کا حال　　حال ہر حالت میں حال، اور قال ہر حالت میں قال
کُنہ مل سکتی نہیں لفظوں سے کیفیات کی
بے زبانی ہے زباں دُنیائے محسوسات کی

عہدِ طفلی کی سناؤں مختصر سی داستاں　　جب کہ تھا ناآشنائے لذتِ تیر و سناں
زندگی کا ہر تغیر دفعتاً اور ناگہاں　　گہ مسرت، گہ لبوں پر کھیل جاتی تھی فغاں
غیر سے نفرت نہ تھی اور اپنوں کا اس کو پاس تھا
ناسمجھ کو اتنی ناسمجھی میں یہ احساس تھا

جس حسیں سے چاہتا، جی اپنا بہلاتا تھا دل　　خوف کھاتا تھا کسی سے اور نہ شرماتا تھا دل
تھی سر آنکھوں پر جگہ اس کی جہاں جاتا تھا دل　　ذرے ذرے میں خوشی کی لہر سی پاتا تھا دل
یہ مچل جاتا کبھی جب اپنے فطری جوش میں
حسن منت کر کے لیتا تھا اسے آغوش میں

جب ذرا اس میں شعورِ نیک و بد پیدا ہوا　　عہدِ طفلی کا وہ عالم خواب تھا بھولا ہوا
اب یہاں سے کیا بتاؤں؟ کیسی گزری؟ کیا ہوا؟　　مختصر یہ ہے کہ حُسن و عشق کا سودا ہوا
عشق کے شعلے جو بھڑکے رشکِ برقِ طور تھا
جلوہ ہائے حُسن سے ہر وقت یہ معمور تھا

تربیت فطرت نے کی ہے دل کی اس انداز سے — جان جاتا ہے ہر اک انجام کو آغاز سے
یعنی واقف ہے یہ حُسن و عشق کے ہر راز سے — اک قریبی ربط ہے اس کو نگاہِ ناز سے
زلف و عارض سے کسی کے کھیلتا رہتا ہے یہ
عشق کے پاپڑ ہمیشہ بیلتا رہتا ہے یہ

حُسن کی جب آڑ لی، عالم کو رسوا کر دیا — عشق پر اُترا تو مجبورِ تمنا کر دیا
الغرض جیسا بھی چاہا تو نے ویسا کر دیا — جو ارادہ کر کے اُٹھا اُس کو پورا کر دیا
تیرے آگے لفظِ بے معنی ہیں ناممکن محال
اے دلِ خندہ طالع! اے دلِ فرخندہ فال!

دل وہی ہے جو نشانہ ہو نظر کے تیر کا — کام لے تخریب سے ہر وقت اک تعمیر کا
دوست سے شکوہ نہ ہو، شاکی نہ ہو تقدیر کا — اور نہ دشمن ہو ہمیشہ عقل با تدبیر کا
خشک ہوں آنسو تو اپنا خون آنکھوں میں بھرے
عشق کی جتنی تواضع ہو سکے، اتنی کرے

صاف چل جاتا ہو جس پر ہر فریبِ آرزو — جس کو دھوکے میں رکھے ہر دم جہانِ رنگ و بُو
جس کی فطرت میں عدوِ عقل، دوست ہی کی جستجو — عشق میں بے آبروئی کو جو سمجھے آبرو
جان پر بن جائے اور مُنہ سے نہ نکلے ایک بات
بے قراری سے سکوں لے، موت سے پائے حیات

اک ذرا سا التفاتِ حُسن جس کو گدگدائے — عشق جس کے سامنے سرسوں ہتیلی پر جمائے
جو خیالوں میں ہوائی سیکڑوں قلعے بنائے — وہ جو کعبے میں بتوں کو بھی کبھی لا کر بٹھائے

الغرض کتنے گِناتا جاؤں میں دل کے صفات
ہے انوکھی اس کی فطرت، اور نئی ہر ایک بات

اب کہاں وہ اہلِ دل، تھا ختم جن پر ہر کمال — کچھ جو باقی رہ گئے ہیں، رہ گئے ہیں خال خال
اس لیے تبعاً دگرگوں ہو گیا ہے دل کا حال — ہے مثل مشہور کامل "ہر کمالے را زوال"
اک دھڑکتی شے ہے، لیکن دل نظر آتا نہیں
یعنی اب وہ جوہرِ قابل نظر آتا نہیں

سچ ہے، اس دُنیائے فانی کا نہیں کچھ اعتبار — آج ویرانہ ہے وہ، کل تک جو تھا اک مرغزار
ہائے! جس دل میں رہی صد ہا اُمنگوں کی بہار — اب وہی ہے حسرتوں کا ایک ٹوٹا سا مزار
شاق ہے، ہم پر جُدائی تجھ سے حق آگاہ کی
اے دلِ مرحوم! تجھ پر رحمتیں اللہ کی

اُن کے قدموں میں جو پس کر خاک ہو جائے وہ دل — اور کبھی اپنی وفاؤں پر نہ اترائے وہ دل
جذبۂ اُلفت کی جو معراج دکھلائے وہ دل — یعنی مجھ تک میرے دل کو جو پہنچائے وہ دل
ہے ضرورت ایک ایسے دل کی اے کامل مجھے
یہ نہ ممکن ہو تو رہنے دیجئے بے دل مجھے

نظم

ہفتۂ قومی (درخت اُگاؤ)

اک روز نظر سے مری اخبار جو گزرا — عنوانِ جلی "ہفتۂ قومی" کا لکھا تھا

تحریک یہی تھی کہ درختوں کو اُگاؤ | محنت کا ثمر اپنی پھر آرام سے کھاؤ
غلہ کی بہم ہو کہ درختوں کی مہم ہو | کیا خاک وہ سمجھے گا جو ناواقفِ لم ہو
قدرت کے خزانوں سے تمتع ہے ضروری | غلہ کی کسی طرح کمی کرنی ہے پوری
محنت کبھی انسان کی خالی نہیں جاتی | تدبیر سے کیا بات بنائی نہیں جاتی؟
اسلام نے بھی ہم کو یہی درس دیا ہے | لیڈر بھی جو کہتے ہیں درست اور بجا ہے
یہ آگ، یہ پانی، یہ ہوا اور یہ مٹی | اللہ کے ہم ہیں تو ہر اک چیز ہماری
انسان سا بے مایہ، مگر واہ ری قدرت! | عالم کی ہر اک شے پہ یہ کرتا ہے حکومت
ہر قوم کی ایک عمر طبیعی ہے مقرر | نیکی وہ اِسی عمر میں کر جائے تو بہتر
القصہ، یہ تحریک بہر طور بجا ہے | لیکن مجھے کچھ اور بھی فکر اس کے سوا ہے
ملنا ہے جو کل، وہ ہمیں بے شبہ ملے گا | بتلایئے کل تک کوئی کیا کھا کے جئے گا؟
غلہ کی کمی اور یہ اشیا کی گرانی | ناقابلِ فہم اس پہ یہ بحرانِ معاشی
فردا کو بھلا کر بھی بسر کر نہیں سکتے | امروز سے بھی صرفِ نظر کر نہیں سکتے
کل کی بھی ہمیں فکر ہے، جی جائیں اگر آج | روٹی ہی میسر ہے نہ کپڑا ہے، نہ گھر آج
مطلوب ہے کامل مجھے ان سب کا مداوا | ورنہ یہ وہی حال، جو غالب نے کہا تھا

"بازیچۂ اطفال ہے دُنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے"

نظم - بعنوانِ مستقبل

مردِ مومن سے خطاب

آج سب کی اپنے مستقبل کی جانب ہے نگاہ | چل رہی ہے ساری دُنیا اپنی اپنی دھن کی راہ
فکرِ فردا فی الحقیقت سب سے پہلا کام ہے | ورنہ یہ سمجھو کہ مُردوں میں ہمارا نام ہے
کام کی ہر وقت اگر ہمت نہیں تو کچھ نہیں | زندگی میں دَوڑ کی قوت نہیں تو کچھ نہیں
جا رہے ہیں سب اُدھر، جانا ہے جن کو جس طرف | اور تو اس فکر میں، جاؤں تو جاؤں کس طرف!
اک ذرا پیدا تو کر لے مردِ مومن کی نگاہ | ہر ترقی کی ترے قدموں سے وابستہ ہے راہ
مادیت میں ترقی کی تو سب کو فکر ہے | کیا کسی کے لب پہ کچھ اس کے سوا بھی ذکر ہے؟
سب کو اپنانے کی دھن تیرا خیالِ خام ہے | اس کو اپنا لے کہ جس کی ساری دُنیا رام ہے
جس کا بندہ ہے اسی کی بندگی سے کام رکھ | سرکشی اچھی نہیں، پیشِ نظر انجام رکھ
موت جو سب سے یقینی ہے اسے ہرگز نہ بھول | اپنی اس بے مایہ ہستی، اپنی قوت پہ نہ پھول
تو نے کتنے ہی دیئے ہیں ہنستے ہنستے امتحاں؟ | کب گوارا تھا خودی کو تیری شورِ الاماں؟
جس پہ تیری زندگی کی پڑ گئیں پرچھائیاں | دور کردیں، ظاہر و باطن کی سب تاریکیاں
آج کس کے در پہ اپنی زندگی پاتا ہے تو؟ | بھیک جس کو دی تھی، اس سے مانگنے جاتا ہے تو؟

سوئے تدبیری حقیقی فکرِ مستقبل نہیں
یاد رکھ! بیکار تدبیروں سے کچھ حاصل نہیں

قطعہ

بمسرتِ تشریف آوری جگر گوشۂ غوث الثقلینؓ حضرت پیر السید محمد نجم الدین الگیلانی مدظلہ العالی

کہا سب نے کہ نجم الدین آئے
مِرے پیشِ نظر ہیں غوثِ اعظمؓ

نبیؐ خانے کی رونق دیدنی ہے
کھنچا آتا ہے دیکھو سارا عالم

مریضانِ محبت جمع ہیں سب
ہر اک دل چاہتا ہے اپنا مرہم

سرِ تسلیم کامل تیرے آگے
نہ ہوتا احتراماً کس لیئے خم

بہ ہر طرزے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت رامی شناسم

تاریخ ترتیبِ دیوان

از ابو الحسنات مولوی سید ولی اللہ صاحب ولی القادری

کیوں نہ ہو دیوانِ کامل آج مقبولِ جہاں
حاصلِ ذوقِ سخن ہے حاملِ لطفِ زباں

ایک مدت سے نگاہوں کو تھا جس کا انتظار
ہو رہا ہے اب مرتب وہ ادب کا ارمغاں

ہر سخن کامل کا اربابِ سخن کی جان ہے
ہر ادائے شعر اہلِ ذوق کی روحِ رواں

لیتی ہے بے ساختہ دیوان کے بوسے نظر
واہ کیا حسنِ سخن ہے کاملِ شیریں زباں

وجد میں آتی ہے دنیا سن کے کامل کا کلام
اللہ اللہ کچھ نہ پوچھو ان کا اعجازِ بیاں

کیفیت ہی کیفیت ہے شاعری میں آپ کی
آپ کے ہر شعر میں اسرار ہیں لاکھوں نہاں

بے تکلف کہہ دو اِس کا سالِ ترتیب اے ولی
سحرِ کامل ہے کلامِ کاملِ شستہ زبان

۱۳۸۱ھ

تواریخ کتابتِ دیوان

ہے یہ دیوان کامل کا جانِ ادب
اِس کو روحِ روانِ بلاغت کہو

ہے جو سالِ کتابت کی فکر اے ولی
ارمغانِ کمالِ فصاحت، کہو

۱۹۶۲ء

ایضاً

از علامہ حیرت بدایونی

آمد باوج گردوں چوں ماہتاب کامل
حیرت بدستم آمد جامِ شرابِ کامل

سالِ کتابتش چوں پرسید طبع موزوں
آمد ندازِ دیوان۔ تعبیرِ خوابِ کامل

۱۳۸۲ ہجری

ایضاً

کشیدم جامِ پُر از آتشِ تر — نشاط انگیز و، دلکش، رُوح پرور
ز سالِ ہجریش حیرتؔ بگفتم — کلامِ کاملِ فردِ سخنور

۱۳۸۲ ہجری

ایضاً

آں شاعرِ کامل کہ سخن گفتہ و دُر سُفت — ہر رند سخن گو بہ سرورِ سخنش خُفت
حیرتؔ بہ سنِ عیسویش چوں شدہ حیراں — تخلیقِ سخن سنج مسیحاءِ فلک گفت

۱۹۶۳ عیسوی

قطعاتِ تواریخ طباعتِ دیوان

از حضرت صدیقی قادری المجددی

صنعتِ کلکِ وارداتِ کامل

۱۳۸۳ ھ

صوفی۔ شاعر۔ عالم۔ فاضل — سیّد شیخن احمد کامل
جن کا سینہ دِیں کا خزینہ — جن کا دل انوار کی منزل
جن کی نسبت اعلیٰ نسبت — ربط ہے جن کا ربطِ کامل
اُن کا اب دیوان چھپا ہے — غور کے لائق دید کے قابل
مخزنِ ایقاں منبعِ عرفاں — مشعرِ دانش اس کے فضائل
اس کے آگے روکھی پھیکی — بیت نوابغ نظمِ اخاطل
حال بباطن قال بظاہر — اندر لیلیٰ باہر محمل
وصل کا ہر مضمون مسیحا — ہجر کی ہر تحریر ہے قاتل
کیوں نہ ہوں ساری بیتیں روشن — جملہ سطور انوار کی محفل
وقتِ فکرِ سخن رہتے ہیں — پیشِ نظر قرآں کے منازل
ایک اِک شعر اور اِک اِک مصرعہ — فیض کا دریا علم کا ساحل

کشفِ سخن۔ الہامِ تغزّل — مجد کا ایواں فیض کی منزل
سالِ اشاعت بھی صدیقیؔ — سچ یہ ہے۔ ہے داد کے قابل
شعر کی خوشبو پھیلاتا ہے — عطرِ شیخن احمد کامل

۱۳۸۳ ھ

از حضرت مولانا سید محمّد صدیق صاحب قادری رمزؔ محمُودی

زبانِ کامل کا وصف کیا ہو، خیال کی ان کے داد کیا دیں
شریعت اس میں، طریقت اس میں، اسی میں ہیں معرفت کے چشمے
یہی ہے تعریف اسی میں توصیف، اسی میں دیکھو سنِ اشاعت
کلامِ کامل میں جلوہ پیرا، کمالِ کامل کے سب کرشمے

۱۳۸۳ء

از تاج الشعرا مولانا شاہ محمّد تاج الدین صاحب تاجؔ فاروقی القادری

اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہِ ، کلامِ کامل — آوازۂ اُوست بر سمٰوٰتِ سبع
ایں مصرعِ سالِ فصلیش تاجؔ بگفت — سرمایۂ شاعریِ کامل شُد طبع

۱۳۷۳ ف

از مولانا مولوی سیّد محمُود صاحب قادری محمودؔ۔ ناظمِ عدالت

شُد طبع رسالۂ نکتہ دانِ کامل — بہرِ جذبات ترجمانِ کامل
از زیورِ طبع شُد چو دیوان زیبا — محمودؔ بگفت "ارمغانِ کامل"

۱۳۸۳ ھ

دیگر

ہمہ مستند ز جامِ کامل — مرحبا فیضِ کلامِ کامل
کیف و سرمستی و شیریں سخنی — بشدہ حصّۂ نامِ کامل
عجبے نیست اگر در دِلہا — جاگزیں گشت پیامِ کامل

در نگاهِ ہمہ صاحب نظراں — ہست ممتاز مقامِ کامل
بخدا ہست غذائے دِل و جاں — نعت باشد کہ سلامِ کامل
مستیِ بادۂ عرفاں طلبی — جُرعۂ گیر زِ جامِ کامل
لذت و لُطفِ سخن می خواہی — بشنُو یک بار کلامِ کامل
زیں گلستانِ سخن می آید — بُوئے اخلاصِ تمامِ کامل

سالِ محمودِ طباعت گُفتم
مخزنِ رُشد کلامِ کامل
۸۳ ھ ۱۳



تمّت



By

Hazrath Moulana Syed Shah Shaikhan
Ahmed Quadri Alshuttari Kamil R.A.